تاریخ و تذکرہ

خانقاہ مظہریہ دہلی

محمد نذیر رانجھا

تاریخ و تذکرہ

خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ

دہلی



متصل مسجد پائیلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، لاہور۔ فون: ۲-۵۴۲۷۹۰۱-۰۴۲
E-Mail: juipak@wol.net.pk

Khanqah Mazharia Naqshbandia Dehli
By
Mohammad Nazir Ranjhah
ISBN: 969-8793-45-3

ضابطہ

نام کتاب	:	تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ، دہلی شریف
اشاعتِ اول	:	اکتوبر ۲۰۰۶ء
اشاعتِ دوم	:	جولائی ۲۰۱۰ء
ناشر	:	محمد ریاض درانی
سرورق	:	جمیل حسین
کمپوزنگ	:	جمعیۃ کمپوزنگ سنٹر، وحدت روڈ، لاہور
مطبع	:	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز، لاہور
قیمت	:	-/250 روپے

بہ اہتمام	محمد بلال درانی
قانونی مشیر	سید طارق ہمدانی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

انتساب

بہ نام نامی زبدۃ العارفین وقدوۃ الکاملین وخواجہ خواجگان مخدوم زمان سیدنا ومرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی

من کیستم کہ با تو دمِ بندگی زنم
چندین سگانِ کوئے تو یک کمترین منم
از برائے سجدہ عشق آستانی یافتم
سرزمینی بود منظور آسمانی یافتم
آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین
سخرہ کند بر دھہ طعنہ زند برچلہ

خاک پائے اولیائے عظام
احقر محمد نذیر رانجھا



فہرست مندرجات

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم۔

برصغیر پاک و ہند میں دین اسلام کی اشاعت وترویج میں خانقاہی نظام کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مقام عطا فرمایا اور اس علاقے کے نقشبندیہ، قادریہ، سہروریہ، چشتیہ اور دوسرے صوفیائے عظام اور عرفائے کرام اپنی خانقاہوں میں سالکین طریقت کو تزکیہ نفس کی منازل طے کرنے اور انھیں منزل مقصود تک پہنچانے میں عمر بھر کوشاں رہے۔ ان کے انفاس قدسیہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کی کدورتوں کو دھوڈالا اور انھیں دین اسلام کی محبت وعقیدت سے مالا مال کر دیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا شفتہ ووالہ بنایا، جو ان اللہ والوں کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

جمعیۃ پبلی کیشنز نے صوفیائے عظام کے احوال وآثار، ان کے تاریخی ورثے اور معارف کی اشاعت کا بیڑہ اُٹھایا اور قبل ازیں تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں، ضلع میانوالی اور تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان قارئین کی خدمت میں پیش کی ہیں۔ اس سلسلہ کی یہ تیسری کتاب بھی جناب محمد نذیر رانجھا کی تصنیف ہے۔ ہم نے اس کی اشاعت میں جمعیۃ پبلی کیشنز کی سابقہ روایات کو قائم رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ کریم ہماری اس محنت وکوشش کو اشاعت دین کے لیے قبول ومنظور فرمائے۔ آمین۔

محمد ریاض درانی

مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ لاہور

یکم رمضان ۱۴۲۷ھ/ ۲۵ر ستمبر ۲۰۰۶ء

کلماتِ تبرک

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بَعۡدَ الۡحَمۡدُ وَالصَّلٰوۃ وَاِرۡسَالِ التَّسۡلِیۡمَات وَالتَّحِیَات، اَمَّا بَعۡد.

حضرت شیخ الشیوخ خواجہ مظہر جان جاناں شہید قدس سرہ کو اللہ رب العزت نے حضرات کرام نقشبندیہ مجددیہ میں ایک اعلیٰ مقام نصیب فرمایا اور انہوں نے عرصہ دراز تک وابستگان سلسلہ کو نقشبندیہ مجددیہ کی فیوض و برکات سے مستفید فرمایا۔ ان کے جانشین وخلیفہ ارشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس کو اللہ رب العزت نے شہرت عامہ وتامہ ارزانی فرمائی، جن کے ہاں مخلوق خدا کا جمگھٹا لگا رہتا تھا اور ہندوستان کے علاوہ عجم وعرب کے طالبین وسالکین اور نامی و گرامی علماء وصلحاء ان کے حضور دست بستہ حاضر رہتے تھے۔ انہوں نے سالکین طریقت کو سلوک الی اللہ اور تزکیہ واحسان کے مقام ومراتب یوں طے کرائے کہ تیرہویں صدی کے مجدد کہلائے اور ان کے مبارک زمانہ میں خانقاہ مظہریہ شریف کے روحانی انوار نے ایک عالم کے قلوب واذہان کو منور ومستنیر رکھا۔

اس خانقاہ شریف کی عظمتوں ورفعتوں کا جامع تذکرہ عزیزی جناب محمد نذیر رانجھا نے مرتب و مدون کیا، جنھیں سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ سے خاص محبت وعقیدت ہے۔ اللہ رب العزت ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو اہل تصوف وسلوک اور مسلمانوں کے لیے نافع بنائے اور مصنف کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

زیر نظر کتاب کی اشاعت بھی جناب حافظ محمد ریاض درانی، جمعیۃ پبلی کیشنز کی جانب سے کر رہے ہیں۔ اللہ رب العزت ان کی حضرات کرام نقشبندیہ مجددیہ سے محبت وعقیدت پر انھیں جزائے خیر نصیب فرمائے۔ آمین

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ.

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی

مؤلف ایک نظر میں

الف:

نام	:	محمد نذیر رانجھا
ولدیت	:	جناب سلطان احمد رانجھا (مدظلہ)
تاریخ پیدائش	:	۸ جنوری ۱۹۵۱ء بمقام چک نمبر ۶۷ جنوبی، تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا

ب: تحصیلات:

(۱) ایم اے (فارسی) پنجاب یونیوسٹی، لاہور، ۱۹۹۳ء

(۲) ایم اے (اسلامیات) پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۹۴ء

(۳) ایم اے (عربی) پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۹۶ء

(۴) بی اے، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء

(۵) بی ایل آئی ایس، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۹۸ء

(۶) سرٹیفکیٹ ان لائبریرین شپ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۱۹۹۰ء

(۷) ایلیمنٹری عربیک کورس، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء

(۸) ایڈوانس عربیک کورس بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء

(۹) ایف اے، بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، سرگودھا، ۱۹۷۱ء

(۱۰) میٹرک، ایضاً، ۱۹۶۸ء

ج: ملازمت:

۱- مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد (یکم جنوری ۱۹۷۳ء تا ستمبر ۱۹۸۵ء)

۲- نیشنل ہجرہ کونسل، اسلام آباد (اکتوبر ۱۹۸۵ء تا جون ۱۹۹۲ء)

۳- اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد (جون ۱۹۹۲ء تا دم تحریر)

تحقیقات و تالیفات:

فارسی اور عربی سے اردو اور اردو سے فارسی تراجم اور اردو میں تصنیف و تالیف اور نقد و نظر کے علاوہ فارسی متون کی تصحیح و تحقیق کا کام، نیز فارسی اور اردو میں متعدد تحقیقی مقالات ملکی و غیر ملکی مؤقر رسائل و جرائد میں طبع ہو چکے ہیں۔ مطبوعہ تحقیقی و تالیفی کتب و رسائل کی فہرست حسب ذیل ہے:

۱- ابدالیہ: (ترجمہ اردو) تصنیف: مولانا یعقوب چرخیؒ ترجمہ و تعلیقات: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۴۸ ص، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء

۲- احادیث کے اردو تراجم (کتابیات)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان ۱۰۰ ص، ۱۹۹۵ء

۳- برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی اردو مطبوعات (کتابیات اردو): مؤلف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۳۶۷ ص، ۱۹۹۵ء

۴- برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی و فارسی کتب اور ان کے اردو تراجم) تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۴۷۴ ص، ۱۹۹۸ء

۵- بحر الحقیقۃ: (ترجمہ اردو) تصنیف: خواجہ احمد غزالیؒ ترجمہ: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، عتیق پبلشنگ ہاؤس، ۹۶ ص، ۱۹۸۹ء

۶- تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (اردو)، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ لاہور، ۶۵۲ص، ۲۰۰۴ء

۷- تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی (اُردو)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، ۵۶۲ص، ۲۰۰۳ء

۸- تاریخ و تذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ، دہلی شریف (اُردو) تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، لاہور، ۴۵۴ص، ۲۰۰۵ء

۹- تذکرہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ مع ترجمہ نورالعلوم (اُردو)، تالیف وترجمہ: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، ۲۵۶ص، ۲۰۰۴ء

۱۰- تذکرۃ زبدۃ الاولیاء حضرت میاں شیر ربانی قدس سرہ (فارسی)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: شرق پور شریف ضلع شیخوپورہ: دارالمبلغین حضرت میاں صاحبؒ، ۶۷ص، ۱۹۹۵ء

۱۱- تذکرہ عاشق رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت الحاج محمد امینؒ (اردو)، تالیف: تحسین اللہ، نظر ثانی: محمد نذیر رانجھا، ناشر: چارسدہ، المجاہد آباد، جماعت ناجیہ، ۴۸۸ص، ۱۹۹۷ء

۱۲- تفسیر چرخی (اُردو): تصنیف: مولانا یعقوب چرخیؒ، ترجمہ وتحقیق: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، ۴۰۸ص، ۲۰۰۵ء

۱۳- جدید فارسی گرامر: دستور فارسی نوین (اُردو)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، عتیق پبلشنگ ہاؤس، ۱۸۳ص، ۱۹۸۹ء

۱۴- رسالہ ابدالیہ: (فارسی) تصنیف: مولانا یعقوب چرخیؒ، تصحیح وتعلیقات و پیش گفتار: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۰ص، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء

۱۵- رسالہ انسیہ: (فارسی متن وترجمہ اُردو) تصنیف: مولانا یعقوب چرخیؒ، تصحیح وترجمہ تعلیقات: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان: ڈیرہ اسماعیل خان، موسیٰ زئی شریف، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، مکتبہ سراجیہ، ۱۱۲ص، ۱۹۸۳ء

۱۶- سہ رسائل حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ (۱-شرح اسماء الحسنیٰ، ۲- حورائیہ، ۳- طریقہ ختم احزاب)، تحقیق وترجمہ: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، میاں اخلاق احمد اکیڈمی ۶۷ص، ۱۹۹۵ء

۱۷- شاہد کے نام: (اردو) تصنیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: راولپنڈی، مصنف، ۳۲ص، اکتوبر ۱۹۷۷ء

۱۸- شرح دیباچہ مثنوی مولانا رومؒ (المعروف رسالہ نائیہ)، تصنیف: حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ ومقدمہ وحواشی: محمد نذیر رانجھا، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز ۱۰۶ص، ۲۰۰۳ء

۱۹- شرح مثنوی معنوی: (فارسی۔ دو جلدیں) شارح: شاہ داعی الی اللہ شیرازی، تصحیح وپیش گفتار: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، جلد اوّل: ۱۴۷+جلد دوّم: ۶۰۰ص، ۱۹۸۵ء

۲۰- فہرست نسخہ ہائے خطی قرآن مجید کتاب خانہ گنج بخش (فارسی) تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، ۴۰۵ص، ۱۹۹۳ء

۲۱- قدیم عدالتی اردو زبان: (اردو) تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۳ص، ۱۹۹۰ء

۲۲- کتاب دوست شمارہ ۱ (اُردو): فہرست نسخہ ہائے خطی عربی و فارسی و اردو کتاب خانہ پروفیسر منظور الحق صدیقی، راولپنڈی، تالیف و ترتیب و معاون مدیر: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، نیشنل ہجرہ کونسل، ۸۴+۱۲ص، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

۲۳- کتاب دوست شمارہ ۲ (اردو): فہرست نسخہ ہائے خطی و فارسی و اردو پنجابی کتب خانہ ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری (گجرات)، ترتیب و معاون مدیر: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، نیشنل ہجرہ کونسل، ۱۰۸+۴۴ص، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

۲۴- کنز العلوم والعمل (احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اردو ترجمہ): محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، عتیق پبلشنگ ہاؤس، ۱۴۶ص، ۱۹۹۴ء

۲۵- لمحات من نفحات القدس (فارسی): تصنیف: محمد عالم صدیقی، پیش گفتار و فہارس: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان ۶۶۶ص، ۱۹۸۶ء

۲۶- مجموعہ فوائد عثمانیہ: ملفوظات، مکتوبات و معمولات حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ (اردو) تصنیف: سید اکبر علی دہلویؒ، ترجمہ و تحقیق: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، ۳۷۶ص، ۲۰۰۵ء

۲۷- نسایم گلشن راز (فارسی): شارح: شاہ داعی الی اللہ شیرازی، تصحیح و پیشگفتار: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۴۲۸ص، ۱۹۸۳ء

۲۸- نئے چراغ: (اردو، نثر و نظم) تصنیف و ترجمہ: محمد نذیر رانجھا، باشتراک سید عارف نوشاہی، ناشر: راولپنڈی، مصنفین، ۶۴ص، ستمبر ۱۹۷۴ء

۲۹- یادوں کے مینار: (اردو، شعر) سرودہ: محمد نذیر رانجھا، باشتراک: سید عارف نوشاہی، ناشر: راولپنڈی، سرایندگان، ۶۴ص، اکتوبر ۱۹۷۴ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ زَیَّنَ السَّمَاءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ وَجَعَلَھَا رُجُوۡمًا لِّلشَّیَاطِیۡنَ وَزَیَّنَ الۡاَرۡضَ بِالرُّسُلِ وَالۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡاَوۡلِیَاءِ وَالۡعُلَمَاءِ وَجَعَلَھُمۡ حُجَجًا وَّبَرَاھِیۡنَ، یَرۡفَعُ بِھِمُ الظُّلُمَاتِ وَالشُّکُوۡکَ مِنَ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَتۡبَاعِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی اَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا وَاَسۡلَافِنَا وَاَوۡلَادِنَا وَاَصۡحَابِنَا وَجَمِیۡعِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ. اَمَّا بَعۡد

ارشادِ الٰہی ہے:

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ، یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ، وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ.

خوشا روزِ اوّل زندگانی کہ جب قاصد غیبی کی راہنمائی اور مدد اس ننگ جہاں کے شامل حال ہوئی اور اس نے اوائل جولائی ۱۹۶۹ء کی ایک سنہری ظہر کو اپنے مشفق و محسن (جن کے احسان کا بدلہ حقیر کبھی ادا نہیں کر سکتا) جناب صوفی شان احمد بھلوانہ (م بروز منگل ۲۱ را کتوبر ۱۹۹۷ء)، اللہ کریم انھیں غریق رحمت فرمائے، برادر گرامی محترم صوفی احمد یار بھلوانہ، ساکن پرانا بھلوال، ضلع سرگودھا کی معیت میں خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ (کندیاں ضلع میانوالی) کی مسند ارشاد کے آفتاب عالم تاب و مہتاب ضیاء بار، مرشد کامل و مکمل و شیخ اکمل و اجل خواجہ خواجگان، شیخ المشائخ، مخدوم زماں سیدنا و مرشدنا و مخدومنا حضرت مولانا ابو الخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کی مبارک زیارت کا شرف پایا اور خوشا روزِ دوّم زندگانی کہ جس (دوسری) صبح فضل الٰہی نے یاری کاری فرمائی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی سلک تابدار کے

درشاہوار اور زنجیرہ روحانی کے اس عروۃ الوثقیٰ کے دست مبارک پر بیعت ہونے کی سعادت عظمیٰ ارزانی ہوگئی اور اس شہنشاہ سلطنت روحانیت کے غلاموں اور عقید تمندوں کی صف میں شمولیت نصیب ہوگئی:

تو نقش نقشبنداں را چہ دانی — تو شکل و پیکر جاں را چہ دانی
گیاہ سبز داند قدر باراں — تو خشکی قدر باراں چہ دانی

پس بفضل ربی تصوف اور صوفیائے کرام کی ہر علامت اور نشانی اس حقیر کے لیے قبلہ جاں اور جذبہ ایماں بن گئی۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا:

بوستان گل ز فیض جا ریش گل گل شگفت
حکم او بر قلب چون آب روان عالم ست

اللہ کریم اس نسبت پاک کے ساتھ زندگی، موت اور حشر ارزانی فرمائے۔ آمین، ثم آمین، ثم آمین:

کملت مسافۃ کعبۃ الآمال
حمداً لمن قد منّ بالاکمال

جولائی ۲۰۰۳ء میں تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ فگن ہوئی۔ کیونکہ مرشد کامل و مکمل کی دعاؤں اور فیض عالیہ کا ثمرہ تھی۔ ہر سو قبولیت و تبریک کے زمزمے بلند ہو گئے۔ زبانی اور کتبی شہادتوں کے علاوہ رب کریم نے اپنی کرم نوازی کے طفیل بے پناہ روحانی آسودگی عطا فرمائی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

۲۳ راگست ۲۰۰۳ء کی حسین و سرمگین شب ایک روح پرور خواب کا دریچہ زیبا و دلکشا کھلا، چشم باطن وا ہوئی، خواجہ خواجگان مخدوم زماں سیدنا و مرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کو ایک جگہ تشریف فرما پایا۔

آپ نے تہمند مبارک زیب تن فرما رکھا تھا اور سر پر پگڑی اور جسم مبارک پر قمیض نہیں

تھی۔ اس حقیر سراپا تقصیر نے خود کو ایک تین چار سال کے بچے کی مانند دیکھا، جو حضرت اقدس کے سینہ سے چمٹا ہوں اور آپکے مبارک سینہ پر، مقام دل کی جگہ اور گاہ مبارک کندھے پر بچوں کی طرح تھپکیاں مار رہا ہوں، بالکل یوں جیسے کوئی بچہ اپنے باپ دادا یا کسی بزرگ سے کھیل رہا ہو یا لاڈ پیار سے دل بہلا رہا ہو۔

نیز خوشی سے چلا چلا کر کہہ رہا ہوں: ”میرے حضرت، میرے حضرت، میرے پیارے حضرت“ اور حضرت اقدس بسط اللہ ظلہم العالی شفیق و مہربان باپ دادا یا بزرگ کی طرح مسکرا رہے ہیں اور آپ کا رخ انور کھل رہا ہے اور پھر آپ یوں قہقہہ لگاتے ہیں کہ آپ کے دندان مبارک سچے موتیوں کی طرح دمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ پھر آپ اس حقیر کی طرف شفقت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اس ناکارہ جہاں کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ لیتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ بعد ازاں چشم تن کھل جاتی ہے:

لطف نماند کان صنم خوش لقا نکرد
ما را چہ جرم گر کرمش باشما نکرد

پھر تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کی تالیف و تدوین کا مرحلہ مکمل ہوا۔ ۱۹ ستمبر ۲۰۰۴ء کو بعد از ظہر حقیر ستانے کے لیے اپنے گھر میں لیٹا تو آنکھ لگ گئی۔ خواب میں خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے شیخ و مرشد عالی حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) کے پوتے حضرت خواجہ مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء) کی زیارت نصیب ہوئی۔ یہ حقیر پر تقصیر املا بول رہا ہے اور حضرت صاحب اپنے مبارک ہاتھ سے ایک کاپی یا رجسٹر پر تحریر فرما رہے ہیں اور یہ عبارت خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف کے بارے میں ہے۔ ایک صفحہ کی چند سطروں کو حقیر پڑھ رہا ہے جن میں سے ایک فقرہ یاد ہے کہ ”خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف علاقہ دامان میں واقع ہے۔“ واللہ اعلم اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

اسی طرح ۳۰ ر اکتوبر ۲۰۰۴ء کو رات خواب میں سید الاتقیاء حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء) کے پڑپوتے حضرت خواجہ مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء) کی زیارت ہوئی کہ آپ انتہائی مسرور ہیں اور بڑی شفقت اور عنایت آمیز نگاہوں سے حقیر کی طرف مسکراتے ہوئے توجہ فرما رہے ہیں۔ زبان مبارک سے کچھ فرماتے ہیں جواب صحیح یاد نہیں، لیکن یہ یاد ہے کہ آپ تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف کی تالیف وتدوین پر داد تحسین فرما رہے تھے۔ واللہ اعلم:

ہرگز در بیش و کم نمی باید زد از حد قدم بیرون نمی باید زد
عالم ہمہ مراءت جمال ازلی است می باید دید دم نمی باید زد

اس مسکین کی دلی تمنا ہے کہ بتوفیق الٰہی وبشرط زندگی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے تمام سلاطین عارفین کی مبارک زندگیوں کا ہر روشن نقش اور ان کی عقیدت ومحبت کا ہر مبارک نشان محفوظ کیا جائے۔ لہٰذا اس جذبہ کے تحت رحمت حق کا امیدوار بن کر اوّل تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ (کندیاں، ضلع میانوالی) مرتب کی جو ۲۰۰۳ء میں چھپی۔ رب کریم کے لطف وکرم کے طفیل اس سلسلے کی دوسری کتاب تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف تالیف ہوئی جو ۲۰۰۵ء میں منصۂ شہود پر آ گئی۔

بعد ازاں اس سلسلے کی تیسری کتاب تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ دہلی شریف کی تالیف وترتیب کا آغاز ہوا جس میں حضرات کرام نقشبندیہ کے شجرہ مبارک کی ترتیب سے حضرت خواجہ سیف الدین مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء)، حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۵ھ/ ۱۷۲۳ء)، حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ء/ ۱۷۸۱ء) اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے احوال ومناقب کو مدون کیا گیا اور تمام حضرات کرام کے احوال ومناقب میں ان کی اولاد امجاد اور خلفائے عظام کا ذکر خیر بھی شامل ہے، جس کی بدولت کتاب کی ضخامت وعظمت دوچند ہو گئی ہے اور اس میں بیسیوں روحانی شخصیات کے احوال ومناقب جمع ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ شریف کی روحانیت آمیز فضاؤں میں باطنی پرورش پائی۔

کتاب کی تدوین وترتیب میں مقدور بھر کوشش کی گئی ہے کہ ایک ایسا مستند ذخیرہ فاخرہ جمع کیا جائے جس میں اسلام کی روحانی عظمت وللّٰہیت جو سراسر کتاب وسنت کے انوار و

برکات سے مزین و منور ہے، کا سنہری پہلو نمایاں ہوتا کہ برصغیر پاک و ہند کی خانقاہی تاریخ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے حضرات کرام کے احوال و آثار کے ساتھ ساتھ، اس خطے میں دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے ان کی عظیم مساعی اور اعلیٰ و ارفع قربانیاں بھی سامنے آ جائیں۔

کتاب کی تدوین و ترتیب میں مشکل مرحلہ مآخذ و منابع تک رسائی تھی، سو حقیر نے مرشد کامل و مکمل و شیخ اکمل و اجل، خواجہ خواجگان، مخدوم زماں سیدنا و مرشدنا و مخدومنا حضرت خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کی خدمت اقدس میں دعا کے لیے التماس کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''کوشش جاری رکھو، الٰہی بھلی کرے گا۔'' بس کریم مولیٰ نے ایسا بھلا کیا کہ مسدود راہیں کھول دیں اور دل و دماغ پر پڑی گرہیں کشادہ فرما دیں۔ آخر شوال المکرم ۱۴۲۴ھ/ دسمبر ۲۰۰۳ء سے اس کی تدوین و ترتیب کا آغاز کیا اور بیسیوں دفتری اور سینکڑوں خانگی جھمیلوں کے باوجود آج بفضل ربی مسودہ مکمل ہو گیا ہے۔ وَمِنَ اللّٰہِ التَّوفِیق وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

مواد کی فراہمی کے سلسلہ میں محترم جناب محبوب احمد بھٹی زاد لطفہ (محلّہ بھٹیاں والہ، کروڑ لعل عیسن، ضلع لیہ) کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے کمال محبت سے مکتوبات سیفیہ حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، معمولات مظہریہ (مترجم اردو) کے علاوہ بعض دوسرے رسائل عنایت فرمائے، اسی طرح محترم جناب راجہ نور محمد نظامی (بھوئی گاڑ، ضلع اٹک) کی معاونت کام آئی، جنھوں نے حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے بعض صفحات مختلف کتب سے فوٹو کرا کے بھجوائے۔ اللہ کریم ان دونوں محسنوں کو اجر عطا فرمائے گا۔

بندہ محترم و مکرم جناب محمد ریاض درانی زاد لطفہ کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے کمال محبت و مہربانی سے ناچیز کے مسودات کی اشاعت فرمائی۔ ہر کتاب کی طباعت میں ان کی حضرات کرام نقشبندیہ مجددیہ سے گہری محبت و عقیدت کی شہادت نمایاں ہے۔ اللہ کریم انھیں مع اہل و عیال اپنی حفظ و امان میں رکھے اور نیک مقاصد میں کامیاب و کامران فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

آخر میں اللہ کریم کی درگاہ معلیٰ میں التجا ہے کہ وہ اپنے کرم و فضل کے طفیل حقیر کی اس کوشش کو قبول و منظور فرمائے اور اسے سلسلہ عالیہ کے وابستگان، اولیاء و عرفاء کے محبین عرفانی ادب کے شائقین اور اسلامی تاریخ کے قارئین کے لیے یکساں فیض رساں اور نفع بخش بنائے اور اس پر تقصیر کے لیے اسے ذریعہ سعادت دارین اور صدقہ جاریہ بنائے، آمین، آمین، آمین۔

اپنے کریم رب کی درگاہ معلیٰ میں التجا ہے کہ اے کریم ہر حال اور ہر آن اپنا کرم اس روسیاہ کے شامل حال فرما، زندگی کے مصائب، موت کی تلخیوں، قبر کی تنگی اور آخرت کے ہول کا خاتمہ تیرے ہی فضل سے ممکن ہے۔ بس اے کریم وارحم الراحمین تیرے کرم و رحمت اور تیرے رحمۃ للعٰلمین اور شفیع المذنبین پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ کا آسرا ہے، اپنی رحمت وکرم کے صدقے یہ نصیب فرمانا:

یا رب تو کریمی و رسولؐ تو کریم
صد شکر کہ ہستم میان دو کریم

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّبَنُوْنَ، اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ.

خاک پائے اولیائے عظام
احقر محمد نذیر رانجھا غفر ذنوبہ وستر عیوبہ
۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ/ ۱۲/ اپریل ۲۰۰۵ء
۱۳۱ غازی آباد، کمال آباد راولپنڈی کینٹ

وصل اوّل:

مختصر تعارف خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ دہلی شریف

دہلی شریف کی روحانیت آمیز فضاؤں میں خانقاہ مظہریہ شریف کا بہت ہی پیارا اور بہت ہی زیادہ حصہ ہے، اس روح پرور اور خدا رساں درگاہ کی مسند ارشاد کی رونقوں کا آغاز تو محی السنہ حضرت خواجہ سیف الدین مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ء/ ۱۶۸۵ء) کے اوائل ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۵ء میں دہلی شریف قدم رنجہ فرمانے ہی سے ہو گیا تھا، جنہوں نے اپنے والد گرامی عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے حکم سے دارالسلطنت دہلی شریف میں طرح اقامت ڈالی۔ گویا آپ کے مبارک ہاتھوں اس مرجع عالم خانقاہ کی بنیاد پڑی۔ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے خلیفہ ارشد و ارجمند حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۵ھ/ ۱۷۲۳ء) نے ان کی جگہ کو آباد کیا اور ان کی خانقاہ شریف کو دین مبین اسلام اور سنت مطہرہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منور و تاباں رکھا۔ بعد ازاں مظہر انوار الٰہی، مصدر آثار حضور و آگاہی اور قیم طریقہ احمدیہ و محی سنن نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، فرید العصر و شمس الدین حبیب اللہ حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) نے اس مسند ارشاد کو زینت بخشی لیکن ان کے سلسلہ عالیہ بلکہ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی عالمگیر اشاعت ان کے خلیفہ ارشد مظہر کمالات خفی و جلی حضرت شاہ عبداللہ المشتہر بہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے مقدر میں تھی، جو تیرہویں صدی ہجری میں سلوک الی اللہ اور تزکیہ و احسان کے مجدد تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و جانشین حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) اور ان کے بعد ان کے فرزند گرامی و خلیفہ ارشد حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء) کے انفاس قدسیہ کے دم قدم سے تا عرصہ دراز سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا فیض بیکراں اس خانقاہ شریف سے آفتاب و ماہتاب کی کرنوں کی

مانند پھوٹا، جس سے نہ صرف برصغیر پاک و ہند کا قریہ قریہ جگمگا اٹھا، بلکہ افغانستان، بلخ و بخارا، ایران، ترکی اور عربستان کے کئی شہر اور علاقے بھی اس سے منور و تاباں ہو گئے۔

بانی خانقاہ شریف کا مقام و مرتبہ

حضرت مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تیس پینتیس برس تک اپنے انفاس قدسیہ سے راہروان جادہ حق و طالبان حق کے قلب و اذہان کو گرم و منور رکھا اور دہلی شریف میں خدا طلبی، معرفت الٰہی اور عشق حقیقی کے مشتاقین کا جم غفیر پروانہ وار آپ کی خانقاہ پر جمع رہا۔

آپ کی ذات ستودہ صفات اور طریقت کو شریعت کا دمساز بنانے کی وجہ سے خانقاہ مظہریہ کی شہرت چار دانگ عالم میں ہر سو مثل خوشبو پھیل گئی۔ خستگان راہ طوبیٰ اور آشفتہ دلان بادہ الست ہر طرف سے ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے۔ آپ قیم طریقہ احمدیہ (نقشبندیہ مجددیہ) اور داعی سنن نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قرار پائے۔[1]

عظیم روحانی و اخلاقی اقدار کی حفاظت و پاسبانی

دوسرے صوفیائے عظام کی مانند حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے بھی طالبان حق کے رشد و ہدایت کے لیے ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی جس کے فیوض و برکات اور انوار نے نہ صرف پاکستان و ہند بلکہ وسط ایشیا اور عربستان تک کو منور و تاباں کیا۔ پاکستان و ہند کے خانقاہی نظام اور نقشبندیہ مجددیہ مشائخ کے طرز رشد و ہدایت میں خانقاہ مظہریہ شریف کو ایک اہم و ممتاز مقام حاصل ہے۔ اس زمانے کے پر آشوب سیاسی ماحول سے اس خانقاہ پاک نے عظیم اسلامی روحانی و اخلاقی اقدار کی حفاظت و پاسبانی کے لیے بے پناہ خدمات انجام دی ہیں اور انتہائی ابتری کے دور میں کسی ''سرکاری مدد معاش'' کے بغیر اس دھوم دھام اور کامیابی و کامرانی کے ساتھ اپنے مشن و مقصد پر رواں دواں رہی کہ دنیا والے حیران رہے۔ یہ چیز یقیناً حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بلند خلوص، جذبہ ایمان و ایقان اور توکل بر ذات خدا کی واضح مثال اور بین ثبوت ہے۔

آثار نقشِ اوّل (۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء-۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء)

ابتدا میں اس خانقاہ پاک کی نوعیت کیا تھی؟ اس کی تفصیل معاصر کتب میں نہیں ملتی، البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان مقاصد کے لیے کوئی مختصر عمارت ضرور مخصوص تھی۔ ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء میں اپنے خودنوشت حالات میں آپ نے تحریر فرمایا ہے:

''تقریباً بیس سال کی عمر میں فقر کی گدائی اختیار کر کے اپنے اوقات کو مدرسہ اور خانقاہ کی خدمت میں صرف کیا۔[۲]

محلّہ ''امام'' جو جامع مسجد (دہلی شریف) کے مقابل تھا، آپ اس میں رہتے تھے۔''[۳]

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی خدمات اور خانقاہ مظہریہ شریف کے واردین و وابستگان کی کثرت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''ہزاروں لوگ آپ سے طریقہ کی تعلیم حاصل کر کے دائمی ذکر خدا میں مشغول ہوئے۔ تقریباً دو سو افراد تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے راہ خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔

پچاس افراد صرف انبالہ سے مقامات احمدیہ (نقشبندیہ مجددیہ) کی نہایت کو پہنچ کر ارباب طریقت کے پیشوا بنے۔''[۴]

زمانہ پیری اور ضعف میں بھی مرید نوازی اور طالبان حق کو ہمت و توجہ دینے کی یہ شہادت ملتی ہے:

''پیری اور ضعیفی حد سے زیادہ ہے اور اب بھی تقریباً سو آدمیوں کو دونوں وقت توجہ دی جاتی ہے۔''[۵]

اس طرح آپ کی مرجع الخلائق شخصیت آغاز ارشاد سے لے کر اپنی شہادت (۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) تک تبلیغ و ارشاد، تعلیم سلوک اور حاجت مندوں کی دستگیری فرماتی رہی۔

آپ اپنے بعد ایسے تربیت یافتہ خلفائے عظام کو چھوڑ گئے جنہوں نے اس نہایت پرخطر دور میں ہندوستان اور عالم اسلام میں دین اور تبلیغ دین کا بیڑا اٹھائے رکھا اور انہوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات سے طالبان حق کو مالا مال فرمایا۔

تاسیس و تعمیر خانقاہ مظہریہ شریف

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک سے پہلے آپ کی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ اپنی ''تجہیز و تکفین اور تدفین'' کا معاملہ ان کے سپرد فرما دیں۔ آپ کے مریدوں اور خلفائے عظام کو اس کا علم تھا، چنانچہ آپ کے سفر آخرت کے بعد حضرت بی بی صاحبہؒ کی خوشی کے لیے آپ کو ''حویلی بی بی صاحبہ'' (اہلیہ محترمہ حضرت مظہرؒ) جو کہ چتلی قبر کے متصل تھی، میں دفن کر دیا گیا۔[٦]

آپ کی اہلیہ محترمہؒ نے یہ حویلی خریدی تھی، جس میں آپ کو دفن کیا گیا۔ بعد ازاں آپ کی اہلیہ محترمہؒ نے (گویا ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء) میں ایک دوسری حویلی خریدی۔ انہوں نے اس حویلی کو بھی آپ کے مزار اور مخلصین کے قیام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے دونوں حویلیوں کا وقف نامہ باقاعدہ تحریری صورت میں تیار کروایا تھا اور اس پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) کی مہریں ثبت کرائی گئی تھیں جس پر حضرت مولانا نعیم اللہ بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/۰۴-۱۸۰۳ء) نے بطور گواہ دستخط کیے تھے۔ چتلی قبر کی موجودہ خانقاہ اصلاً حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے زمانہ میں قائم ہوئی جنہوں نے اس مکان کو جس میں حضرت میرزا مظہرؒ کی تدفین ہوئی تھی، خرید کر مسجد اور خانقاہ تعمیر کی۔

۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء میں خانقاہ سے ملحقہ ایک اور دکان بھی خرید کر اس خانقاہ میں توسیع کر دی گئی۔ آپ کی یہ خانقاہ دہلی شریف میں شارع عام سے مشرق کی طرف بانوے فٹ پر ہے۔ خانقاہ کا دروازہ سڑک پر ہی کھلتا ہے۔ بعد ازاں مختلف اوقات میں سجادہ نشین حضرات اس خانقاہ کی عمارت میں توسیع کرتے رہے ہیں۔

آپ کا مزار مبارک جس چبوترے پر ہے، اسی پر آپ کے ساتھ سلسلہ نقشبندیہ کی تین اور عظیم ہستیاں بھی محو استراحت ہیں، یعنی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء)، حضرت شاہ ابو سعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۵ء) اور حضرت شاہ ابوالخیر مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء)۔

سراپا نقش ثانی (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء-۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء)

آپ کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس خانقاہ پاک کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنے وصال مبارک (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات سے لوگوں کو مالا مال کرتے رہے۔ ان کے وصال مبارک کے بعد حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ ان کے جانشین و خلیفہ قرار پائے اور وہ اپنے وصال مبارک (۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) تک اس خانقاہ پاک کی مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ بعد ازاں ان کے گرامی قدر صاحبزادے و خلیفہ و جانشین حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء) اس خانقاہ پاک کی مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے جو چوبیس برس تک یہاں طالبان حق اور سالکان راہ طریقت کی تعلیم و تربیت فرماتے رہے اور انھیں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی منازل و مقامات طے کراتے رہے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد جو حوادث رونما ہوئے ان کے پیش نظر بہت سے دوسرے علماء کی مانند آپ کو بھی حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ اس لیے محرم ۱۲۷۴ھ/ اگست-ستمبر ۱۸۵۷ء کی ایک رات نماز عشاء کے بعد آپ نے دہلی شریف سے کوچ فرمایا۔

اس سفر میں آپ مع اہل و عیال اور احباب اپنے خلیفہ نامدار حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۸ء) کے پاس ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۷۴ھ/ ۲۸ نومبر ۱۸۵۷ء کے چند روز بعد موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ وہاں قیام فرمانے کے بعد جب جمادی الثانی ۱۲۷۴ھ/ جنوری ۱۸۵۸ء کو عازم حرمین الشریفین ہوئے تو آپ نے اپنے مریدین اور خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف کی تولیت حضرت حاجی دوست

محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمائی اور اس ضمن میں اپنے مبارک ہاتھ سے تحریر لکھ کر انھیں عنایت فرمائی جس میں حضرت حاجی صاحبؒ کو اپنی ضمنیت کا شرف بخش کر خانقاہ دہلی شریف کے مکانات اور تسبیح خانہ بھی عنایت فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے ایک خلیفہ حضرت مولوی رحیم بخش اجمیری ہرصوریؒ (م ۱۲۸۳ھ/ ۶۷-۱۸۶۶ء) کو حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں اپنا قائم مقام بنا کر خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف روانہ کر دیا جو اپنے وصال تک یہ ذمہ داری نبھاتے رہے۔

دورِ سوّم (۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء-۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء)

پھر حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال مبارک (۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۸ء) سے پہلے اپنی تینوں خانقاہیں یعنی خانقاہ مظہریہ دہلی شریف، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف اور خانقاہ غنڈال شریف، قندھار اپنے خلیفہ حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء) کے سپرد کر دی تھیں اور حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم مقام حضرت مولوی رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ بھی رحلت فرما چکے تھے۔ لہٰذا حضرت شاہ ابوالخیر مجددی (بن حضرت شیخ محمود عمرؒ بن حضرت شاہ احمد سعیدؒ) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس سلسلے میں مراسلت کی اور حجاز مقدس سے دہلی شریف واپس آ کر انہوں نے پھر حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ سے خط و کتابت کی کہ خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف ان کے سپرد کر دی جائے۔ اس طرح حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۶ء میں دہلی شریف پہنچے اور خانقاہ مظہریہ شریف حضرت شاہ ابوالخیر مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرما دی۔ حضرت شاہ ابوالخیرؒ اپنے وصال مبارک ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء تک اس خانقاہ کی مسند ارشاد پر تشریف فرما رہے اور ان کے وصال مبارک کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقیؒ (م ۱۹۹۳ء) خانقاہ مظہریہ کے سجادہ نشین قرار پائے۔ [۷]

حواشی مقدمہ

(۱) ابو الحسن ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت و عزیمت، کراچی: مجلس نشریات اسلام (۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء)، ۴: ۳۶۶/مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکاتیب (شامل کلمات طیبات)، دہلی: مطبع مجتبائی، ۱۳۰۹ھ، مکتوب ۴،۳، ص ۱۶۴-۱۶۵۔

(۲) خوشگو، بندر داس/ عطاء الرحمٰن کاکوی (مرتب): سفینہ خوشگو، پٹنہ، ۱۹۵۹ء، ص ۳۰۲/غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء، ص ۱۵۶ (مقدمہ)۔

(۳) سرور، میر محمد خان بہادر/ احمد فاروقی، خواجہ (مرتب): عمدہ منتخبہ (تذکرہ شعراء)، دہلی: دہلی یونیورسٹی، ۱۹۶۱ء، ص ۵۵۲،

(۴) غلام علی دہلویؒ، شاہ/محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۳۱۲، نیز ص ۱۵۷ (مقدمہ)

(۵) مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکاتیب (شامل کلمات طیبات)، ۵۷/ ۵۵

(۶) زید، ابو الحسن فاروقی: مقامات خیر، دہلی: ۱۳۹۲ھ، ص ۲۰۱-۲۰۲/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت و عزیمت، ۴: ۳۶۳ (حاشیہ)۔

(۷) غلام علی دہلویؒ، شاہ/محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۱۶۰، ۱۶۶، ۱۶۸/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۳/ زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر، ص ۱۹۹-۲۰۰۔

باب اوّل:

احوال ومناقب

قطب العارفین واصل مرتبہ حق الیقین

محی السنہ حضرتِ خواجہ سیف الدین مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء-۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء)



من کیستم کہ با تو دم بندگی زنم

چندین سگان کوئے تو یک کمترین منم

گل از خود رفت و سرو از جا شد و قمری بجوش آمد

تو کر دی در چمن تا جلوۂ یک ہنگامہ برپا شد

تو مرا دل دہ و دلیری بین

روبہی خویش خوان و شیری بین

بہ مقبولی کسی را دسترس نیست

قبول خاطر اندر دست کس نیست

او ز سیف الدین محمد مقتداء

یافت سوئے این سعادت اہتداء

محی السنہ حضرت خواجہ سیف الدین مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کے گھر سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ یوم ولادت، وصال اور ظہور کی سعادت و کرامت کی بشارت نصیب ہوئی۔ خداداد صلاحیت، استعداد اور فطرت کی سلیمی نے، بچپن، لڑکپن اور جوانی کو چار چاند لگا دیے۔ گھر کے پاکیزہ اور روحانی ماحول میں تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا، حفظ قرآن کے بعد کتب متداولہ کی تحصیل سے فراغت پائی۔ اس کے ساتھ روحانی فیوض و برکات کے کسب واخذ کا یہ عالم تھا کہ گیارہ برس کی عمر ہی میں اپنے والد گرامی سے ولایت کے اعلیٰ درجہ ''فناء قلب'' اور ''ولایت صغریٰ'' کی بشارت پائی۔

سلطان وقت اورنگ زیب عالمگیر (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا عقید تمند تھا، اس نے حضرت خواجہؒ سے التماس کی کہ امور سلطنت کی انجام دہی کی وجہ سے حاضر خدمت ہونے سے قاصر ہوں، ازراہِ نوازش اپنے مخدوم زادوں یا خلفاء میں سے کسی کو بھیج دیں، تاکہ مستفیض ہوسکوں۔ حضرت خواجہ کی نگاہ انتخاب نے حضرت محی السنہؒ ہی کو منتخب فرمایا اور بادشاہ کی روحانی آسودگی و تربیت کے لیے آپ کو شاہجہان آباد روانہ فرما دیا۔ اورنگ زیب اپنے لشکر کے ہمراہ شہر سے باہر تھا کہ آپ نے شاہجہان آباد میں قدم رنجہ فرمایا۔ اہل شہر نے آپ کا پرجوش استقبال کیا اور بڑی عقیدت و محبت سے بیشمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ستائیس برس تھی۔ بادشاہ نے واپسی پر آپ کی خبر پائی تو بہت مسرور ہوا، اپنے ارکان سلطنت کے ہمراہ آپ کا استقبال کیا، نہایت عقیدت و

احترام سے آپ کو شاہی قلعہ میں لے گیا۔ جہاں آپ کے انفاس قدسیہ سے قلعہ کی ریگ وگل، شجر وحجر اور اس کے باسیوں کے تن ومن میں محبت وعقیدت خداوندی کے نغمے پھوٹ پڑے۔ آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے شیدائی تھے لہٰذا اعلائے کلمہ حق کا آغاز روز اوّل سے شروع فرمایا۔ بادشاہ، حکام اور خدام سبھی یوں متاثر ہوئے کہ انہوں نے آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوکر قرار پایا۔ یوں دہلی شریف کے خاص وعام آپ کے محبّ ووالہ بن گئے۔ بادشاہ وقت شرعی اور روحانی امور میں آپ کے ہر حکم کو بسر وچشم تسلیم کرتا تھا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے بادشاہ نے تمام غیر شرعی کام ملک بھر میں بند کرانے کا حکم جاری کر دیا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ معصومؒ نے آپ کو محتسب الامۃ کا خطاب دیا۔

آپ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد سرہند شریف کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے تو رشد وہدایت کی باد بہاری یوں چلی کہ ہزاروں طالبان حق آپ سے فیضیاب ہوکر کامل ومکمل بن گئے۔ قبولیت عامہ اور رجوع عام کا یہ عالم تھا کہ کم از کم چار سو طالبین ہر وقت آپ کی خانقاہ شریف پر موجود رہتے تھے جو روحانی نعمتوں اور عنایتوں کے ساتھ ساتھ بود وباش اور خورد ونوش کی آسائشوں سے بھی سرفراز ہوتے تھے، اس باب میں انہی برگزیدہ اور بلند درجات شیخ ومرشد اور آپ کے بعض خلفائے عظام کے احوال ومناقب پیش کیے جا رہے ہیں۔

فصل اوّل:

ولادت باسعادت تا تحصیل علوم ظاہری و باطنی

ولادت باسعادت:

آپ عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) بن حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے ہاں ۱۰۴۹ھ/ ۱۶۳۹ء میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے عم مکرم خازن الرحمۃ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۰ء) نے (خواب میں) دیکھا کہ آپ کی ولادت کے وقت کوئی فرشتہ یہ آیت پڑھ رہا ہے:

سَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (سورہ مریم ۱۵):

یعنی جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ وفات پائیں گے اور جس (قیامت میں) زندہ کر کے اٹھائیں گے، ان پر سلام اور رحمت ہے۔[1]

تعلیم و تربیت:

آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا، دماغ سنجیدہ، طبیعت سلیس، صلاحیت اور استعداد نہایت اعلیٰ، فطرت نہایت سلیم تھی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے گھریلو پاکیزہ ماحول میں ہوئی، جب ہوش سنبھالا تو مکتب میں بٹھایا گیا۔ جلد ہی قرآن کریم حفظ کر لیا اور بعد ازاں تھوڑی مدت میں ہی کتب متداولہ کی تحصیل سے فراغت پائی۔

علوم باطنی کی تحصیل:

آپ نے بچپن ہی سے باطنی فیوض و برکات بلند کمالات حاصل کرنے شروع کر دیے تھے، ابھی گیارہ سال کے تھے کہ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ

کو ولایت کے درجات میں ایک اعلیٰ درجہ ''فناء قلب اور ولایت صغریٰ'' کی بشارت دی، یہاں تک کہ آپ کے ہم عمر جو کہ آپ کے عزیز و اقارب ہی تھے اس بشارت پر رشک کرتے تھے، کیونکہ آپ کو بالغ ہونے سے پہلے ہی فناء نفس اور ولایت کبریٰ کی بشارتوں سے ممتاز کیا گیا تھا۔ آپ ظاہری و باطنی علوم، صوری و معنوی کمالات، زہد و تقویٰ اور اتباع سنت کے جامع تھے، لہٰذا آپ کے والد بزرگوار آپ کی استعداد کی بلندی دیکھ کر ہر آن آپ پر خاص عنایت اور شفقت فرماتے تھے اور آپ کے ظرف کو نہایت عمیق اور عالی شان خیال فرماتے جو افاضہء انوار کی خوب تحقیق کر سکتا تھا۔

اس طرح آپ نے عنفوان شباب ہی میں تمام کمالات حاصل کر کے ذوالجلال مولیٰ کی بارگاہ میں قبولیت پائی اور اپنے والد گرامیؒ سے مقامات و کمالات نقشبندیہ مجددیہ کے کمال درجات حاصل کر لیے تھے اور ان کی زندگی ہی میں ارشاد کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز المرام ہو گئے۔[٢]



فصل دوّم:

سلسلہ ارشاد کا آغاز

دہلی شریف روانگی

خاندان مغلیہ کے بادشاہ محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیرؒ (۱۰۲۷-۱۱۱۸ھ/ ۱۶۵۹-۱۷۰۷ء) کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان اور ان کی دعوت و مسلک سے شروع سے مناسبت تھی اور اس نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وارادت کا تعلق قائم کر لیا تھا اور وہ حضرت خواجہؒ سے باضابطہ اصلاح و تربیت کا طالب رہتا تھا، اس نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں درخواست کی کہ میں امور سلطنت میں مصروف ہونے کی وجہ سے حاضر خدمت ہونے سے قاصر ہوں، لہٰذا میری ہدایت و توجہ کے لیے اپنے گرامی قدر صاحبزادگان یا خلفائے عظام میں سے کسی کو روانہ فرمائیں، اس پر انہوں نے الہام الٰہی کے تحت بادشاہ کی تربیت کے لیے حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو شاہجہان آباد (دہلی شریف) جانے کی رخصت اور اجازت مرحمت فرمائی، گویا روحانیت کے نباض حاذق عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس صالح نوجوان اور شیخ کامل کو سلطان ہند اور شاہجہانپور کے لوگوں کی روحانی تربیت کے لیے مامور فرمایا۔ اس وقت حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تقریباً ستائیس برس تھی۔ آپ کا عہد شباب کا یہ دور محبوب بے چون و بے کیف کے عشق و محبت کی سرمستیوں سے معمور تھا اور اتباع شریعت آپ کی گھٹی میں پڑی تھی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مجاہدات ترکہ میں حاصل ہوئے تھے۔[۳]

استقبال:

شاید آپ اوائل ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۵ء میں دہلی شریف میں پہنچے۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ اور

اس کے لشکری اس وقت شہر میں موجود نہیں تھے، لیکن اہل شہر نے آپ کا پر جوش استقبال کیا اور عقیدت و محبت سے پیش آئے اور بہت سارے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ انتہائی قلیل مدت میں بیسیوں طالبان اور متلاشیان حق آپ کے نیاز مند بن کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہونے لگے۔[۴]

بے پناہ عقیدت و محبت:

دارالخلافہ میں آپ کے ارشاد کی نہایت وسعت اور شہرت ہوئی۔ بادشاہ، شہزادے، محلات شاہی کے باسی اور جملہ امیر و وزیر آپ کے ذریعے سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے اور حلقہ و مجالس میں اس قدر لوگوں کا ہجوم ہوتا کہ بیان سے باہر ہے۔

اہل شہر آپ سے بے پناہ عقیدت و محبت کرتے تھے، اس کا حال آپ کے ایک مکتوب گرامی سے ظاہر ہوتا ہے، جو آپ نے دہلی شریف پہنچنے کے بعد اپنے والد مکرم حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا:

> ''صوفی عبدالغفور جو حق خدمت بجا لاتا ہے اور ایک خاص محبت رکھتا ہے اس کے باعث اکثر مقامات میں امیدوار ہے کہ وہ معیت رکھتا ہوگا، وجود موہوب کے آثار اس میں خیال کیے جاتے ہیں......اور نئے دوستوں میں حاجی عبدالرؤف امام مسجد فتح پوری نے دوسروں سے زیادہ بلند ترقیات کی ہیں۔ بعض گوشہ نشین اور شکستہ دل طالب علموں نے جو کہ لشکریوں سے کئی درجہ بہتر ہیں، اخلاص حاصل کر لیا ہے، خاص کر حافظ عبدالجلیل لنک جو کہ اس علاقے کے مشائخ میں سے ہیں اور اہل ثروت کی ایک جماعت ان کے ساتھ سر نیاز رکھتی ہے۔ ملتفت خان وغیرہ ارادت کا خیال اور نیاز مندی رکھتے ہیں اور فقیر کے ساتھ عجب حسن ظن پیدا کیا ہے۔''[۵]

اعزاز واکرام:

اورنگ زیب عالمگیرؒ جب سفر سے واپس دہلی شریف آیا تو اسے آپ کی تشریف آوری کی خبر پہنچی، وہ بہت خوش ہوا اور اس نے اپنے ارکان سلطنت کے ہمراہ آپ کا استقبال کیا اور نہایت اعزاز واحترام کے ساتھ آپ کو قلعہ معلیٰ میں اپنے قریب ٹھہرایا، لیکن آپ نے اورنگ زیب جیسے درویش صفت بادشاہ کے محل میں رہنا پسند نہیں فرمایا، بلکہ محل کے محافظ کا گھر آپ کے قیام کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

یہی چوکیدار کی جھونپڑی تھی، جہاں اورنگ زیب منازل سلوک طے کرتا تھا، ایک بار اس نے یہی طعام حاضر کھایا اور مجلس سکوت میں شریک رہا۔[۶]

جذبہ اتباع سنت:

آپ کے مزاج میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ بدرجہ غایت تھا۔ اجرائے احکام شریعت اور رفع بدعت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔

جب آپ قلعہ میں داخل ہونے لگے تو آپ کی نظر مبارک قلعہ کے دروازے پر نصب شدہ پتھر سے بنی ہوئی ہاتھی کی مورتیوں پر پڑی، جن پر فیل بان سوار تھے۔ داراشکوہ نے اپنے دور میں یہ سنہری ہاتھی بنوائے تھے اور قلعہ کے دروازے پر رنگ برنگی تصویریں بھی بنوار کھی تھیں۔

ان مورتیوں کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ہم اس بت خانہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک ان کو ہٹا نہ دیا جائے، کیونکہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، چنانچہ بادشاہ نے شریعت حقہ کا لحاظ رکھتے ہوئے حکم دیا کہ سنگی ہاتھیوں کی دونوں مورتوں کو اتار دیا جائے۔ لہٰذا ان ہاتھیوں کو توڑ دیا گیا اور تصویروں کو تیروں سے مٹا دیا گیا۔ بعد ازاں آپ قلعہ میں داخل ہوئے۔ بادشاہ آپ کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اس ممتاز انداز سے خوش ہوا اور اس نے حضرت خواجہ سیف الدین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا۔[۷]

اعلائے کلمہ حق

آپ کے محل شاہی میں جانے اور دیواروں پر کندہ تصویروں پر اعتراض کرنے اور بادشاہ کے اسی وقت ان کو ختم کرنے کا حکم دینے کا تذکرہ تاریخ میں آتا ہے۔ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد نامدار کو اس کی اطلاع دی اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے نام ایک مکتوب گرامی میں اس پر یوں مسرت کا اظہار فرمایا:

"یہ کیسی بڑی نعمت ہے کہ شاہانہ شان وشوکت اور بادشاہی دبدبہ کے باوجود کلمہ حق قبول کیا جائے اور ایک نامراد کا کہنا موثر ہو۔"[۸]

بادشاہ کا سلسلہ عالیہ کے اسباق طے کرنا

خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ میں آثار ذکر ظاہر ہونے اور بادشاہ کے بعض منازل سلوک طے کرنے کی بھی اطلاع حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو دی اور تحریر فرمایا:

"اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ بادشاہ دین پناہ (عالمگیر) کو حضرت (آنجناب) کی خدمت میں ایک دوسری قسم کا اخلاص ہے، لطائف کا ذکر اور ذکر سلطانی (سلطان الاذکار) سے گزر کر نفی واثبات کے ذکر کے ساتھ پابند ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ بعض اوقات خطرہ مطلقاً نہیں آتا اور کبھی آتا بھی ہے تو قرار نہیں پاتا، اس وجہ سے بہت خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس سے پہلے وساوس کے ہجوم سے دل تنگ تھا اور اس نعمت کا شکر بجالاتے ہیں اور اس طریقہ عالیہ کی دوسرے طریقوں پر فضیلت بیان کرتے ہیں اور فقیر کو رخصت کرنے پر راضی نہیں ہوتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت کی غائبانہ توجہ کے امیدوار ہیں، اُمید ہے کہ مہربانی فرما کر کوئی نگاہ ان کی جانب فرمائیں گے اور کوئی امر معلوم ہو تو فقیر کے عنایت نامہ میں تحریر فرمائیں گے۔"

اورنگ زیب عالمگیرؒ صبح و شام آپ کے حلقہ میں شامل ہوتا اور مریدانہ سلوک کرتا اور توجہ باطنی حاصل کرتا تھا۔[۹]

امور نادر و عنقا

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں ایک مکتوب گرامی حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا، جس میں تحریر فرمایا:

> "آپ نے بادشاہ دین پناہ سلمہ ربہ کے احوال کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا تھا، یعنی لطائف میں ذکر کا سرایت کرنا، سلطان الاذکار و رابطہ کا حاصل ہونا، وساوس کا کم ہونا، حق بات کو قبول کرنا، بعض خلاف شرع امور کا دور ہونا اور طلب کے لوازم کا ظاہر ہونا سب واضح ہوا، اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجالایا، بادشاہوں کے طبقہ میں اس قسم کے امور نادر عنقا کا حکم رکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے میری کسی سنت کو جو مردہ ہوچکی ہو، زندہ کیا تو اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ اے اللہ! ان کے لیے توفیق و طلب شوق اور ترقی کے اعتبار سے اپنے قرب کے مراتب میں اضافہ فرما۔ دعا و توجہ سے جو کچھ کہ فقیر کا معمول ہے۔ یہ فقیر اس سے فارغ نہیں ہے اور ان (بادشاہ عالمگیر) کی ظاہری و باطنی بہتری کا طالب ہے، ان کے باطن کو اکابر کی نسبت کے ساتھ معمور پاتا ہے۔ اُمید رکھتا ہے کہ عنقریب فنائے قلب سے مشرف ہوجائیں گے، جو کہ ولایت کے درجات میں پہلا درجہ ہے اور اس معنی کو ان کے حق میں قریب الحصول پاتا ہے۔"[۱۰]

اثر صحبت اور قول مؤثر

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا مکتوب گرامی حضرت سیف الدین رحمۃ

اللہ علیہ نے بادشاہ کو دکھایا تو وہ بہت زیادہ خوش ہوا اور رب کریم کے حضور سجدہ ریز ہوا۔ بعد ازاں اس نے ایک خط حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں لکھا، جس میں اپنے باطنی احوال لکھے۔ اس کے جواب میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب گرامی بادشاہ کو تحریر فرمایا، جو درج ذیل ہے:

''آپ کا مکتوب عالی شان جو کمال عنایت و مہربانی کے ساتھ قلم عنبریں رقم سے لکھا گیا تھا خواجہ محمد شریف بخاری نے عزیز ترین زمانہ میں پہنچایا...... اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے کہ فقیر زادہ (خواجہ سیف الدین آپ کی) نظر قبولیت میں منظور ہو گیا اور اس کی صحبت کا اثر حاصل ہو گیا ہے۔ نیکی کا امر کرنا اور برائی سے روکنا جو کہ فقیر زادہ کی عادت ہے، اس پر آپ نے شکر و رضامندی کا اظہار کیا ہے، اس انعام (اظہارِ شکر) پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا اور یہ امر دعا گوئی میں اضافہ کا باعث ہوا، کیسی عجیب نعمت ہے کہ بادشاہت کی اس شان و شوکت اور سلطنت کے اس رعب کے باوجود حق بات قبولیت کے کان میں پڑے اور ایک نامراد کا قول موثر ثابت ہو (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے): پس میرے ان بندوں کو بشارت دے دو جو بات کو سنتے ہیں، پھر احسن بات کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہی لوگ عقل والے ہیں۔''[11]

جذبہ خیر خواہی

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے ایک اور خط کے جواب میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو یوں تحریر فرمایا:

''اس کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوب عالی شان نے سعید ترین زمانہ میں پرتو نزول ڈال کر (ہم) بے سروسامان فقراء کو قسم قسم کی

مسرت و شرف سے نوازا...... فقیر زادہ (خواجہ سیف الدین) کی ادائیگی خدمات اور لوازم خیر خواہی چونکہ آپ کی نظر عالی میں منظور ہو گئی ہیں، (اس لیے یہ بات) اس کے لیے سعادت کا موجب اور امتیاز کا باعث ہوئی ہے اور حق بات یہ ہے کہ فقیر زادہ جو کہ ظاہری و باطنی کمالات کا حامل ہے اور گوشہ نشینی کا اور میل جول نہ رکھنے کا عادی ہے، چند آدمیوں سے بھی میل جول کا شوق نہیں رکھتا، لیکن محض خیر خواہی نے اس بات پر (یعنی آپ کے پاس رہنے پر) آمادہ کیا ہے۔" [١٢]

فصل سوم:

جذبہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

حوض کی مچھلیوں کو تڑوا دینا

ایک روز اورنگ زیب عالمگیرؒ نے آپ کو قلعہ میں حیات بخش باغ کی سیر کی دعوت دی۔ آپ تشریف لے گئے تو باغ میں ایک حوض تھا، جس کے اندر سونے کی بنی ہوئی مچھلیاں دیکھیں، جن کی آنکھوں میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ جب تک ان مچھلیوں کو نہ توڑ دیا جائے میں اس جگہ نہیں بیٹھوں گا۔ باغ کے محافظوں نے تامل کیا لیکن بادشاہ نے کہا کہ "شیخ کی خاطر داری میں بہت نفع ہے" اور اسی وقت ان مچھلیوں کو تڑوا دیا۔

اس قسم کے بہت سے عظیم کارنامے ہیں جو آپ نے اس وقت اور دوسرے مواقع پر انجام دیے جن کی تفصیل آپ کے مکتوبات شریف میں ہے۔[۱۳]

نہ صرف اورنگ زیب عالمگیر آپ کی بہت زیادہ عزت واحترام کرتا تھا اور شرعی وروحانی امور میں آپ کے ہر حکم کو بسر و چشم تسلیم کرتا تھا بلکہ شہزادے اور حکام بھی آپ کا حکم ماننے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

شہزادے کی شادی میں خلاف شرع امور سے روکنا

شہزادہ محمد اعظم بھی کامل اخلاص کے ساتھ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہو گیا تھا۔ انہی دنوں شہزادہ محمد اعظم کی شادی دارا شکوہ کی بیٹی سے ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس مجلس میں خلاف شرع کوئی کام نہیں ہونا چاہیے، چنانچہ شہزادے نے آپ کے ارشاد مبارک کا بہت خیال رکھا اور کوئی بدعت کا کام نہ کیا، حتیٰ کہ ایک لاکھ روپیہ کے خرچ سے آتش بازی کا جو

سامان تیار ہوا تھا اسے بھی استعمال نہ کیا۔ [۱۴]

شہزادہ محمد اعظم کی شادی کے جشن کا آغاز ۲۰ رجب ۱۰۷۸ھ/ ۵ جنوری ۱۶۶۸ء کو ہوا اور ۱۰ شعبان کو مسجد میں اس کا نکاح ہوا۔ اورنگ زیب عالمگیر بھی یہاں موجود تھا۔ قاضی عبدالوہاب نے میر سید محمد قنوجی کی وکالت اور ملا عوض وجیہہ اور حضرت شیخ سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت میں خطبہ نکاح پڑھا۔ اس مجلس میں بھی غیر شرعی امور سے اجتناب برتا گیا۔ [۱۵]

محتسب الامۃ کا خطاب

آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا خاص و بلند ذوق اور حوصلہ رکھتے تھے اور اس میں ہمیشہ سرگرم عمل رہتے تھے۔ آپ کی ان مساعی جمیلہ کا اتنا اثر ہوا کہ قریب تھا کہ سرزمین ہندوستان سے بدعات کا خاتمہ ہو جائے، اسی بنا پر آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو محتسب الامۃ کا خطاب دیا تھا اور آپ کو اتباع سنت اور شریعت مطہرہ کی ترویج و اشاعت کے شغف میں غلبہ حاصل تھا۔ [۱۶]

ایک بار حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا کہ بادشاہ وقت اورنگ زیب عالمگیر کے استاد سید محمد قنوجی نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۵ء) کے مزار مبارک پر ایک مجلس برپا کر رکھی ہے، جس میں گانا بجانا، چنگ و رباب اور رقص و سماع جاری ہے۔ اس وقت شہر کے اکثر گویے وہاں حاضر تھے۔ حضرت شیخ سیف الدینؒ امر معروف کے مطابق احتساب کے لیے ہزاروں مریدوں کے ساتھ اس طرف روانہ ہوئے۔ لوگوں کے احتساب کے لیے ہر روز آپ کی سواری میں سات سو لوہے کی لاٹھیاں ہوتیں۔ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نیت سے اپنے عقیدتمندوںؓ کے ہمراہ وہاں پہنچے تو سید محمد قنوجی اس سے پہلے خبر پا کر کہ حضرت خواجہ سیف الدین آ رہے ہیں، خود اکیلے وہاں سے نکل چکے تھے، باقی اہل مجلس نے بھی جب یہ صورت حال دیکھی تو باجے گاجے چھوڑ کر ایک ایک کر کے کھسک گئے۔ پھر جب تک حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلی

شریف میں تشریف فرما رہے، کسی نے وہاں ایسی مجلس منعقد کرنے کا حوصلہ نہیں کیا۔ [۱۷]

روضۃ القیومیہ کے مصنف خواجہ محمد احسان مجددی سرہندیؒ کے بقول بعد ازاں جب تک حضرت سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے، شاہجہان آباد کے مزارات پر ایسی مجلس کبھی منعقد نہ ہونے پائی۔ حضرت شیخ صاحبؒ کی خواہش پر بادشاہ نے ایسے تمام غیر شرعی کام ملک بھر میں بند کرانے کا حکم جاری کیا۔ مخالف شرع آدمیوں کو ملک بدر کیا گیا اور جو باقی بچے وہ شرع کے پابند ہو گئے۔

دکن میں ایک امیر نے خفیہ مجلس سرود قائم کی، مگر جب ساتھیوں سے کہا کہ اگر حضرت شیخ سیف الدین کو خبر ہو گئی تو مجھے بے عزت کر کے نکال دیں گے، یہ کہہ کر گویوں کو نکال دیا۔ [۱۸]

اس کی تائید مقامات معصومی کے مصنف حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے:

> ''ان (شیخ سیف الدینؒ) کے کارناموں سے دین وملت کو طراوت ملی، بدعت اور بدعتیوں کا اسلامی ممالک سے گویا نام ونشان مٹ گیا۔''

مزید تفصیل شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) کی کتاب: عالمگیر کے مضامین (ص ۷۹-۸۳) اور ظہیر الدین فاروقی کی کتاب "Aurangzeb and his times" (ص ۱۳۴-۱۰۶) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

خود خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اورنگ زیب کے ساتھ مصاحبت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آپ کے ساتھ آشنائی کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد ترویج سنت و توہین اہل بدعت ہے اور یہ کام اس زمانے میں بادشاہوں کی معاونت کے بغیر محال ہے۔ ایک اور مکتوب گرامی میں آپ نے بادشاہ کو لکھا ہے کہ آپ کے ساتھ آشنائی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد معاشرے سے ظلم کو ختم کروانا ہے۔ [۱۹]

فصل چہارم:

ترویج واشاعت سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

وقار و تمکنت:

آپ نہایت قوی التاثیر، صاحب جذب وتصرف تھے، لوگ ایک اضطراب واستغراق کی حالت میں آپ کی خانقاہ میں پڑے رہتے تھے اور آپ بڑے دبدبہ اور عظمت کے شیخ تھے، سلاطین وامراء آپ کی مجلس میں مؤدب کھڑے رہتے تھے اور ان کو آپ کے سامنے بیٹھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔[۲۰]

بادشاہ کا سلسلہ عالیہ میں داخل ہونا:

اورنگ زیب عالمگیرؒ نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اسباق طے کیے۔ آپ اپنے مکتوب گرامی میں صوفی سعد اللہ افغان کو تحریر فرماتے ہیں:

> "پوشیدہ نہ رہے کہ بادشاہ (اورنگ زیب عالمگیر) طریقہ عالیہ (نقشبندیہ مجددیہ) میں داخل ہو کر بہت متاثر ہوئے ہیں۔ ان سے تین مرتبہ صحبت رہی، چونکہ شاہجہان (بادشاہ مغول) کی وفات ہوگئی ہے، اس لیے بوجہ ضرورت بادشاہ اکبر آباد (آگرہ) تشریف لے گئے۔ دوسرے یہ کہ طالبین جو چیونٹیوں اور ٹڈی کی مانند کثیر ہیں، ان کے ہجوم کے متعلق کیا لکھوں کہ یہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔"[۲۱]

عالمگیرؒ جیسے بیدار مغز اور خوددار بادشاہ کا ستائیس سالہ نوجوان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنا، بادشاہ کے کمال اخلاص اور نوجوان کے کمال استعداد کا بین ثبوت ہے۔ بادشاہ عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے فرستادہ خلیفہ کا گرویدہ ہوگیا اور اس نے حضرت عروۃ الوثقی کی خدمت میں اس حسن انتخاب پر شکریہ کا خط لکھا۔

بادشاہ کی نیاز مندی

اورنگ زیب عالمگیر فراغت کے اوقات میں حصول فیض کے لیے آپ کے در دولت پر حاضری دیا کرتا تھا، جس کا ذکر ماخذ میں ملتا ہے۔ آپ کی روحانی تربیت نے بادشاہ کو سالک طریقت بنا دیا اور آپ بادشاہ کی روحانی کیفیات و حالات سے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو آگاہ کیا کرتے تھے۔ مآثر عالمگیری میں تحریر ہے:

"قبلۂ عالم (اورنگ زیب عالمگیر) ۱۳ محرم (۱۰۷۹ھ/۲۳ جون ۱۶۶۸ء) کو ایک گھڑی رات گزارنے کے بعد باغ حیات بخش کے راستہ سے سیف الدین سرہندی (رحمۃ اللہ علیہ) کے مکان مبارک پر تشریف لے گئے اور دیر تک حقائق و معارف کی گفتگو فرما کر دولت خانہ پر واپس آ گئے۔[۲۲]

حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ اور اورنگ زیب کے تعلقات تعلیم سلوک سے بڑھ کر محبت، شفقت اور اُلفت میں بدل گئے۔ حضرت سیف الدینؒ نے ایک مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ کو لکھا کہ مجھے آنجناب سے ملاقات کا اشتیاق اس وقت حد سے زیادہ ہے لیکن بادشاہ جانے کی اجازت نہیں دیتا۔[۲۳]

وسعت حلقہ ارادت:

آپ گویا تین برس تک دہلی شریف میں مقیم رہے اور اس دوران بادشاہ وقت کے علاوہ دوسرے شاہی افراد و امراء وغیرہ سینکڑوں کی تعداد میں آپ سے مستفید ہوئے۔ منقول ہے کہ آپ کے یہاں قیام کے دوران بادشاہ، شہزادہ محمد اعظم و محمد معظم، شہزادی روشن آرا، نواب مکرم خان، حضرت حافظ محمد محسن (رحمۃ اللہ علیہ نواسہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)، حاجی عبدالرؤف (امام مسجد فتح پوری) اور بکثرت مخلوق آپ سے بیعت ہوئی۔ بادشاہ، شہزادے، بیگمات شاہی اور جملہ وزیر اور مشیر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر آپ کی مجالس و حلقہ میں شریک ہوا کرتے تھے۔[۲۴]

شہزادی روشن آراء بیگم کی ارادت وعقیدت

اورنگ زیب عالمگیرؒ کی چھوٹی بہن شہزادی روشن آراء بیگم (م ۱۰۸۲ھ/۱۶۷۱ء) بیعت تو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے تھی، لیکن اس کی باطنی تربیت حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ اسی تربیت کے سلسلے میں اس کے نام کئی مکاتیب گرامی (۷ تا ۱۲، ۱۴، ۳۴، ۴۶، ۷۷) ہیں، جن سے بعض کے مندرجات کی روشنی میں اس خاتون عفت نشان کی روحانی سرگرمیوں کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔ اس کے نام پہلے مکتوب گرامی میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اشغال کی حقیقت اس پر واضح کی گئی ہے، دوسرے مکتوب گرامی میں فنائے قلب کی ماہیت کا بیان ہوا، ایک مکتوب گرامی شہزادی کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا ہے، جس میں اس نے ''اتحاد صفات خود باصفات حق نوشتہ بود'' کے معنی دریافت کیے ہیں اور ایک مکتوب گرامی میں فنا و بقا کے بیان کے بعد کلمہ طیبہ کا تکرار کرنے کی تاکید کی ہے۔ ایک مکتوب گرامی میں شہزادی نے اپنا مکاشفہ لکھا تو اس پر حضرت خواجہ سیف الدینؒ نے خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔[۲۵]

حضرت سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب گرامی میں شہزادی کو تحریر فرمایا کہ بادشاہوں میں اس قسم کا عروج باطنی بہت کم ہے، جتنا روشن آرا بیگم کو ہے۔ ایک دوسرے مکتوب گرامی سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے شہزادی روشن آراء بیگم کو خواتین کی روحانی تربیت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ اس مکتوب میں ان خواتین کے اسماء بھی تحریر ہیں جو شہزادی کی نگرانی میں سلوک کی مشقیں کیا کرتی تھیں، ان میں عصمت مآب خانم جیو، بی بی حافظہ اور خیر النساء قابل ذکر ہیں جن کے روحانی معاملات و مکاشفات پر آپ نے بزرگانہ نظر ڈال کر اطمینان کا اظہار فرمایا ہے کہ ان کو ذکر سلطانی میں مشغول کریں۔[۲۶]

ایک مکتوب گرامی میں شہزادی کے مکاشفات پڑھ کر اسے شرح صدر کی بشارت دی گئی ہے۔[۲۷]

ایک اور مکتوب گرامی سے اس کے مکاشفات پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اسے تحریر فرمایا ہے کہ تمہارا معاملہ فنا کے درجے کو پہنچ چکا ہے۔[۲۸]

ایک عریضہ میں شہزادی نے اپنے چند مکاشفات لکھ بھیجے تو اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تزکیہ و تصفیہ حد کمال تک پہنچ جائے گا۔[۲۹]

شہزادی نے اپنی نئی تعمیر شدہ حویلی میں جا کر مشق سلوک کی تو وہاں کی واردات و مکاشفات بھی آپ کو لکھے، جس پر آپ نے فرمایا کہ ہر جگہ اور مقام کے مکاشفات جداگانہ ہوتے ہیں۔[۳۰]

حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شہزادی روشن آراءؒ کی وفات (۱۰۸۲ھ/۱۶۷۱ء) پر اس کے بھائی اورنگ زیب کو تعزیت کا مکتوب گرامی تحریر فرمایا تو اس میں لکھا:

> ''اس خوفناک واقعہ کے سننے سے اس عاصی اور طریقہ عالیہ کے دوسرے فقراء کو جس قدر غم اور دکھ ہوا، وہ کیسے بیان کروں؟...... اس مرحومہ محترمہ نے عمر کے اس آخری حصہ میں کمال توفیق پائی اور وہ مسکینوں اور محتاجوں پر بڑی شفقت کیا کرتی تھیں...... یہ حقیر درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک مدد و معاون دعا اور استغفار میں سرگرم ہے''۔[۳۱]

مخلوق خدا کی بھیڑ

ایک بار شہزادہ محمد اعظم آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ آپ کی مجلس عالی اور دروازہ پر مخلصین کا اس قدر انبوہ تھا کہ اس کی وجہ سے شہزادے کی پگڑی گر گئی۔ جب یہ خبر بادشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ تک پہنچی تو اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میرے زمانے میں ایک ایسا باکمال شخص بھی موجود ہے جس پر مخلوق خدا پروانہ وار گر رہی ہے، چھوٹے و بڑے، مرد و عورت اور امراء و فقراء سبھی اس کے فیض سے شاداب ہو رہے ہیں، ہر ایک اپنے نصیب کے مطابق نعمت حاصل کر رہا ہے، اہل حاجت اور خاص طور پر اہل حقوق کی تمنائیں اس دوران پوری ہوئی ہیں کہ وہ اب تک آپ کے شکر گزار ہیں، بہنیں، بیٹیاں اور دیگر اقربا ان نوازشات

سے زیادہ بہرہ ور ہوئے ہیں جن کی تفصیل بیان کرنے سے قلم عاجز ہے، وہ اپنے بزرگوں اور بھائیوں کے توقع سے زیادہ آداب بھی بجالاتے ہیں۔ [۳۲]

پاس ادب:

ایک دفعہ شہزادہ محمد اعظم نے آپ کو اپنے ہاں دعوت دی اور آپ کے بڑے بھائی حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۶ء) بھی اس دعوت میں شریک تھے۔ کھانا شروع ہونے سے پہلے شہزادہ غایت اخلاص کے باعث خود لوٹا لے کر حاضر خدمت ہوا تا کہ آپ کے ہاتھ مبارک دھلوائے۔ آپ نے شہزادہ سے لوٹا لے کر اوّل اپنے بھائی حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک دھلوائے اور بعد ازاں لوٹا شہزادے کو دے دیا اور پھر شہزادے نے آپ کے ہاتھ مبارک دھلوائے۔ [۳۳]

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی حوصلہ افزائی

حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی شریف میں بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر روانہ فرمایا تھا۔ جب آپ نے وہاں مقیم ہو کر بادشاہ وقت، شاہی افراد اور حکام و امراء کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیض و برکات سے نوازا اور وہ حضرات کرام نقشبندیہ مجددیہ کے محب اور والہ بن گئے تو آپ اس کی خبر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بذریعہ خط و کتابت دیتے تھے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ بھی مکتوبات گرامی آپ کی طرف روانہ فرمایا کرتے تھے۔ بادشاہ وقت کے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات و اسباق میں دلچسپی لینے اور حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہونے کے بارے میں آگاہ ہو کر جو مکتوبات گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی طرف ارسال فرمائے، ان میں سے ایک میں تحریر فرمایا:

> ”آپ نے لکھا تھا کہ ”مجالس سلطانی“ میں ایسے عجیب و غریب اسرار جلوہ گر ہوتے ہیں، جن کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، ان محفلوں میں

داخل ہوتے ہی خاص عروج ونزول کے ساتھ ممتاز کر دیا جاتا ہے۔
بے شک اہل کمال ہر بقعہ سے اس بقعہ کے مناسب فیوض واسرار اخذ کرتے ہیں اور ہر زمین سے اس زمین کے مناسب کمال حاصل کرتے ہیں، کسی زمین کو معاملات فنا کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے اور کسی زمین کو کمالات بقا کے ساتھ موافقت ہوتی ہے، کوئی قطعہ ایسا ہے، جو عروج سے مناسبت رکھتا ہے اور کوئی قطعہ نزول سے، حرم مکہ کے کمالات جدا ہیں اور حرم مدینہ کے فیوض ومعاملات جدا:

ع۔ ہر خوش پسرے را حرکات دگرست

یعنی ہر اچھے بیٹے کی صفات جدا ہوتی ہیں۔
آپ نے بندگان حضرت (عالمگیر بادشاہ) کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ (وہ احوال ان کے) لطیفہء اخفیٰ کی وسعت اور اس کے ساتھ ان کی مناسبت کاملہ کی خبر دیتے ہیں، اس کے مطالعہ سے بہت خوشی ہوئی، لطیفہ اخفیٰ سب سے اعلیٰ لطیفہ ہے اور اس کی ولایت سب ولایتوں کے اوپر ہے، اس لطیفہ کو سرورِ کائنات وفخر موجودات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے۔ فقیر بھی ان کی قدرے مناسبت لطیفہ اخفیٰ کے ساتھ پاتا ہے اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔" [۳۴]

حضرت خواجہ سیف الدین اورنگ زیب عالمگیر کی باطنی کیفیات سے حضرت خواجہ معصومؒ کو باقاعدہ آگاہ کرتے رہتے تھے۔ اس کے لیے سلوک کا سبق جاری رہا اور وہ مسلسل اس کی مشق بھی کرتا رہا، اس نے خواجہ سیف الدینؒ سے کہا کہ وہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے درخواست کریں کہ آپ مجھ پر غائبانہ توجہ فرمائیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں:

"آپ نے بادشاہ دین پناہ (عالمگیر) کے احوال کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا، طبقہ سلاطین میں اس قسم کے امور کا ظاہر ہونا عجائب زمانہ میں سے ہے، اَللّٰھُمَّ زِدْ (اے اللہ اور زیادہ فرما)...... آپ نے لکھا تھا کہ "انہوں (عالمگیر) نے اپنے مبداء تعین کو صفت علم پایا اور فرماتے ہیں کہ اس صفت مبارکہ کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت پائی ہے۔" (یہ فقیر) اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا، قریب تھا کہ رقص کرنے لگے، حق سبحانہ اس صفت عالیہ کی برکات سے کامل حصہ عطا فرمائے۔" ۳۵

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا جو درج ذیل ہے:

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً، امابعد اس نفس امارہ کے قیدی کی جانب سے سلام پہنچے۔ آپ کا مرغوب مکتوب پہنچا۔ اپنے نفس کی غفلت کے بارے میں کیا لکھوں جو کسی طرح تنبیہ سے متنبہ نہیں ہوتا۔ دائمی ماتم میں بیٹھنا چاہیے اور اپنے حال اور انجام پر رونا چاہیے۔ اس جانب آپ کی عزیمت کا ارادہ خوشدلی کا باعث ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی بات ظاہر فرمائے، والسلام...... ملک اور حکم اللہ ہی کے لیے ہے۔" ۳۶

احوال ذاتی کا کشف و اظہار

حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے واردات و احوال شخصی اور بعض دوسرے امور پر ایک تفصیلی مکتوب حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا تھا، جس میں فرماتے ہیں:

"کمترین درویش محمد سیف الدین کی عرض داشت جس میں اس نے

اپنے منتشر احوال بیان کرنے کی جرأت کرتے ہوئے گستاخی کی ہے، معافی کی امید رکھتے ہوئے اپنی حد سے تجاوز اور دراز نفسی سے کام لیا ہے۔ قبلہ گاہ! میں نے کچھ چاہا ضرور ہے لیکن اپنا قدم مباحات سے باہر نہیں نکالا، پھر بھی پذیرائی کی کوئی صورت نہیں ہے، کیونکہ مشتبہ، مکروہ اور محرم ارتکاب اتنے ہو گئے ہیں کہ ان کا کہاں تک بیان کروں، عمل بہ عزیمت اس وقت بہت ہی کمیاب ہے اور حزم و احتیاط سے بہت ہی دور ہے، لیکن اس ساری خرابی اور تباہ کاری کے باوجود یہ اس درگاہ کے ساکنوں کی محبت میں ثابت قدم ہے، اعتقاد و فدویت میں یہ حقیر ممتاز ہے، اپنے اندر کسی قسم کی قابلیت نہ پاتے ہوئے عرض پرداز ہے:

تو مرا دل دہ و دلیری بین
روبہی خویش خوان و شیری بین

حضرت سلامت! آج سے چند سال پہلے انتہائی ذرہ نوازی سے مجھے حقیقت الحقائق سے ملحق کر دیا گیا تھا اور نسبت ملاحت سے بہرہ ور کیا گیا تھا۔ اس ضعیف کو بھی اس دولت عظمیٰ میں درک حاصل تھا، اتنا عرض کرتا ہوں کہ اس نسبت نے اتنا زیر بار کیا کہ اتحاد جسدی بلکہ معاملہ کون دیر متخیل ہو گیا، جس کا بدن پر بوجھ محسوس ہوا اور اب حال یہ ہے کہ ان عجوبہ منش اسرار میں غوطہ زن ہو گیا ہوں، ہر چند کہ اس میں دور دور تک نظر دوڑائی لیکن کچھ بھی نہ پایا، مختلف اقسام کے ساتھ معرفت کا ظہور ہوا، ہر مرتبہ فنا و بقا جدید کا گمان ہوا:

نہ حسنش غایتی دارد نہ سعدی را سخن پایان
بہ میرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

اپنا مسکن ''تعین حبی'' معلوم ہوا اور اپنے آپ کو اس محاط تعین میں پایا کہ اس سے اوپر اور کوئی تعین نہیں ہے اور ان راستوں کی عجیب و غریب چیزیں اپنے اندر پائیں، مجھ پر انوار و برکات کا نزول بارش کی طرح ہوا اور وہاں ایسے اسرار کا ظہور ہوا جن کا پوشیدہ رکھنا لازم ہے، بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ (ان اسرار پر) مروارید اور زیورات نثار کر دیے جائیں اور

اس نسبت کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ گویا دوسری نسبتیں چھپ گئیں اور درویش کو بارہا اخذ فیوض و برکات کے سلسلہ میں حیلولت بشر کے بغیر ارتفاع کی بشارت دی گئی اور خیر البشر (حضور) علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی حقیقت (حقیقت محمدی) کے ساتھ کمال اتحاد کی علامت ہے، اور یہی رفع واسطہ بھی ہے۔ اس قسم کا اتحاد بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے، جیسا کہ (حضرت مجدد الف ثانیؒ کے) مکتوبات قدسی آیات سے ظاہر ہے، لیکن کیا اصالت سے اس درجہ کا بہرہ مند ہونا اس قسم کے شخص سے لازم ہے یا نہیں، امید ہے کہ اس کے جواب سے سرفراز کیا جائے گا۔"

حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے احوال و بشارت کا ذکر اپنے مکتوبات گرامی میں تفصیل سے فرمایا ہے۔ ایک مکتوب گرامی میں حضرت ملا محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر خصائص میری وساطت سے ظہور میں آئے۔[۳۷]

اہل صحبت کے درجات

قبلۂ عارفاں سلامت! صلاح آثار شیخ ظہور اللہ جو کہ ارباب کشف و شہود میں سے ہے، شغل کے آغاز سے لے کر اب تک عجیب و غریب قسم کے بیانات دے رہا ہے، ساتوں آسمانوں کے عروج اور انوار عرش کے ظہور اور خَیرُ البَشرِ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ مِنَ الصَّلوٰۃِ اَفْضَلُھا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھا کی زیارت (صحبت) سے بارہا مشرف ہونے کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ اب عناصر اربعہ کے عروج کا بھی ادراک کر لیا ہے، اور صوفی عبدالغفور جو کہ خدمت کا حق ادا کر رہا ہے، ہم سے خاص محبت رکھتا ہے اور اس راہ کے اکثر مقامات کا امیدوار ہے۔ اسے رفاقت (معیت) حاصل ہے، اس کے اندر (باطن میں) عطیات (خداوندی) کے آثار کا احساس ہے، اس فقیر کے مریدوں میں سے ایک صلاح آثار حافظ موسیٰ ہے، وہ آپ کی صحبت سے مشرف ہو چکا ہے۔ اس پر وحدت وجود کے غلبات تھے، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ذرات کے ہر ذرہ میں سے "انا الحق" کی صدا آتی ہے، فقیر نے جب چاہا کہ اسے اس کیفیت

سے نکال لے، لحہ بھر کے لیے اس کے ساتھ خلوت میں سکوت کیا، اس عمل کے خاتمہ پر اس نے یہ ظاہر کیا کہ "نفس کلیہ نے مجھے گھیر لیا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ اسے اس تنگی (وحدت الوجود) سے خلاصی ملی اور وہ شاہراہ پر آ گیا، یاران (مریدین) جدید میں سے حاجی عبدالرؤف امام مسجد فتح پوری نے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ترقی کی ہے، وہ صفات باصل سے الحاق میں بھی بلا تکلف واصل ہو گیا اور تمام عالم میں گم ہو گیا اور شہود خاص جو اس سے بلند تر ہے کہ ذوق سے شناسائی رکھتا ہے اور اسے بقا کا درک بھی ہو گیا ہے۔

چونکہ بادشاہ اور فوج اس شہر میں نہیں ہیں، اس لیے بعض گوشہ نشین، طلبہ اور شکستہ دل جو کہ فوجیوں سے بہتر ہیں نے اخلاص پیدا کر لیا ہے (یعنی وہ حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے ہیں)، خاص طور پر حافظ عبدالجلیل لنک جو کہ اس علاقہ کے مشائخ میں سے ہیں اور امراء کی ایک جماعت بھی ان کے ساتھ ہے، ملتفت خان نے کامل ارادت و نیازمندی سے میرے ساتھ حسن ظن پیدا کر لیا ہے، وہ چند مرتبہ ہمارے ساتھ سکوت کی صحبت میں بھی شریک ہوا ہے، وہ دور دراز کا سفر کر کے کامل طلب کے ساتھ آیا ہے۔ ان کے علاوہ بعض اور احباب بھی اذکار و مراقبات میں مصروف ہیں۔ میر محمد عارف منگل کوٹی کے بیٹے فضائل مآب محمد واصل کامل اخلاص اور محبت کے ساتھ اس فقیر کے ہمراہ رہتے ہیں، وہ آپ کے ساتھ صحبت کا شرف حاصل کرنے کے امیدوار ہیں۔ اس حقیر نے جناب کی خدمت میں بہت بے ادبی کی ہے، معافی کا طالب ہوں۔

(بادشاہ سے) رخصت حاصل کرنے کے دنوں میں محمد صادق افغان ہمارے پاس آیا کہ توجہات عالی سے سیراب ہو سکے، صوفی پائندہ، صوفی سعد اللہ اور ملا ورسکی کے متعلق عرض ہے کہ وہ حضرت (خواجہ معصوم) کی محبت میں سرشار ہیں، ملا عبدالخالق اور حاجی محمد شریف نے توجہات خاصہ کی درخواست کی ہے۔

حضرت سلامت! ملا محمد سالم کو جب آپ رخصت دیں تو انھیں دیگر حضرات کی طرح خلعت مبارک اور بشارات عالی سے نوازیں، کیونکہ وہ آپ کی محبت میں فنا ہے، اس عریضہ کا حامل سرہند کا رہنے والا نور محمد بھی مہربانی کا امیدوار ہے، والسلام۔[۴۸]

فضیلت خلعت ارشاد

حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ دوسرے بھائیوں پر اپنی فضیلت ان الفاظ میں ثابت کیا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات گرامی موجود ہیں، انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ ان میں سے کس کو فضیلت حاصل ہے؟ اس کی تصریح آپ کی بلند پایہ تحریرات کے عنوانات سے عیاں ہے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کی جو قرب و منزلت تھی، وہ ان سے بھی واضح ہے، جو لوگ مرتبہ قیومیت کے سلسلہ میں قیل وقال کر رہے ہیں، وہ اصالت سے مشروط ہے، جو کہ حضرتین (حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ) سے مخصوص تھا اور کسی دوسرے کا اس میں دخل نہیں ہے، البتہ حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کہ جن کی حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے اصالت متحقق ہے، اس کے علاوہ قطبیت مطلق کا معاملہ بھی ہے اور اس کے ساتھ خلعت ارشاد بھی اس نحیف (شیخ سیف الدین) کے نام (مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم) سے آشکار ہے، جس پر کسی کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اس ضعیف کے مریدین کو حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے جس طرح بشارات دی ہیں، ان پر بھی شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے، اس دروازہ (قیومیت وارشاد) کے کھلنے کے بعد اس کا کچھ حصہ (میرے) دوسرے بھائیوں کو بھی ملا ہے۔[۳۹]

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی تعمیر

حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلی شریف سے وطن مالوف (سرہند شریف) آنے کے بعد پھر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے جدا نہ ہوئے اور ان کے حضور پر نور میں رہ کر اخذ کمالات کرتے رہے، ہر روز ترقی کرتے ہوئے کمال حلاوت وسرور حاصل کرتے رہے۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے روضہء منورہ کے اصل بانی آپ ہی ہیں، بظاہر وہ روضہ روشن آرا بیگم رحمہا اللہ سبحانہ (م۱۰۸۲ھ/۱۶۷۱ء) نے بنوایا تھا۔ شہزادی نے مزار مبارک کی تعمیر کے

لیے اعلیٰ درجے کے معمار ایران سے بلائے جس مقام پر آپ کا مزار مبارک تعمیر کیا گیا وہ قطعہ اراضی خواجہ سیف الدین رحمہ اللہ کی ملکیت تھا، مزار مبارک کی تعمیر پر ایک لاکھ روپے صرف ہوئے، پانچ ہزار اشرفیاں گنبدوں پر اور چالیس ہزار روپے میں روضہ سے ملحقہ مسجد تعمیر ہوئی۔ یہ شہزادی آپ ہی کے طفیل اس سلسلہ سے وابستہ ہوئی تھی اور وہ آپ سے بے مثال محبت و عقیدت رکھتی تھی، اس نے روضہ مبارک کی تعمیر حضرت خواجہ سیف الدینؒ کی خواہش پر کرائی تھی، چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر جو اشعار درج ہیں، ان میں ایک شعر یہ بھی ہے:

او ز سیف الدین محمد مقتداء
یافت سوئے این سعادت اهتداء[۴۰]

جانشین کامل

حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ ہر سال حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک کامل شوق سے کراتے تھے اور اس میں کسی اور کا دخل پسند نہیں کرتے تھے۔ الغرض آپ اطوار و افعال میں کامل طور پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے۔[۴۱]

آپ تین سال دہلی شریف میں مقیم رہنے کے بعد سرہند شریف تشریف لے گئے اور اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے انوار و برکات حاصل کرتے رہے۔ جب حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء میں عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی تو آپ ان کے جانشین بن کر خانقاہ سرہند کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔

عظمت خانقاہ شریف

اللہ کریم نے آپ کو قبولیت عامہ نصیب فرمائی تھی اور رجوع عام کا یہ عالم تھا کہ کم از کم چار سو طالبین ہر وقت آپ کی خانقاہ شریف پر موجود رہتے تھے اور اکثر و بیشتر اوقات چودہ سو آدمی دونوں وقت کا کھانا حسب فرمائش اور اپنے ذوق کے مطابق آپ کے باورچی خانہ سے

کھایا کرتے تھے، باوجود اس نعمت وانعام کے آپ کے زیر تربیت سالکین بلند مقامات اور کشف وکرامت کے درجات کو انتہائی قلیل وقت میں حاصل کر لیتے تھے، کیونکہ اس طریقہ کا مدار مرشد کی ہمت اور توجہ پر ہے۔

دوام وقوف قلبی اور محبت شیخ

ایک مرتبہ ایک شخص نے چاہا کہ غذا کم کھایا کرے۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ اس طریقہ کے فیوضات حاصل کرنے کے لیے اس قسم کے اعمال (ریاضت) کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ہمارے بزرگوں نے اس کام کی بنیاد وقوف قلبی کے دوام اور مرشد کی صحبت پر رکھی ہے۔ زہد اور شدید مجاہدات کا نتیجہ کرامات اور تصرفات ہیں، لیکن مقصد کا حصول تو دوام ذکر، توجہ الی اللہ، اتباع سنت اور انوار و برکات کی کثرت سے ہوتا ہے، ظاہر بین عوام کی نظر تو خرق عادات کے ظہور پر ہوتی ہے اور خواص جو حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں، ان کا مطمح نظر صرف تصفیہ قلب اور نسبت مع اللہ ہوتا ہے۔[۴۲]

بادشاہ سے آخری نشست

آپ کے بھانجے حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف مقامات معصومی) کے بقول نواب مکرم خان مرحوم نے چند بار یہ روایت بیان کی کہ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ آخری صحبت کے دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ بعض مخالفوں نے بادشاہ کے دل میں ایک دانہ کے برابر جو کہ عالی فطرت حضرات کے نزدیک کوہ قاف کے برابر ہوتا ہے، شک وشبہ پیدا کر دیا اور جب اس موضوع پر بات ہوئی تو احسن طریقہ سے اس کا سینہ اس شبہ سے صاف کر دیا گیا۔ بادشاہ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے کتاب احیاء العلوم میں آخرت کے خوف کے بارے میں کلام کیا ہے جو کہ میرے مطالعہ میں بھی آیا ہے، آپ نے فوراً اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کا مجھے بہت کم موقع ملا ہے، البتہ انہوں نے ایک زاہد خشک کے بارے

میں جس خوف کا ذکر کیا ہے، وہ جناب کی نظر شریف میں آیا ہوگا۔ بادشاہ کو یہ جواب سن کر خاموشی کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ آپ نے فوراً بادشاہ سے رخصت لی اور اپنے وطن مالوف (سرہند شریف) کی طرف روانہ ہو گئے اور پھر عمر بھر اپنے مرکز سے باہر تشریف نہ لے گئے۔[۴۳]

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان گرامی میں حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اورنگ زیب عالمگیر کی باطنی تربیت اور مرکز میں بادشاہ کے ساتھ رہ کر ترویج شریعت کے سلسلہ میں سب سے نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ کی غیر موجودگی میں یہی فریضہ حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ) دیا کرتے تھے۔



فصل پنجم:

خصائل وفضائل اور آداب واخلاق

شان وشوکت

کہتے ہیں کہ آپ کے لیے سرہند شریف میں دیبا کا ایک خیمہ جواہرات اور مروارید سے سجا ہوا نصب ہوتا تھا، جس کی چوبوں پر یاقوت جڑے ہوئے تھے اور اس کے اندر ایک جڑاؤ کرسی رکھی جاتی تھی، جس پر آپ جلوہ افروز ہوتے اور اس کے گرداگرد نقیب اور چوبدار ہاتھوں میں سنہری اور روپہری عصا لیے ہوئے کھڑے ہوتے۔ بادشاہ، شہزادے اور امراء حاضر خدمت ہوکر کھڑے رہتے، جب تک حکم نہ ہوتا، وہ نہ بیٹھتے۔ [۴۴]

ایک معتبر آدمی نے بیان کیا کہ میں نے ٹھان لی کہ آئندہ کبھی شیخ صاحب کی خدمت میں نہیں جاؤں گا، کیونکہ وہ تکبر کرتے ہیں۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ سپاہی مجھے پکڑ کر لاٹھیوں سے مارتے ہیں۔ میں نے بیدار ہوکر اپنے خیال سے توبہ کی اور حضرت شیخ کی خدمت میں آکر مرید ہوگیا۔ [۴۵]

اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا پرتو

آپ کا طریقہ شاہانہ تھا، عمدہ لباس پہنتے تھے، دستر خوان بھی بہت وسیع تھا۔ آپ کی تمکنت اور وقار کو دیکھ کر کسی نے کہا کہ شیخ صاحب میں تکبر ہے۔ جب آپ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''تکبر ماظل کبریائی اوست جل جلالہ'' یعنی (میں کیا شے ہوں) یہ سارا کروفر پروردگار جل جلالہ کی کبریائی کا پرتو ہے۔ [۴۶]

صلہ رحمی

آپ خلق خدا کی مشکلات رفع کرنے اور ان کو فائدہ پہنچانے میں مشہور تھے، اقربا اور عزیزوں کے ساتھ صلہ رحمی میں بے مثل تھے۔ بڑوں کا بہت ادب کرتے اور چھوٹوں پر حد درجہ مہربان تھے۔ [۴۷]

حضرت مجددؒ اور اپنے والد گرامیؒ سے عقیدت ومحبت

ایک مدت سے آپ کا یہ معمول مبارک تھا کہ آپ آدھی رات کے بعد کامل شوق کے ساتھ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر جاتے اور جذبہ وشوق کی حالت میں فرماتے: ''میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کا کتا ہوں'' اور کبھی یوں کہا کرتے تھے: ''میں حضرت شیخ احمد کابلی سرہندی کی درگاہ کا کتا ہوں۔'' پھر اسی رات اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دیتے اور بڑے سوز سے یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

من کیستم کہ با تو دم بندگی زنم
چندیں سگانِ کوئے تو یک کمترین منم [۴۸]

یعنی میں کون ہوں جو تیری غلامی کا دم بھروں، تیرے کوچہ کے بہت سے کتوں میں سے ایک کمترین میں ہوں۔

رفعت شان

آپ کو اپنے والد گرامی سے عشق تھا اور آنمحترم کو بھی آپ سے بے پناہ محبت تھی، جن دنوں آپ دہلی شریف سے سرہند شریف واپس تشریف لائے، آپ کے والد ماجد کے پاؤں مبارک میں درد تھا، وہ چل نہیں سکتے تھے اور ڈولی میں بیٹھ کر مسجد میں جایا کرتے تھے۔ جب حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف میں داخل ہوئے تو بہت زیادہ خلقت

آپ کے استقبال کے لیے آئی، البتہ آپ کے برادران بزرگ پیرانہ سالی کے باعث اس سے مستثنیٰ تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادگان معظم سے تو کچھ نہ کہا، البتہ اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ اگر میرے پاؤں میں تکلیف نہ ہوتی تو میں ضرور استقبال کے لیے جاتا۔ جب آپ کے بھائیوں نے اپنے والد گرامی کے اس ارشاد کو سنا تو وہ بھی آپ کے استقبال کے لیے تشریف لے گئے۔ [۴۹]

مرجع خلائق

جن دنوں آپ دہلی شریف میں مقیم تھے، آپ کے عم محترم حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/۱۶۵۰ء) کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالاحد، مشہور بہ ''شاہ گل''، متخلص بہ ''وحدت'' رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ/۱۷۱۵ء) بھی دہلی شریف میں تشریف لائے۔ گو وہ فضل و کمال کے حامل اور شعلہ بیان شاعر تھے، لیکن مرجع خلائق آپ ہی کی مبارک ذات رہی۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو فرمایا: ''سبحان اللہ! عبدالاحد اس شیریں کلامی کے ساتھ موصوف ہے اور سیف الدین اپنی تمکنت اور وقار میں معروف اور قبولیت اس (سیف الدین) کو نصیب ہوئی ہے، کسی نے خوب کہا ہے:

به مقبولی کسی را دسترس نیست
قبول خاطر اندر دست کس نیست [۵۰]

اہل درد

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) نے فرمایا کہ حضرت سید (نور محمد بدایونی) رحمۃ اللہ علیہ کے پیر حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک رات تہجد کی نماز کے لیے اُٹھے تو بانسری کی آواز ان کے کان میں آئی۔ (آپ) بے تاب اور بے خود ہو کر گر پڑے جس سے ہاتھ مبارک پر چوٹ لگ گئی۔ (اس پر) فرمانے لگے: ''لوگ مجھے بے درد کہتے ہیں، بے درد تو وہ ہیں جن پر سماع کی تاثیر نہیں ہوتی۔'' [۵۱]

آپ کے اسی درد دل کا اثر تھا کہ جو آپ کی مجلس میں ایک مرتبہ حاضر ہوتا، اگر نابکار ہوتا تائب ہو جاتا، نیکو کار ہوتا تو واصل مولیٰ ہو جاتا۔

بشارت شفا و بلندی درجات

حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۹۳-۱۱۵۲ھ/۱۶۸۲-۱۷۴۰ء) ابن ابوالعلی بن خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما، بچپن میں ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ آپ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ ان کی خالہ محترمہ نے آپ سے دعائے صحت کے لیے درخواست کی۔ آپ نے متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ اس لڑکے کا اللہ تعالیٰ حافظ و مددگار ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ لڑکا بہت بڑا شیخ (مرشد) بنے گا اور ہزاروں لوگ اس کے حلقہ میں بیٹھے ہیں۔ اللہ نے اس سے ابھی بہت سے کام لینے ہیں، جن میں سے ابھی ایک کا بھی ظہور نہیں ہوا، واقعی آپ کا مکاشفہ ان کے حق میں بالکل سچ ثابت ہوا۔[۵۲]

محبت اہل دنیا

ایک روز آپ اپنی ہمشیرہ محترمہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ آپ کے بھانجے میر صفر احمد معصومیؒ (مصنف مقامات معصومی) بھی اس وقت موجود تھے۔ ایک تقریب سے بعض اہل دولت کا تذکرہ بھی ہوا، جس پر آپ نے فرمایا کہ اہل دنیا کی محبت میں ایسے امور بھی ہوتے ہیں جو لذت اور دل کی خوشی کا باعث بنتے ہیں، حضرت حق سبحانہ تعالیٰ (ہمیں) ان کی صحبت سے بچائے۔ یہ بات فرماتے ہوئے آپ کے چہرہ مبارک پر کراہت اور بے لطفی کے آثار نمایاں ہو گئے۔[۵۳]

حضرت والدہ ماجدہؒ کی خدمت اور ان کے لیے تلاوت و صدقات

آپ کو اورنگ زیب عالمگیر کی شائستہ صحبتیں میسر آئیں اور آپ بادشاہ کی درخواست پر دہلی شریف گئے اور تقریباً تین سال وہاں رہے۔ پھر واپس وطن مالوف (سرہند شریف)

تشریف لائے اور اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد اپنی والدہ کریمہ کی بطریق احسن خدمت کرتے رہے۔

حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف مقامات معصومی) کی والدہ ماجدہؒ فرماتی تھیں کہ ایک صالحہ نے میری والدہ کو ان کے وصال کے بعد خواب میں کامل جاہ اور بحر مغفرت میں ڈوبا ہوا دیکھا تو اس کی مقبولیت کے بارے میں ان سے سوال کیا کہ یہ درجات کیسے نصیب ہوئے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت اور وہ صدقات جو میرے بیٹے سیف الدین نے رات دن کیے ہیں۔ [۵۴]

تجلی ضحک کا پرتو

ایک روز اہل خاندان میں سے ایک کے ہاں دعوت تھی جس میں حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) اور حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ دونوں بھائی بھی تشریف فرما تھے، گویا قران السعدین کا منظر تھا، دونوں بزرگ ایک دوسرے کے آمنے سامنے تشریف فرما تھے۔ حضرت حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ شریف پر ثقل (بوجھ کا اثر) نمایاں تھا، لیکن حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر شگفتگی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ جب ان دونوں اولیاء کرام سے اس کا سبب پوچھا گیا تو حضرت حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک خاص قسم کے ظہور سے میں زیر بار آ گیا تھا جس کی تاب میری برداشت سے باہر تھی اور حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے اوپر تجلی ضحک کا پرتو تھا، جس نے میرے کام کو فرحت دارین سے آراستہ کر دیا۔ [۵۵]

فنائے قلب

حضرت میر صفر معصومی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ احقر کے بچپن کی بات ہے کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا شور سنا اور گلیوں میں صلوٰۃ کی آواز گونج رہی تھی۔ اچانک آپ اس احقر کے والدین کے ہاں تشریف

لائے۔ صحبت نے طول کھینچا۔ وقت کے مطابق حاضرین کے ساتھ بات چیت کا سلسلہ جاری رہا۔ اہل مجلس میں سے ایک شخص نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کے عزیزوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ ثابت شدہ ہے کہ آپ کو فنائے قلب کا (مرتبہ) حاصل ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مجھے خود اس مرتبہ (فنائے قلب) کی بشارت دی گئی تھی، لیکن میرے شیخ (حضرت خواجہ محمد معصومؒ) نے وہ امور جو اس سے مناسبت نہیں رکھتے تھے، سے منتسب نہیں کیا، کیونکہ میری طبیعت اس کی برداشت کے قابل نہیں تھی، وہ امور اس قسم کے ہیں کہ جن سے خلت کی قبولیت پر افضلیت لازم آتی ہے۔ [۵۶]

روش مجلس

آپ کی مجلس شریف میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر جاری رہتا تھا، جس سے آپ بے اختیار ہو جاتے تھے (گویا آپ کی مجلس ایسے ہوتی تھی) جیسے کہ حضرت خواجہ (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں موجود ہوں) اور اس طرح بات چیت کا سلسلہ جاری ہو، اگر آپ کسی کو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے خلاف دیکھتے تو کوشش یہ کرتے کہ وہ کسی طرح بھی اس بلند معرفت صحبت میں حاضر نہ ہو۔ [۵۷]

قرب الٰہی اور عمدہ مقام

حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس مخدوم زادہ والا جاہ (حضرت شیخ سیف الدینؒ) کی صورت مبارک پر جب بھی نظر پڑتی تھی تو آیت:

"وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ" (سورہ ص ۴۰):

یعنی "اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے"

جو حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نازل ہوئی ہے، یاد آ جاتی تھی۔ [۵۸]

والدہ ماجدہ کی مامتا اور برادر گرامی کی دعا

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام المریدین رحمۃ اللہ علیہا اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) سے فرمایا کرتی تھیں کہ اُمید ہے کہ تم میرے بیٹے شیخ محمد سیف الدین کی عمر کے لیے دعا کرتے ہو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں میرا بھائی سیف الدین میری عزت ہے، اب معلوم نہیں کہ اس دعا کا ظہور کیسے اور کب ہو؟ اس سے پہلے میں نے خود کو دعا کے لیے پابند کر رکھا تھا، اب میں آپ کے حکم کے مطابق اس دعا پر پوری توجہ دوں گا۔[۵۹]

شفا نصیب ہونا

ایک شخص کو جذام کا مرض تھا۔ وہ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیماری سے صحت یاب ہونے کی التماس کی۔ آپ نے کچھ پڑھ کر دم کیا، اسے فوراً شفا نصیب ہو گئی۔[۶۰]

آپ سے بے شمار کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔

مقام جذبہ و فیض

آپ کو بہت جذبہ حاصل تھا۔ آپ کی توجہ سے لوگ بے اختیار ہو جاتے تھے۔ ہزاروں آدمیوں نے آپ سے فیض حاصل کیا اور کامل و مکمل ہو گئے۔[۶۱]

وجد و شوق

آپ پر وجد و شوق کا ایک کیف ہر وقت طاری رہتا۔ مجلس عالی میں جب آپ بیٹھتے تو اس طرح کہ گویا کوئی عاشق انتظار معشوق میں بیٹھا ہے، جب کسی کی زبان سے محبوب حقیقی کا

نام اللہ صادر ہوتا تو آپ پر وجد طاری ہو جاتا، بسا اوقات بے اختیار ہو کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے۔ [۶۲]

کثرت فیض باطنی

حضرت شیخ محمد امین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ اسد اللہ وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۵۳ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ اسد اللہ وزیر آبادی فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے سنا تھا کہ سرہند کے مشائخ بادشاہ کے مصاحب اور جاہ و مرتبہ والے لوگ ہیں اور درویشی سے دور ہیں۔ میں نے دین و دنیا کے بادشاہ کو ان کی طرف متوجہ دیکھا۔ خاص طور پر شیخ سیف الدین کا مشاہدہ کیا کہ وہ مریدوں کے ہجوم اور دنیاداروں کی بہ کثرت آمد و رفت کے باوجود ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں تھے اور سب کو باطنی فیض پہنچاتے تھے۔'' [۶۳]

فصل ششم:

سفرِ آخرت اور اولاد امجاد

مشیت ایزدی

آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) حج بیت اللہ کے لیے جانے لگے تو آپ ایک منزل تک ان کی مشایعت میں تشریف لے گئے۔ جب جدا ہونے لگے تو حضرت حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا کہ بھائی جان اب میری ضعیفی ہے اور حیات مستعار پر کچھ بھروسہ نہیں، آپ میرے بچوں کا خیال رکھنا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ آپ کی عمر بہت ہوگی اور آپ کافی عرصہ زندہ رہیں گے، البتہ مجھے اپنی زندگی کی امید نہیں ہے، لہٰذا آپ سے التماس ہے کہ آپ میرے بچوں پر نظرِ عنایت رکھیں۔ چنانچہ مشیت ایزدی میں یونہی لکھا تھا کہ اس کے بعد دونوں بھائیوں کی پھر ملاقات نہیں ہوئی۔ حضرت سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مبارک پہلے ہو گیا اور حضرت حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ۱۹ سال بعد عالم بقا کو سدھارے۔[۶۴]

درس حدیث:

آپ کا معمول مبارک تھا کہ ظہر اور عصر کے درمیان خاندان کی عورتوں کو جمع کر کے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے دستور کے مطابق حدیث شریف سنایا کرتے تھے اور ان پر مہربانی فرمایا کرتے تھے۔[۶۰] ایک روز اپنی موت کا معاملہ بھی درپیش آیا، کیونکہ حدیث میں اس کا بیان بھی تھا۔ اس کے بعد (حدیث کی) کتاب کو غلاف میں بند کر کے حاضر خواتین میں سے ایک سے فرمایا کہ اس سے زیادہ نہیں پڑھا سکتا، کیونکہ اب وقت نہیں رہا۔ جب عرض کیا گیا کہ حضرت! ابھی وقت کافی ہے، مزید وعظ فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب زیادہ تر محمد اعظم (آپ کے بڑے صاحبزادے) سے سننا، بعد ازاں بیمار ہو گئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ

اس کے بعد اہل حقوق کے مابین آپ کو حدیث سنانے کا موقعہ نہ ملا، بلکہ آپ کے فرزندوں میں سے فضیلت وکمالات کے مالک حضرت شیخ محمد اعظمؒ حدیث شریف سنانے لگے۔ [۶۵]

وصال مبارک کی طرف اشارہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جب بیمار ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ اگر حکماء میرے اس مرض کو لاعلاج قرار دے دیں تو میں اپنی ساری رقم اللہ تعالیٰ کے لیے خیرات کر دوں گا، آخر حکیموں نے اس بیماری کو واقعی لاعلاج کہہ دیا اور آپ نے ساری پونجی خیرات کر دی، جو کوئی بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہو گا وہ ایسا ہی کرے گا۔ یہ کہتے ہوئے حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر شوق وصال اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کے آثار نمایاں تھے۔ [۶۶]

آپ کے بھانجے حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> اسی مجلس حدیث میں صلہ رحمی کی فضیلت کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا کہ اس سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے، آپ کی بہنوں میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے بھائی مروج الشریعۃ (حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) کمال درجہ کی صلہ رحمی سے کام لیتے تھے، لیکن ان کی عمر ۴۵ سال سے زیادہ نہیں ہوئی، یہ صحیح ہے کہ ان کی عمر بہت کم ہوئی، درحقیقت آپ بھی اس کے پس منظر میں اپنی قلت عمر کا تذکرہ کرنا چاہتے تھے، کیونکہ آپ بھی صلہ رحمی میں بے مثل شخصیت تھے۔'' [۶۷]

مخالف مشرب سے علاج نہ کرانا

آپ کی بیماری کے ضمن میں آیا ہے کہ آخری وقت میں آپ کی خدمت میں ایک معالج کو لایا گیا جو مخالف مشرب تھا، لہٰذا آپ نے اس سے علاج نہ کرایا اور فرمایا کہ یہ کون سا وقت ہے کہ تم مخالف مشرب کو میرے پاس لائے ہو؟ اسے یہاں سے لے جاؤ۔ [۶۸]

وصال مبارک

آپ نے ۴۷ سال کی عمر مبارک میں ۲۶ جمادی الاوّل ۱۰۹۶ھ/ ۳۰/ اپریل ۱۶۸۵ء کو سرہند شریف میں عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ آپ کی ولادت باسعادت اور وفات کی تاریخوں میں اختلاف ہے، سال ولادت ۱۰۵۵ھ/ ، وفات کی تاریخ ۲۰ جمادی الاوّل اور سال وفات ۱۹۰۴ھ/ ۱۰۹۵ھ اور ۱۰۹۸ھ بھی مذکور ہے اور تاریخ وصال کا مادہ ''ھی ھی ستون دین افتاد'' ہے۔

آپ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار سے جنوب کی طرف ذرا فاصلے پر آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کے مزار مبارک پر بڑا عالی شان گنبد ہے اور اس کے آس پاس باغ لگا ہے۔[۶۹] فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَه۔

قطعہ تاریخ وصال مبارک

چہ سیف الدین زدنیا رخت بربست بسال وصل آن پیر نکو مال
رقم کن باصفا شمشیر دینی دوبارہ شاہ عالی سیف قتال[۷۰]
(۱۰۹۸ھ)

کرامت

جب آپ کے جنازہ کو دفن کے لیے لے چلے تو یہ لوگوں کے ہاتھوں سے نکل کر ہوا پر چلنے لگا۔ ہر چند لوگ اچھل کر اسے پکڑنے کی کوشش کرتے رہے، مگر کم ہی کسی کا ہاتھ اسے پہنچتا۔ قبر مبارک کے پاس جا کر جنازہ خود بخود زمین پر آ گیا۔ راستے بھر میں جس غیر مسلم نے بھی یہ منظر دیکھا، اس نے بے اختیار کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے بعد وہ خود ہی شوق سے مسلمان ہو گیا۔[۷۱]

اولادامجاد

حضرت خواجہ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔صاحبزادوں میں سے تین بڑے اور پانچ چھوٹے تھے۔ پہلے تینوں اپنے والدگرامی کے حین حیات بڑے ہوکر کسب کمالات کے بعد مجمع کمالات بنے۔ان کے اسمائے گرامی اوراحوال درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت شیخ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابھی بطن والدہ ماجدہ میں تھے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا (پیدا) ہوگا شیخ محمد اعظم کی ولادت حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے سفرحج (۱۰۶۷ھ) سے قبل ہوئی تھی۔

آپ کی ولادت کے بعد بھی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحب قال و حال پوتے پرنظر عنایت رکھی اوران کی اعلیٰ استعداد کا اپنی تحریروں میں میں کئی بار ذکر فرمایا۔ انہوں نے ارادت کا آغاز حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کیا۔ بعدازاں اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حضور کسب سلوک کومکمل کر کے اپنے بزرگوں کے جانشین بنے اوراپنے والدگرامی کی زندگی مبارک ہی میں تحصیل علم سے فراغت پائی،اورفاتحہ بیضاوی بھی پڑھا۔اس روزایک بڑے جشن کا سماں تھا،اس کا حاشیہ قدیم تووالد ماجدؒ کے حضور ہی پڑھ لیا تھا۔والدگرامیؒ کے وصال مبارک کے بعد حضرت شیخ محمد سعید خازن الرحمۃ (م ۱۰۷۰ھ/۱۶۵۰ء) کے فرزندمولوی معنوی حضرت شیخ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) جوایک متبحر عالم تھے،کی خدمت میں تحصیل کی۔

شیخ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصنیف ہوئے ہیں اورآپ نے ایک مفید شرح بنام ''فیض الباری فی شرح البخاری'' بڑی متانت اورخوبی سے ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۴ء سے قبل تصنیف کی تھی۔مقامات معصومی کے مصنف حضرت میر صفراحمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شرح کا کچھ

حصہ اپنے والد گرامی سے سبقاً پڑھا تھا۔ اس کی زبان اور قلمی مخطوطہ کا علم نہیں ہو سکا۔ شیخ محمد اعظمؒ کی اس کے علاوہ بھی تصانیف تھیں۔ آپ نے اپنے والد خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۹۰ مکتوبات گرامی بھی جمع کیے تھے جن کو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے حیدر آباد سندھ سے مکتوبات سیفیہ کے نام سے طبع کیا تھا۔

حضرت شیخ محمد اعظمؒ نے مکتوبات سیفیہ پر ایک مختصر ابتدائیہ بھی لکھا ہے جس میں بارہ اشعار پر مشتمل بزرگان نقشبندیہ کی مدح بھی لکھی ہے، قیاس ہے کہ یہ اشعار خود خواجہ محمد اعظمؒ کے ہیں، ان میں سے دو درج ذیل ہیں:

زہے این نامہائے رشد فر جام
کہ در آغاز او پید است انجام
معارف آنچناں در وے ہجوم است
کہ گوئی آسمانی پر نجوم است

شیخ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ''محبوبیت'' کی بشارت دی تھی۔

آپ کی اولاد میں تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت خواجہ شیخ فقیر محمدؒ: آپ شیخ اعظمؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ سلوک باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔ طریقہ احمدیہ معصومیہ (نقشبندیہ) پر کار بند تھے۔ آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادہ اور پانچ صاحبزادیاں تھیں جو سب کی سب اپنے قبیلے میں شادی شدہ تھیں۔

حضرت شیخ محمد اعظمؒ کے دوسرے اور تیسرے صاحبزادے حضرت زین الدینؒ اور حضرت معز الدینؒ تھے۔ دونوں والد بزرگوارؒ سے بیعت تھے، صالح اور دیندار تھے۔ دونوں ہی دنیا سے لاولد گئے۔

حضرت شیخ محمد اعظمؒ کی ایک صاحبزادی مسماۃ عفیفہؒ تھیں جو محمد درویشؒ سے منسوب تھیں۔

حضرت شیخ محمد اعظم کی دوسری صاحبزادی کا نام زیب النساءؒ تھا اور وہ محمد ضیاء اللہؒ سے منسوب تھیں۔

حضرت شیخ سیف الدینؒ کے اکابر خلفاء میں سے حضرت شیخ شاہ سکندر کابلی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے مخصوص مریدوں میں حضرت صوفی جان محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ حضرت شیخ سیف الدینؒ نے اپنے اس صاحبزادے (شیخ محمد اعظمؒ) کو قطبیت کی بشارت دی تھی۔

حضرت شیخ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ جامع حال وقال مراتب کمال میں اس حد تک کامل تھے کہ آپ کے اکثر مریدوں کے مابین اس امر کا تردد رہتا تھا کہ ان سلف وخلف میں کون افضل ہے؟ انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت شیخ محمد اعظمؒ اپنے والد گرامی کے کمالات کے کامل محقق تھے۔ ان کے والد گرامی کا معاملہ مستثنیٰ ہے، لیکن ان کے بھائیوں کے ہاں یہ بحث جاری رہتی تھی کہ ان میں سے افضل کون ہے؟

حضرت شیخ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۴۸ سال عمر پائی اور ۱۱۱۴ھ/۰۳-۱۷۰۲ء میں رحلت فرمائی اور اپنے والد بزرگوارؒ کے روضہ کے گنبد کے اندر آسودہ خاک ہوئے، فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَرَحْمَةٌ وَّاسِعَة۔

ان کے وصال مبارک کے روز حضرت شیخ محمد نقشبند حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) سرہند شریف میں تشریف فرما تھے اور آپ اپنے بھتیجے کی وفات مبارک کے دن بہت غم زدہ تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی کائنات (کی چیزیں) آج دوسری طرح معلوم ہوتی ہیں۔ یہ بات بھی شیخ محمد اعظمؒ کی قطبیت کے ثبوت کے لیے کافی ہے، کیونکہ کائنات کا یہ خاصہ ہے کہ وہ قطب کی طرف رجوع کرتی ہے، اسے دوسرے اولیاء سے سروکار نہیں ہوتا، اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰه حضرت شیخ محمد اعظمؒ کے خلیفہ حضرت شیخ میاں داد رحمۃ اللہ علیہ افغانستان میں رہتے تھے جن کے ہزاروں مرید تھے۔ عجیب وغریب حالات رکھتے تھے۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے پابند تھے۔ کئی لوگ ان کے خلیفہ ہوئے ہیں۔[۲۷]

(۲) حضرت شیخ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے ہیں، اشفاق و اخلاق سے آراستہ، ہمت اور غریب کی دستگیری میں بے نظیر تھے، خوش الحان حافظ قرآن اور صاحب معنی واسرار تھے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے میدان کے مرد جوان تھے، کہتے ہیں کہ انھیں اپنے والد بزرگوار (شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ) سے ''حقیقت قرآنی'' کی بشارت ملی تھی۔ آپؒ اپنے خاندان کے اکثر افراد جو دیہات میں رہتے تھے، کی قسم قسم کے شیریں و مزیدار کھانوں سے دعوت کیا کرتے تھے اور اہل رجوع جو خدام ہوتے، بڑے شوق سے اس دعوت میں شرکت کرتے تھے۔ آپ نے ۴۳ سال کی عمر میں ۱۱۱۶ھ/ ۰۵-۱۷۰۴ء میں رحلت فرمائی اور اپنے والد گرامیؒ کے روضہ میں گنبد کے نیچے مدفون ہیں۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَه۔

آپ کے نام حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے تین مکاتیب ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

☆ حضرت محمد معظم رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ محمد حسینؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ حسن اخلاق، ضبط اوقات اور عبادت میں اپنے والد ماجد کے مقلد تھے۔ حضرت محمد صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما سے ارادت رکھتے تھے اور سلوک حضرت محمد صدیق بن حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما سے حاصل کیا تھا اور شریعت و طریقت پر کاربند تھے۔ ان کی اولاد میں ایک صاحبزادی حضرت مسماۃ بی بی اللہ رکھی رحمۃ اللہ علیہا تھیں جو محمد محفوظ بن نور الاحد تحیویؒ سے منسوب تھیں۔

☆ حضرت شیخ محمد مسیح رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ محمد حسینؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے، جو والد گرامی سے بیعت

تھے۔ صلاحیت وتقویٰ میں بے نظیر تھے، دنیا سے لاولد گئے۔ [۳۷]

☆ حضرت ہاجرہ رحمۃ اللہ علیہا: حضرت شیخ محمد حسینؒ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ میر بن نورالقدس سعیدیؒ سے منسوب تھیں۔

☆ حضرت عاتکہ رحمۃ اللہ علیہا: حضرت شیخ محمد حسین کی چھوٹی صاحبزادی تھیں جو رفیع القدر بن محمد عیسیٰؒ سے منسوب تھیں۔ [۴۷]

(۳) حضرت شیخ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ واقف اسرار لاریب تھے، مکارم اخلاق سے آراستہ تھے۔

آپ نے اپنے والد گرامی سے سلوک باطنی حاصل کیا اور ان کی مانند صبح وشام خانقاہ شریف پر مراقبہ کرتے تھے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند تھے۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی محبت سے سرشار تھے۔ فرماتے تھے کہ اب حضرت خواجہ (محمد معصومؒ) کی محبت (دلوں میں) باقی نہیں رہی۔ مجھے خود اس لفظ کے اطلاق میں (اپنے بارے میں) تردد ہے، کیونکہ اب قیامت قریب ہے، اس وقت حضرت خواجہ (محمد معصومؒ) کی محبت کی تاب نہیں رہی۔

رمضان المبارک کے آخری دنوں میں جو کہ اعتکاف کا زمانہ ہے، آپ اس خاندان اور دیگر روزہ داروں، خاص کر قرب وجوار کے اصحاب کی دعوت (طعام) کرتے تھے۔

حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ اپنے اس بھتیجے کے بہت سے فضائل بیان فرمایا کرتی تھیں اور ان کے اعلیٰ اخلاق کا تذکرہ بھی کرتی رہتی تھیں۔ سرہند پر سکھوں کے حملہ سے پہلے ۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹ء میں تقریباً پچاس سال کی عمر میں رحلت فرمائی اور اپنے والد بزرگوارؒ کے روضہ منورہ کے گنبد کے نیچے آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَه۔

آپ کے تین صاحبزادے تھے جو بھی صفات حمیدہ سے متصف تھے۔ ان میں سب سے بڑے حضرت شیخ محمد عیسیٰؒ جو فاضل اور جودت طبع رکھنے والے شاعر تھے۔ دوسرے خواجہ محمد

عباسؒ جو اپنے والد بزرگوار کے مرید، نہایت صالح و پرہیزگار تھے۔ جو شخص ان کی مجلس میں بیٹھتا، ان پر فریفتہ ہو جاتا، ان کی اولاد میں ایک صاحبزادے تھے جن کا نام خواجہ محمد الیاسؒ تھا، جن کی بیٹی اعزالنساءؒ سید گاہؒ سے منسوب تھیں۔

حضرت شیخ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیوں سے ایک خیرالنساءؒ جو محمد معاذؒ سے منسوب تھیں اور دوسری کا نام رضیہؒ اور تیسری ام ہانیؒ تھیں۔ [۵۷]

(۴) حضرت شیخ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ سلوک باطنی اپنے بھائی حضرت شیخ محمد اعظمؒ سے حاصل کیا۔ علم، حلم، فضل اور بذل میں مستثنیٰ تھے، قابلیت نہایت اعلیٰ تھی۔ شریعت و طریقت پر کاربند تھے۔ ان کی اولاد میں تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ [۶۷]

(۵) حضرت شیخ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پانچویں صاحبزادے تھے۔ اپنے گرامی قدر چچاؤں کے مرید تھے۔ شریعت و طریقت پر خوب کاربند تھے۔ ان کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے کا نام فدائی احمدؒ تھا جو نہایت صالح مرد تھے۔ دوسرے صاحبزادے کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ [۷۷]

(۶) حضرت شیخ کلمۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چھٹے صاحبزادے تھے اور آباؤ اجداد کی طریقت کے سخت پابند تھے اور اپنے چچا بزرگوار حضرت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء) سے بیعت کی تھی۔ ان کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے تھے۔

(۷) حضرت محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتویں صاحبزادے تھے اور یہ لاولد فوت ہوئے۔

(۸) حضرت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھویں صاحبزادے تھے اور آپ بھی لاولد فوت ہوئے۔

حضرت خواجہ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی گرامی قدر صاحبزادیوں کے نام مبارک درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت جنت بانو رحمۃ اللہ علیہا: آپ شیخ عمرؒ سے منسوب تھیں۔
(۲) حضرت حبیبہ رحمۃ اللہ علیہا: آپ شیخ محمد حیاتؒ سے منسوب تھیں۔
(۳) حضرت سائرہ رحمۃ اللہ علیہا: آپ محمد جوادؒ سے منسوب تھیں۔
(۴) حضرت شہری رحمۃ اللہ علیہا: آپ عزالدینؒ سے منسوب تھیںؒ۔
(۵) حضرت رفیع النسا رحمۃ اللہ علیہا: آپ قیوم اوّل رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے کے پوتے محمد صالحؒ سے منسوب ہیں۔
(۶) چھٹی صاحبزادیؒ کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ [۸۷]

خلفائے عظام

حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بے شمار لوگوں نے منازل سلوک و مقامات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ طے کیے اور آپ سے کئی حضرات نے اجازت وخلافت کا شرف پایا، ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت خواجہ سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۵ھ/۲۳-۱۷۲۲ء) نے حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ کو آباد کیا اور آپ کی خانقاہ (مبارک) کو نور محمدی سے منور رکھا۔[۹۷] ان کے احوال ومناقب اس کتاب کے باب دوم میں پیش کیے جارہے ہیں۔

(۲) حضرت میاں ابراہیم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے آباؤاجداد سے حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۶۱ھ/۱۲۶۲ھ) کے خاندان کے ارادتمند تھے، ٹھٹھہ (سندھ) میں وارد ہوئے اور ایک بزرگ کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ آپ عرصہ دراز تک سرہند شریف میں بڑی جانفشانی سے حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرتے رہے۔ ان سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ کیا اور اجازت ارشاد کا شرف حاصل کر کے ٹھٹھہ میں پہنچے۔ یہاں مقیم ہو گئے اور طالبان حق کو فیض پہنچایا۔ آپ نے طالبان حق کو اس قدر فیض پہنچایا کہ قلم اسے لکھنے سے قاصر ہے۔

(۳) حضرت مخدوم ابوالقاسم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت میاں ابراہیم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت کا شرف پایا اور آپ کے نامدار

خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ سے سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ نے خوب ترویج وترقی پائی۔ آپ اپنے علمی وعملی کمالات کی وجہ سے مقتدر ترین صاحب حال وقال قرار پائے اور ایک دنیا کو فیض پہنچایا۔ آپ کی صحبت گمراہوں کو شاہراہ ہدایت پر لے آتی تھی۔ آپ کی خدمت سے کتنے ہی بزرگوں نے مقصود حاصل کیا۔ آپ کی کرامتیں اور مناقب حد تحریر وتقریر سے باہر ہیں۔ ان کے ظہور وشہرت کی ایک دنیا گواہ ہے۔

(۴) حضرت مخدوم میاں محمد اشرف نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مخدوم آدم ٹھٹھوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) کے صاحبزادے ہیں اپنے والد بزرگوارؒ اور حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ وکسب کیا تھا۔ ایک جہان کے عقیدتمندوں اور مریدوں کو فیوض وبرکات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے فیض یاب کیا۔ اپنے والد بزرگوار کی رحلت کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے اور بڑی بزرگی وولایت کے ساتھ زندگی بسر فرمائی۔ [۸۰]

(۵) حضرت شیخ شاہ سکندر کابلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ انہوں نے کامل سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو خوب رواج دیا۔ [۸۱]

(۶) حضرت صوفی صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، نہایت صاحب جمال شخصیت تھے۔ جذبہ نہایت قوی تھا۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

(۷) حضرت شیخ ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، صاحب مقامات عالیہ تھے، بہت سے لوگوں نے آپ سے بہت فائدہ حاصل کیا۔

(۸) حضرت شاہ عباس بشتی رحمۃ اللہ علیہ

کابل کے گردونواح میں بشت ایک علاقہ ہے۔ آپ ذات کے سید تھے اور سید (ابی عبداللہ محمد بن) علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۵۵ھ) کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ آپ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ خلافت حاصل کی۔ بشت میں بہت سے لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

(۹) حضرت شاہ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت عزیز الوجود اور بہت زیادہ منکسر المزاج خلیفہ ہیں۔ آپ کے رشد و ہدایت کا سلسلہ وسیع تھا۔[۸۲]

صاحبِ درجات مریدین و فیض یافتہ حضرات گرامی

حضرت خواجہ شیخ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب گرامی میں اپنے بہت سے مریدوں اور عقیدتمندوں کے باطنی احوال و ترقی کا حال لکھتے ہوئے ان کے اسمائے عظام تحریر فرمائے، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ شیخ ظہور اللہ ۲۔ صوفی عبدالغفور
۳۔ حافظ موسیٰ ۴۔ حاجی عبدالرؤف، امام مسجد فتح پوری
۵۔ حافظ عبدالجلیل لنک از شیوخ دہلی شریف ۶۔ ملتفت خان (میر ابراہیم حسین بخشی)

۷-محمد فاضل بن میر محمد عارف منگل کوٹی
۸-محمد صادق افغان
۹-صوفی پاینده
۱۰-صوفی سعداللہ کابلی
۱۱-ملا محمد جان ورسکی (ورسک، نزد مالاکنڈ)
۱۲-ملا عبدالخالق
۱۳-حاجی محمد شریف بخاری
۱۴-ملا محمد سالم
۱۵-نور محمد سرہندی
۱۶-خان سعادت نشان سزاوار خان
۱۷-محمد رضا اور ان کے بیٹے مرزا جمال اللہ بن سعید خان
۱۸-شیخ مخدوم
۱۹-صدیق بیگ
۲۰-سید میر کمال الدین حسین داماد میر ابراہیم مرحوم
۲۱-خواجہ محمد زاہد
۲۲-میاں رفیع الدین
۲۳-محمد حسین
۲۴-ملا قاسم
۲۵-شیخ عرب
۲۶-حاجی احمد
۲۷-خان بیگ
۲۸-حافظ اللہ یار
۲۹-صوفی عبدالغفور
۳۰-شیخ عبدالحمید
۳۱-ملا شاہ حسین
۳۲-حاجی عاشور بلخی
۳۳-شہزادی روشن آرا بیگم بنت شاہجہان
۳۴-شیخ عطاء اللہ سواتی
۳۵-میر محمد ابراہیم مذکور (برادر میر محمد نعمان بدخشی)
۳۶-نواب مکرم خان
۳۷-مرزا محمد میرک
۳۸-خان سعادت نشان محتشم خان
۳۹-شیخ محمد باقر لاہوری
۴۰- حافظ محمد محسن دہلوی (نواسہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی)
۴۱-سلطان عبدالرحمٰن بن نذر محمد بلخی
۴۲-ملا شاہ محمد ساکن پٹنہ
۴۳-میاں شیخ پیر دہلوی
۴۴-حاجی عوض
۴۵-بی بی عرب خانم
۴۶-سید امیر خان

۴۷- حاجی اسد اللہ وزیر آبادی (از خلفائے حضرت شیخ آدم بنوری)
۴۸- شہزادہ محمد اعظم
۴۹- سید علی عرب عیدروس (مصنف زین العلم)
۵۰- قاضی محمد منیر
۵۱- حافظ مقصود علی (منصب دار)
۵۲- بختاور خان
۵۳- ابن ملا عبد الحق
۵۴- زین العابدین
۵۵- قاضی فضل اللہ
۵۶- میر مرتضی
۵۷- ملا محمد امین حافظ آبادی
۵۸- میاں شیر محمد
۵۹- خواجہ عبد اللہ کولابی
۶۰- حاجی محمد صالح
۶۱- شیخ محمد اولیا بن شیخ آدم بنوری
۶۲- خال بیگ
۶۳- تیمور بیگ
۶۴- شیخ عبد الباقی
۶۵- عاشور بیگ
۶۶- شیخ محمد تھانیسری
۶۷- شیخ بایزید سہارنپوری
۶۸- محمد کاظم بن شیخ حجۃ اللہ
۶۹- شیخ بہاء الدین
۷۰- حاجی محمد یوسف کولابی
۷۱- ملا ابوالحسن
۷۲- میراں سید اسرائیل
۷۳- سید نور محمد بنگالی
۷۴- فرہاد بیگ
۷۵- میاں عطاء اللہ
۷۶- مولانا ابوالقاسم کابلی
۷۷- حافظ جیو
۷۸- حاجی کمال
۷۹- شیخ محمد صادق
۸۰- عبد الواحد کہار
۸۱- میاں نجم الدین سلطان پوری
۸۲- محمد عارف
۸۳- نعمت اللہ درویش
۸۴- رحیم داد افغان
۸۵- ملا ضیاء الدین مصاحب شہزادہ
۸۶- کالا خان افغان
۸۷- حافظ محمود شریف خطیب
۸۸- شیخ عیسیٰ ملتانی
۸۹- میاں حسام الدین ملتان
۹۰- میاں محمد عاقل لاہوری

۹۱-حافظ محمد شفیع ۹۲-شیخ آدم ٹھٹھوی

۹۳-شیخ انس ۹۴-اخوند شاہ مراد

۹۵-سید فتح محمد ۹۶-شیخ عنایت اللہ

۹۷-میر سید شرف الدین حسین (والد گرامی ملا محمد باقر لاہوری و قاضی لاہوری) ۹۸-حافظ عبدالرؤف ٹھٹھوی

۹۹-محمد حامد لاہوری ۱۰۰-شاہ بیگ

۱۰۱-شیخ محمد سلیم ۱۰۲-سید مرزا سرہندی

۱۰۳-میاں شاہ محمد ۱۰۴-میاں نجم الدین سلطانپوری

۱۰۵-حافظ ابوالقاسم ٹھٹھوی، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

مذکورہ بالا حضرات گرامی میں سے بعض ایسے ہیں جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت یافتہ ہیں۔ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین کی باطنی ترقی کے حالات لکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ میرے مریدوں پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ بہت مہربان تھے۔[۸۳]

فصل ہفتم:

مکتوبات سیفیہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے معارف اور کتاب وسنت کی ترویج کے جو کارنامے آپ نے سر انجام دیے ان کی تفصیلات آپ کے مکتوبات گرامی میں جلوہ گر ہیں، نیز یہ اسرار یہ غیبیہ سے لبریز وممتاز ہیں۔

آپ کے ۱۹۰ مکتوبات گرامی کو آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب وجمع کیا تھا، جو پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے مکتوبات سیفیہ کے نام سے کراچی سے طبع کرائے تھے۔ یہ مکتوب گرامی آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے عزیز واقارب و متعلقین کو لکھے تھے، اس میں بیس مکتوبات گرامی عالمگیر کے نام ہیں۔ بطور نمونہ وتبرک چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

مناسبت ارشاد وشان جامعیت

آپ نے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر دہلی شریف تشریف لے جانے کے متعلق اور اپنے حصول درجات کے شکریہ میں حضرت مولانا محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا:

''پہلے سفر میں جبکہ فقیر، سلطان وقت (اورنگ زیب عالمگیر) کی طلب کے بموجب شاہجہان آباد آ گیا، بعض دوستوں کے معاملہ کو اپنے اندازے اور گمان کے مطابق تعین جبی کے اوپر پایا، جب (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں) حاضری کا شرف پایا تو پہلی صحبت میں انہوں نے تصدیق کی اور ذات موہوب سے ان کی ترقی کے معاملہ اور اس سے حصہ پانے کو جو کہ کئی سال سے سربستہ تھا، اوّل اس فقیر سے فرمایا تھا کہ تو ارشاد کے ساتھ

مناسبت رکھتا ہے۔ بار ہا فقیر سے فرماتے تھے کہ جامعیت کی شان تجھ میں معلوم ہوتی ہے، پس جیسا کہ حضرت موصوف قدسنا اللہ سرہ الاقدس نے خبر دی تھی، بحمد للہ سبحانہ، ویسا ہی واقع ہوا اور کبھی فرماتے تھے کہ جو جماعت تجھ سے توجہ لیتی ہے وہ ہماری محتاج نہیں ہے اور مختصر یہ کہ جن عنایات و الطاف کا اس گنہگار روسیاہ نے ان حضرت موصوف سے اپنے اور اپنے دوستوں کے بارے میں مشاہدہ کیا ہے، اس سبحانہ وتعالیٰ کے عظیم احسانات کا اثر ہے، اس لیے ان میں سے تھوڑا سا بیان کیا گیا ہے، اس سے مقصود احسانات الٰہی عز شانہ کا شمار کرنا ہے، نہ کہ دوسروں پر اپنی فضیلت بیان کرنا۔[۸۴]

بادشاہ کی مجلس سکوت (مراقبہ) میں شرکت

ایک دوسرے مکتوب گرامی میں آپ نے حضرت مولانا محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو بادشاہ کے حالات سے آگاہ فرمایا:

"برادر عزیز ارشاد پناہی میاں محمد باقر سلام عافیت انجام قبول فرمائیں، اس جگہ کے حالات بالمشافہ بیان کرنے سے تعلق رکھتے ہیں، مختصر یہ کہ بادشاہ دین پناہ نے ہفتہ کی شب کو جو کہ اس مہینہ کی تیسری رات ہوگی، فقراء کی منزل پر آ کر کھانوں کی قسم سے جو کچھ حاضر تھا، بے تکلف تناول فرمایا اور صحبت (مجلس) طویل رہی اور مجلس سکوت (مراقبہ) بھی واقع ہوئی۔ بقا کے معاملہ کو جو کہ ادراک میں آتا ہے، کامل وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں اور انہوں نے اپنے مبداء تعین کو صفت علم پایا، لطیفہ اخفیٰ میں ایک وسعت اور اس کے ساتھ مناسبت اور صفات کے اصل کے ساتھ ملحق ہونے کے بارے میں ایک مدت سے اظہار کرتے ہیں، شہزادہ سلطان محمد اعظم نے بادشاہ (عالمگیر) کی ترغیب و رہنمائی سے طریقہ عالیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کر لی ہے اور لطائف کے ذکر اور ذکر سلطانی (سلطان الاذکار) کے متعلق ان کے احوال بہت بلند ہیں اور قلب میں ایک وسعت کا پتہ دیتے ہیں، بادشاہ سلامت اس معنی کے شکر کا اظہار کرتے ہیں اور شہزادہ کے احوال کی خبر گیری کرتے ہیں، مختصر یہ کہ امید ہے طریقہ عالیہ کی ترویج مخلصین کی خواہش کے موافق ظاہر ہوگی۔"[۸۵]

مقامات سلف وخلف کی تحقیق کی استعداد

حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سلف اور خلف کے مقامات کی تحقیق کے سلسلہ میں اعلیٰ استعداد رکھتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے دقیق افکار (کی تشریحات) کے سلسلہ میں آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) جیسے نظریات رکھتے تھے۔ آپ کے ایک مکتوب گرامی بنام شیخ پیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے چند سطریں ملاحظہ فرمائیں:

"مخدوما! اس سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) کے اکابر قدس اللہ اسرارہم کی تحریرات میں مرقوم ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے عالی ہے، (اور انہوں نے) نسبت سے حضور و آگاہی چاہی ہے اور جو حضوری ان کے نزدیک معتبر ہے، وہ حضور بے غیب ہے، جس کی تعبیر انہوں نے "یادداشت" کی ہے، پس ان عزیزوں کی عبارت یادداشت، جس کے سمجھنے سے فقیر قاصر رہا ہے، اس کی تفصیل یوں ہے: تجلی ذات حضرت تعالیٰ وتقدس کے ظہور سے عبارت ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ظہور ہے، ملاحظہ اسماء وصفات وشیون واعتبارات سے ہے اور اس تجلی کو تجلی برقی کہا جاتا ہے، یعنی اس لمحہ شیون واعتبارات متحقق ہو جاتے ہیں اور پھر وہ پردۂ شیون واعتبارات میں چھپ جاتے ہیں۔ پس اس مقام کو "تقدیر حضور بے غیب" تصور نہ کیا جائے، حالانکہ اس تجلی کو دوسرے سلاسل کے مشائخ نے "نہایت النہایت" کہا ہے، بے شک یہ حضور دائمی ہوتا ہے اور اسے چھپانا ہرگز قبول نہیں ہے اور اسماء وصفات وشیون واعتبارات بے پردہ ہو کر متجلی ہو جاتے ہیں، لیکن حضور "بے غیبت" چاہتا ہے، اس لیے اس سلسلہ (نقشبندیہ) کے اکابر کی نسبت کو دوسروں کی نسبت جیسا تصور نہ کریں اور ان کو ان سب پر بلا تکلف فوقیت دی جاسکتی ہے، اس قسم کا ظہور لوگوں پر ہوتا ہے، مگر بہت ہی کم:

هنيئاً لا رباب النعيم نيعماً　　وللعاشق المسكين ما يتجرع" [۸۶]

یعنی نعمتوں والوں کے لیے نعمتیں مبارک ہوں اور عاشق مسکین کے لیے وہی مبارک جس کے وہ گھونٹ پی رہا ہے۔

فصل ہشتم:

مناقب اور فیوض وبرکات

مرجع عالم خانقاہ کی بنیاد ڈالنا

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء) تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کی اشاعت اور بانی سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقاصد کی تکمیل (جن میں تعلق مع اللہ کی تجدید، اتباع سنت کا رواج اور ازالہ بدعات و منکرات خاص اہمیت رکھتا ہے) حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلف الرشید اور خلیفہ راشد حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، جنہوں نے اپنے والد ماجد کے حکم سے دارالسلطنت دہلی میں طرح اقامت ڈالی۔ آپ کے ہاتھوں میں اس مرجع عالم خانقاہ کی بنیاد پڑی جس کو بعد میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت روحانی کا مرکز بنایا اور جس کے انوار سے ایک طرف افغانستان وترکستان، دوسری طرف عراق وشام وترکی منور ہوئے اور شاعر کا یہ کہنا حرف بحرف صادق آیا:

چراغ ہفت کشور خواجہ معصوم
منور از فروغش ہند تا روم'' [۸۷]

یعنی ساری دنیا کے چراغ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کی روشنی سے ہندوستان تاروم (سب) منور ہیں۔

بلند قدر علماء، فقہاء اور محدثین کی پیشوائی

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے صاحبزادوں میں حضرت عروۃ الوثقیٰ (خواجہ محمد معصومؒ) کو اور حضرت عروۃ الوثقیٰ (خواجہ محمد معصومؒ) کے صاحبزادوں میں حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے، وہ محتاج تعارف نہیں۔ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ ہی کی اولاد و سلسلہ کے بزرگوں کے ذریعہ ہندوستان میں شریعت و طریقت کو بڑا عروج حاصل ہوا اور تعلیمات اسلامیہ کے رائج کرنے میں جس قدر ان بزرگوں نے جدوجہد کی ہے، اس کی مثال ملنا مشکل ہے، چنانچہ آپ ہی اولاد در اولاد میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی (بن شاہ ابوسعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن شاہ محمد عیسیٰ بن حضرت خواجہ سیف الدین رحمہم اللہ علیہم اجمعین) بھی ہیں، جو بانیان دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہما جیسی عظیم شخصیتوں کے استاد حدیث ہیں اور حضرت مولانا شاہ محمد رفیع الدین دیوبندی ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند بھی حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کے خلفائے کبار میں سے تھے، جن کے خلیفہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے، جو دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی قدس سرہ ''تذکرہ الرشید'' میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''یہ بات مشہور ہے کہ شاہ (عبدالغنی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شاگردوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت مولانا (رشید احمد) گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا (محمد قاسم) نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھی اور مریدوں میں مورد عنایت خاصہ حضرت مولانا المولوی شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرس مدرسہ عالیہ اسلامیہ (دیوبند) تھے۔''

نیز فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا (رشید احمد) گنگوہی قدس سرہ کو حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

(حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی) سے بھی شرف تلمذ تھا (ص ۳۱)۔

اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، صدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور (جن کے خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا ذکریا صاحب مدظلہ العالی ہیں) کو بھی حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ سے سند حدیث حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ "تذکرۃ الخلیل" میں تحریر فرماتے ہیں:

> "حضرت مولانا (خلیل احمدؒ) نے مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں محدث دارالہجرت استاذ الکل حضرت مولانا الشاہ عبدالغنی المہاجر المجددی النقشبندی کو جملہ کتب حدیث کے اوائل سنا کر بالاجمال اور قبولیت دعا عندالملتزم کی بالتفصیل اجازت حاصل کی۔" (ص ۴۴)

نیز حضرت مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الخلیل میں حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کا حضرت مولانا خلیل احمد قدس سرہ کو عطا کردہ اجازت نامہ اور دعا عندالملتزم کی سند کی نقل بھی درج فرمائی ہے۔

حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کی اولاد در اولاد میں حضرت خواجہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، جن کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہ تھے اور ان کے خلفاء میں حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ، بانی دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنو اور حضرت مولانا عبدالحی قدس سرہما، ناظم ندوۃ العلماء، لکھنو بھی تھے، جن کے چشم و چراغ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی ہیں۔ غرضیکہ ہندوستان کے یہ بڑے بڑے دارالعلوم علمی اور روحانی طور پر امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے بالواسطہ فیضیاب ہیں اور انہی بزرگوں کے نخلستان کے خوشہ چین و رہین منت ہیں"۔

شہرہ آفاق مشائخ و عرفاء کے مربی

"نیز سلسلہ طریقت کی بھی بیشمار شاخیں ہیں جو حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے نسبت رکھتی ہیں، خود حضرت خواجہ سیف الدین

رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مخدوم ابوالقاسم ٹھٹھوی نے سندھ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی بہت تبلیغ و اشاعت کی، اگرچہ اس سے قبل حضرت مخدوم آدم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ، جو حضرت عروۃ الوثقیٰ (خواجہ محمد معصومؒ) کے خلفاء میں سے تھے، جنہوں نے سندھ میں اس سلسلہ کی بنیاد رکھ دی تھی۔

آپ (حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ) ہی کے سلسلہ عالیہ میں حضرت مظہر جان جاناں اور حضرت شاہ غلام علی (دہلوی) قدس سرہما بھی تھے، جن کے ایک خلیفہ مولانا خالد رومی قدس سرہ کے ذریعہ بلاد عرب، روم اور شام وغیرہ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، حتیٰ کہ صاحب ردالمختار شرح درالمختار علامہ شامی (رحمۃ اللہ علیہ) جیسی عظیم شخصیت بھی حضرت مولانا خالد رومیؒ کے مرید ہیں۔ نیز حال کے بزرگوں میں حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنی قدس سرہ کی وجہ سے عرب و عجم میں اس سلسلہ عالیہ کو مزید عروج حاصل ہوا، جو مدرسہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل جید عالم و استاد اور حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی نقشبندی مجددی سراجی، مسکین پوری قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے تھے"۔ [۸۸]

دین وملت کی تازگی

حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

آپ کی ہمت احکام شریعت کے نفاذ اور دین وملت کی رونق کے اضافے کا موجب بنی۔ آپ سے ایسے کارنامے سرزد ہوئے کہ دین وملت نے اس سے تازگی پائی۔ بدعت کا نام اور بدعتیوں کا نشان گویا مسلمانوں کے شہروں سے مٹ گیا۔ آپ کا کام اپنے والد بزرگوارؒ کی مکمل پیروی اور اپنے جد عالی قدر کی اقتداء تھا اور اس ارباب ولایت کے قبلہ کی آرزو رسول مختار علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا کا حصول تھا۔ آپ دنیا کو بدبودار مردار سے زیادہ (کچھ) نہیں سمجھتے تھے اور اہل دنیا سے سخت بیزار تھے۔ آپ نے کامیابی کا انحصار آخرت جو کہ دار قرار ہے، کو سمجھا اور بہشت کے پروردگار کی زیارت کا مقام ہونے پر یقین فرمایا۔ [۸۹]

حواشی باب اوّل

۱- محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، لاہور: قادری رضوی کتب خانہ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء، ص ۳۷۴/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۵/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم، کندیاں ضلع میانوالی، خانقاہ سراجیہ: ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، ص ۲۳۷/نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ لاہور: نوری بک ڈپو، ۱۹۷۶ء ص ۴۹۵/ محمد صادق قصوری: تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء، ص ۸۰۴/ صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومیؒ، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ۲: ۴۳۵، ۳: ۳۳۴/ محمد میاںؒ، مولانا سید: علماء ہند کا شاندار ماضی، لاہور: مکتبہ محمودیہ، ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء، ۱: ۳۰۲

۲- زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۵/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، لاہور: قادری رضوی کتابخانہ، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء، ص ۳۷۴/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲/ ۴۳۶، ۳: ۳۳۵

۳- سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/محمد اعظمؒ، شیخ / غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، کراچی: س۔ن، مکتوب ۸۳/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت و عزیمت، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء، جلد ۴: ۳۲۳، ۳۶۳/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۵/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی،

پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۷۵/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۱۴۷/ محمد میاںؒ، مولانا سید: علماء ہند کا شاندار ماضی، ۱:۳۰۲، ۳۰۳/ محمد صادق قصوری: تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، ص ۸۰۴-۸۰۵/ زید، ابو الحسن فاروقی: حضرت مجددؒ اور ان کے ناقدین، دہلی: ۱۹۷۷ء، ص ۳۴۰/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومیؒ ۲: ۴۴۵، ۴۳۷، ۳: ۳۴۱، ۳۳۶

۴- سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ: مکتوبات سیفیہ، مکتوب ۱/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی ۲: ۴۴۲

۵- ایضاً

۶- محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء، ۲: ۳۴۵/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۳۷/ محمد صادق قصوری: تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، ص ۸۰۵/ صفر احمد معصومیؒ، میر محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی ۱/ ۱۵۶-۱۵۷/ مستعد خان ساقی، مآثر عالمگیری، ص ۸۴/ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ / غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ ۱۴۲/ ۱۶۸

۷- محمد مراد القزانی، شیخ: ذیل الرشحات، المطبعۃ المیریہ بمکۃ المحمیہ، ۱۳۰۰ھ، ص ۴۸/ ابو الحسن علی ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت و عزیمت ۴/ ۳۶۱/ محمد احسانؒ، خواجہ/ محمد اقبال فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۲۴۳/ محمد ساقی مستعد خان/ محمد فدا علی طالب: مآثر عالمگیری، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء، ص ۵۷/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۷۶/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۳۷/ محمد

صادق قصوری: تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، ص ۸۰۵/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی ۲/ ۴۳۷،۳: ۳۳۶

۸- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۴: ۳۶۱/ محمد مراد القزانی، شیخ: ذیل الرشحات، ص ۴۸

۹- سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، مکتوب ۲/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۵/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۴: ۳۶۲/ محمد احسانؒ، خواجہ/ محمد اقبال فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیۃ، ۲: ۲۴۳

۱۰- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۴/ ۳۶۲/ محمد معصوم سرہندیؒ، خواجہ/ زوار حسین شاہؒ، سید: مکتوبات معصومیہ، کراچی، ادارہ مجددیہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء، جلد ۳: ۳۰۱، مکتوب ۲۲۰/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۸

۱۱- محمد معصوم سرہندیؒ، خواجہ/ زوار حسین شاہؒ، سید: مکتوبات معصومیہ، ۳: ۳۰۲، مکتوب ۲۲۱/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۸-۱۴۹/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۸-۱۴۹/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۳۸، ۳: ۳۳۶

۱۲- محمد معصوم سرہندیؒ، خواجہ/ زوار حسین شاہؒ، سید: مکتوبات معصومیہ ۳: ۳۰۹-۳۱۰، مکتوب ۲۲۷/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۹-۱۵۰

۱۳- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۳۹، ۳: ۳۳۷/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۷۶/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۲/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۳۷-۲۳۸/ محمد صادق قصوری: تذکرہ نقشبندی خیریہ، ص ۸۰۵۔

۱۴- محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ،۲: ۲۳۵/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۹

۱۵- محمد ساقی مستعد خان/ محمد فدا علی طالب: مآثر عالمگیری، ص ۵۷/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۹/ محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ روضۃ القیومیہ، رکن ۲: ۲۴۵

۱۶- غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، لکھنو، مطبع ثمر ہند، ۱۸۷۳ء ۱: ۶۴۶/ محمد مراد القزانی، شیخ: ذیل الرشحات، ص ۴۸-۴۹/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا: تاریخ، دعوت و عزیمت ۴: ۳۶۲/ محمد صادق قصوری: تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، ص ۸۰۵/ محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲/ ۳۴۶

۱۷- زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۲/ محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، رکن ۲: ۲۴۳۔

۱۸- محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ ۲: ۲۴۴، ۳۴۶۔

۱۹- شبلی نعمانی: مضامین عالمگیر، کانپور: ۱۹۱۱ء، ص ۷۹-۸۳/ Zahırrudin Farooqi: Aurangzeb and his Times, Bambay: 1935, P.106-134/ صفر احمد معصومی، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۳۶، ۳: ۳۳۵/ سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ / غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، ۱۶۱/ ۱۸۸، ۴/ ۱۳

۲۰- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت و عزیمت، جلد ۴: ۳۶۳

۲۱- سیف الدین سرہندی مجددیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ / غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، مکتوب نمبر ۸۳/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۷

۲۲- محمد ساقی مستعد خان/محمد فدا علی طالب: مآثر ی عالمگیری، ص ۶۱/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۱

۲۳- سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/محمد اعظمؒ، شیخ / غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، ۳/ ۱۲

۲۴- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۳۸/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۷/ زید، ابوالحسن فاروقی: حضرت مجددؒ اور ان کے ناقدین، ص ۳۴۰/ محمد صادق قصوری: تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، ص ۸۰۵

۲۵- سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ شیخ: مکتوبات سیفیہ (بالترتیب)، ۷/ ۱۷-۲۰، ۸/ ۲۰-۲۱، ۹/ ۲۱-۲۲، ۱۰/ ۲۲، ۱۱/ ۲۳۔

۲۶- سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/محمد اعظمؒ، شیخ / غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، ۲۴/ ۴۱-۴۴

۲۷- ایضاً، ۳۴/ ۵۴

۲۸- ایضاً، ۴۱/ ۶۴

۲۹- ایضاً، ۶۲/ ۸۸

۳۰- ایضاً، ۷۷/ ۱۱۵-۱۱۶

۳۱- ایضاً، ۳۵/ ۵۵

۳۲- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۳۸-۴۳۹، ۳: ۳۳۷/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۷۸ زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر، دہلی: ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء، ص ۲۳/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۳

۳۳- زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۳/ زید، ابوالحسن فاروقی:

حضرت مجددؒ اور ان کے ناقدین، ص ۲۳۶/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۳۹، ۳: ۳۳۷

۳۴- محمد معصوم سرہندیؒ، خواجہ/ زوار حسین شاہؒ، سید: مکتوبات معصومیہ ۳: ۳۱۷، مکتوب ۲۳۲/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ ۱۵۰-۱۵۱

۳۵- زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۱/ محمد معصوم سرہندیؒ، خواجہ/ زوار حسین شاہؒ، سید: مکتوبات معصومیہ ۳: ۳۱۷، مکتوب ۲۳۲

۳۶- محمد معصوم سرہندی، خواجہ/ عبیداللہؒ، خواجہ (جامع)/ محمد اقبال مجددی (مرتب): حسانات الحرمین، ڈیرہ اسماعیل خان: خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، ۱۹۸۱ء، ص ۱۴۹/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۲

۳۷- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۴۰-۴۴۱، ۳: ۳۳۸-۳۳۹/ سیف الدین مجددی سرہندی، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، ۲۵/ ۴۵، ۱۵۷/ ۱۷۸

۳۸- سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، مکتوب ۱/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۴۱-۴۴۳، ۳: ۳۳۹-۳۴۰

۳۹- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۴۳-۴۴۴، ۳: ۳۴۰

۴۰- محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۲۸۱-۲۸۲/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد اوّل، مقدمہ، ص ۱۹۹، جلد ۴: تعلیقات وتوضیحات، ص ۱۶۵، ۱۶۶

۴۱- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۴۵، ۳: ۳۴۱

۴۲- محمد مراد القزانی، شیخ: ذیل الرشحات، ص ۴۸، ۴۹/ ابوالحسن علی ندویؒ،

مولانا: تاریخ دعوت و عزیمت، ۴: ۳۶۳/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء، ص ۳۵۰/ غلام علی دہلویؒ، شاہ: احوال بزرگان قلمی مخطوطہ، مملوکہ جناب جی معین، لاہور، ورق ۱۷۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۳۸/ محمد صادق قصوری: تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، ص ۸۰۵/ محمد میاںؒ، مولانا سید: علماء ہند کا شاندار ماضی، ۱: ۳۰۸/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۱: ۶۴۷

۴۳- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۴۶، ۳: ۳۴۲

۴۴- محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۲۴۵، ۳۴۶

۴۵- ایضاً، ص ۳۴۶

۴۶- زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۴/ محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۳۴۶

۴۷- ایضاً

۴۸- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۴۵، ۳: ۳۴۴، ۳۴۵/ زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر، ص ۶۵، ۶۶/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۵۵/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۳۸/ محمد صادق قصوری: تذکرہ خیریہ، ص ۸۰۵

۴۹- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۴۴، ۳: ۳۴۰، ۳۴۱/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۴/ زید، ابوالحسن فاروقی: حضرت مجددؒ اور ان کے ناقدین، ص ۲۳۶

۵۰- زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۳/ زید، ابوالحسن فاروقی: حضرت مجددؒ اور ان کے ناقدین، ص ۲۳۸

۵۱- غلام علی دہلویؒ، شاہ/محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری ۳۴۹۔

۵۲- زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۵/محمد احسانؒ، خواجہ/اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۳۴۷

۵۳- صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۴۷، ۳: ۳۳۶

۵۴- ایضاً، ۲: ۴۴۵، ۴۴۶، ۳: ۳۴۲

۵۵- ایضاً، ۲: ۴۴۷، ۳: ۳۴۲

۵۶- ایضاً، ۲: ۴۴۷-۴۴۸، ۳: ۳۴۲-۳۴۳۔

۵۷- ایضاً، ۲: ۴۴۸، ۳: ۳۴۳۔

۵۸- ایضاً، ۲: ۴۴۸، ۳: ۳۴۳

۵۹- ایضاً، ۲: ۴۴۹، ۳: ۳۴۴

۶۰- محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۱/محمد احسانؒ، خواجہ/اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۳۴۷۔

۶۱- محمد احسانؒ، خواجہ/اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۳۴۷

۶۲- محمد میاںؒ، مولانا سید: علماء ہند کا شاندار ماضی، ۱: ۳۰۶

۶۳- محمد امین بدخشیؒ/معین نظامی (مترجم): مناقب الحضرات، آزاد کشمیر، خانقاہ فتحیہ، ۲۰۰۲ء، ص ۳۶۲

۶۴- صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۴۸-۴۴۹، ۳: ۳۴۳/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہؒ، ص ۱۵۵/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۳۹

۶۵- محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۲/زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۵-۱۵۶/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۳۹

۶۶- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی،۲: ۴۵۲،۳: ۳۴۶

۶۷- ایضاً،۲: ۴۵۳،۳: ۳۴۶

۶۸- زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۶/ محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ،۲: ۳۴۷

۶۹: محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ،۲: ۳۴۵، ۳۴۷/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی،۲: ۴۵۳، ۳: ۳۴۶/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۱: ۶۴۷/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۶/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۲/ رحمٰن علیؒ، مولوی/ محمد ایوب قادریؒ: تذکرہ علمائے ہند، کراچی: ۱۹۶۱ء، ص ۲۳۰/ عبدالحی حسنیؒ: نزہۃ الخواطر، حیدر آباد دکن: دائرۃ المعارف عثمانیہ، ۱۹۶۲-۱۹۷۰ء، ۵: ۱۶۰/ زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر، ص ۶۴/ احمد ابوالخیر مکیؒ: ہدیہ احمدیہ، کانپور: مطبع انتظامی، ۱۳۱۳، ص ۷۰/ محمد مراد تنگ کشمیریؒ: تحفۃ الفقراء، قلمی مخطوطہ مملوکہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ص ۱۹/ محمد حسن جان مجددیؒ: انساب الانجاب، ٹنڈو سائیں داد (سندھ)، ۱۳۴۰ھ، ص ۳۴/ فضل اللہ مجددی قندھاریؒ: عمدہ المقامات، ٹنڈو سائیں داد (سندھ): ۱۳۵۵ھ، ص ۲۹۴، ۳۹۲/ محمد میاںؒ، مولانا سید: علماء ہند کا شاندار ماضی، ۱: ۳۰۸/ محمد صادق قصوری: تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، ص ۸۰۶

۷۰- غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۱: ۶۴۷

۷۱- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۵۳، ۳: ۳۴/ زوار حسین شاہؒ سید: انوار معصومی، ص ۱۵۶/ نذیر احمد نقشبندی مجددی حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۳۹/ زید، بوالحسن فاروقی:

حضرت مجددؒ اوران کے ناقدین، ص ۲۴۰

۷۲- محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۳۴۸-۳۴۹/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی ۲: ۴۵۴-۴۵۵، ۳: ۳۴۷-۳۴۸/ فضل اللہ مجددی قندھاریؒ: عمدہ المقامات، ص ۳۹۴/ محمد حسن جان مجددیؒ: انساب الانجاب، ص ۳۵/ احمد ابوالخیر مکیؒ: ہدیہ احمدیہ، ص ۱۷/ عبدالحی حسنیؒ: نزہۃ الخواطر، ۶: ۲۷۶/ زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر، ص ۶۸/ سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، ۱۷۶/ ۲۰۰، ۱۷۷/ ۲۰۰/ عبدالحی حسنیؒ: الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، دمشق: مجمع العلمی، ۱۹۵۸ء، ص ۱۵۱/ محمد اسحاق بھٹی: علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۵ء، ص ۱۶۹

۷۳- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۵۶، ۳: ۳۴۸/ محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۳۴۹

۷۴- محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضہ القیومیہ، ۲: ۳۴۹

۷۵- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۵۶-۴۵۷، ۳: ۳۴۸-۳۴۹/ محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۳۴۸، ۳۴۹

۷۶- محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۳۴۹

۷۷- ایضاً، ص ۳۵۰

۷۸- زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۸/ محمد احسان، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۳۴۸-۳۵۱

۷۹- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت ۴: ۳۶۳

۸۰- علی شیر قانع ٹھٹھوی، میر/ خضر نوشاہی، ڈاکٹر سید: تذکرہ معیار سالکان

طریقت، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارس ایران و پاکستان اسلام آباد، و: ادارہ معارف نوشاہیہ، ۲۰۰۱ء، ص ۶۴۳/ علی شیر قانع ٹھٹھوی، میر/ امیر احمد، مخدوم، و: نبی بخش بلوچ، ڈاکٹر (تصحیح و حواشی)/ اختر رضوی (مترجم): تحفۃ الکرام، جامشورو سندھ: سندھی ادبی بورڈ، ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۷، ۱۱۳/ زوار حسین شاہؒ، سید: نوار معصومیہ، ص ۱۵۷

۸۱- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۵۵، ۳: ۳۴۸

۸۲- محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۳۵۱

۸۳- محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد ۴، تعلیقات و توضیحات، ص ۲۴۳-۲۴۵/ سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظم شیخ/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ ۱۴۱/ ۱۶۶/ علی شیر قانع ٹھٹھوی، میر/ خضر نوشاہی، سید ڈاکٹر (تصحیح و مقدمہ و تحشیہ): تذکرہ معیار سالکان طریقت، ص ۶۴۳

۸۴- سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظم، شیخ/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، مکتوب ۲۵/ زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۶

۸۵- زوار حسین شاہؒ، سید: خواجہ/ انوار معصومیہ، ص ۱۵۰/ سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، مکتوب ۱۴۲

۸۶- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۵۱، ۳: ۳۴۵/ سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ مکتوب ۶۴

۸۷- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت و عزیمت، ۴: ۳۶۰-۳۶۱

۸۸- زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۶-۱۵۸

۸۹- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۳۶، ۳: ۳۳۵

باب دوّم:

احوال ومناقب

رئیس الزاہدین وفخر المتقین

سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۱ ذی قعدہ ۱۱۳۵ھ/ ۱۳/ اگست ۱۷۲۳ء)



ز نسیم جان ندایت دل مردہ زندہ گردد
زکدام باغے اے گل کہ چنین خوش است بویت

ولے چوں شہ مرا برداشت ز خاک
سزد گر بگزرانم سر ز افلاک

من آن خاکم کہ ابرِ نو بہاری
کند ز لطف برمن قطرہ باری

اگر بر روید از تن صد ز بانم
چو سوسن شکرِ لطفش کے توانم

سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ ظاہری و باطنی علوم کے ماہر، فقیہ کامل اور عارف اکمل تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں محی السنۃ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) اور حضرت شیخ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۷ھ/ ۳۵-۱۷۳۴ء) سے فیض یافتہ تھے۔ سالہا سال ان بزرگوں کی صحبت کا التزام کیا۔ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے مقامات نقشبندیہ مجددیہ طے کرنے کے دوران شروع میں استغراق کا غلبہ رہا، نماز کے وقت افاقہ ہوتا اور ادائیگی نماز کے بعد پھر مغلوب الحال ہو جاتے تھے اور کثرت مراقبہ کی وجہ سے کمر مبارک جھک گئی تھی۔

انتہائے زہد کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی سے کتاب مستعار لیتے تو تین روز تک اس کا مطالعہ نہ فرماتے کہ مالداروں کی صحبت کی ظلمت غلاف کتاب کی مانند چپک جاتی ہے۔ اکل حلال کا شغف انتہائی بلند تھا، اتنے محتاط تھے کہ چند روز کا کھانا اپنے ہاتھ مبارک سے پکا کر محفوظ کرتے اور بوقت احتیاج اس سے کچھ تناول فرما لیتے تھے۔ ورع و تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔

حسن خلق میں ارفع و بلند شان کے مالک تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں حکمت اور شفقت و ترحم کا پہلو غالب تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور سنت مبارک کی محبت و عقیدت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ادنیٰ ادب کا شک نہ ہوتا تھا، اگر بشری تقاضا سے کبھی کوئی عمل ہوا تو فوراً متنبہ ہو جاتے تھے۔ ایک روز بیٹھے تھے، اٹھنا چاہا تو حاضرین سے پوچھا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کس ہاتھ مبارک کی ٹیک لگا کر اٹھتے تھے؟ جواب نہ ملا تو کتاب منگا کر دیکھی اور پھر سنت

کے مطابق عمل فرمایا۔

کشف صحیح اور ہمت قوی کے حامل تھے۔ بزرگی اور کرامت میں آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ امراء کے کھانے سے اجتناب فرماتے تھے کہ یہ شبہ سے خالی نہیں ہوتا۔ اپنے مخلصین کے لیے خوب ہمت اور دعا کا اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) کو آپ سے اس قدر محبت وعقیدت تھی کہ آپ کا نام مبارک لینے سے ہی آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔

اس باب میں انہی رئیس الزاہدین وفخر المتقین اور مخدوم زمن کا تذکرہ ہے، جنہوں نے دہلی شریف کی فضاؤں کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی روحانیت اور فیوض وبرکات سے مشکبار اور مالا مال رکھا۔

فصل اوّل:

آغاز تعلیم وتربیت تا شرف خلافت واجازت

آپ ظاہری و باطنی علوم کے ماہر، فقیہ کامل اور عارف اکمل تھے۔

تعلیم و تربیت:

آپ نے اٹھارہ برس کی عمر میں حضرت اشرف الاتقیاء محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء) سے ظاہری علوم کی تحصیل و تکمیل کی۔[۱]

تحصیل علم باطنی:

آپ کی باطنی نسبت حضرت شیخ سیف الدین مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) فرزند وخلیفہ عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) فرزند وسجادہ نشین حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کے نواسہ حضرت شیخ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۷ھ/ ۳۵-۱۷۳۴ء) سے بھی مقامات نقشبندیہ مجددیہ طے کیے۔[۲]

خلافت واجازت:

آپ سالہا سال ان بزرگوں کی صحبت میں رہے اور فیوض و برکات حاصل کیے اور بلند مقامات وحالات کا شرف پایا۔ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں مقامات سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے حصول میں مشغول ہوئے تو ابتداء میں پندرہ برس تک ہر وقت مستغرق رہتے تھے۔ حالت استغراق اس قدر قوی تھی کہ صرف نماز کے وقت حقیقت حال میسر آتی تھی اور افاقہ ہو جاتا تھا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد پھر مغلوب الحال ہو جاتے تھے۔ کثرت مراقبہ کی وجہ سے کمر مبارک جھک گئی تھی۔[۳]

فصل دوّم:

فضائل وخصائل

اتباع سنت:

آپ ورع، تقویٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک کے اتباع میں ممتاز تھے۔ ہر وقت کتب سیر و اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پیش نظر رکھتے تھے اور ان کے مطابق عمل فرمایا کرتے تھے۔ ادنیٰ ادب کا ترک نہ ہوتا تھا، اگر بشری تقاضا سے ہو جاتا تو فوراً متنبہ ہو جایا کرتے تھے۔[۴]

احوال باطنی میں قبض وبسط

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف پہلے دایاں پاؤں بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت رکھ بیٹھے تو تین دن تک باطنی احوال میں قبض کی کیفیت جاری رہی۔ اس پر متنبہ ہوئے اور بارگاہ ایزدی میں بہت زیادہ تضرع وزاری کی، جس کے بعد حالت بسط نصیب ہوگئی۔[۵]

کھانے پینے سے احتیاط:

آپ اکل حلال کا اہتمام فرماتے تھے۔ لقمہ میں اس قدر احتیاط فرماتے تھے کہ چند روز کا کھانا اپنے ہاتھ مبارک سے پکا کر اپنے پاس محفوظ رکھ لیا کرتے تھے۔ جب بھوک زور کرتی تو اس میں سے کچھ کھا لیا کرتے تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تیس برس ہو چلے ہیں کہ طبیعت سے غذا کی کیفیت (ومزہ) کا احساس ختم ہو گیا ہے، ضرورت کے وقت جو کچھ ہاتھ لگتا ہے وہی کھا لیتا ہوں۔

آپ ایک وقت میں دو قسم کے کھانے کو بدعت خیال فرماتے تھے اور کمال تقویٰ کی بنا پر اپنے صاحبزادوں میں سے ایک کو گھی دیتے اور دوسرے کو شکر دیا کرتے تھے۔[۶]

امراء کے کھانے سے اجتناب:

آپ امیروں کا کھانا نہیں کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان کا کھانا شبہ سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ ایک روز ایک دنیادار کے گھر سے کھانا آیا تو آپ نے فرمایا: ''اس میں ظلمت معلوم ہوتی ہے''۔ پھر از روئے نوازش حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) سے فرمایا کہ آپ بھی توجہ کریں۔ انہوں نے طعام پر غور کرنے کے بعد عرض کیا کہ کھانا تو وجہ حلال سے معلوم ہوتا ہے، لیکن اس میں ریا کی عفونت آتی ہے۔[۷]

مطالعہ کتب میں احتیاط:

انتہائے زہد کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی دنیادار کے ہاں سے کوئی کتاب مستعار منگاتے تو تین دن تک اس کا مطالعہ نہ فرماتے تھے اور اس کی وجہ یہ بتایا کرتے تھے کہ اغنیاء کی صحبت کی ظلمت کتاب پر غلاف کی مانند چپک گئی ہے۔ گویا جب آپ کی صحبت مبارک سے کتاب کی ظلمت ختم ہو جاتی تو پھر اس کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔[۸]

حسن خلق:

ایک مرتبہ ایک بھنگ فروش نے آپ کے مکان کے قریب اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ بھنگ کی ظلمت سے باطن کی نسبت مکدر ہو گئی ہے۔ آپ کے بااخلاص مریدوں نے جا کر بھنگ فروش کی دکان تباہ کر ڈالی۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ اب تو باطن زیادہ مکدر ہو گیا ہے۔ کیونکہ تم نے میرے لیے خلاف شرع احتساب کر دیا ہے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ تم پہلے اسے نرمی سے سمجھاتے اور توبہ کی طرف راغب کرتے، اگر وہ تائب نہ ہوتا اور کاروبار نہ چھوڑتا تو پھر سختی کی جاتی۔ آپ نے اسے تلاش کرایا اور وہ بڑی مشکل سے آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ آپ نے اوّل اپنے عقیدتمندوں کی طرف سے معذرت کی، جنہوں نے اس کی دکان کو خراب کیا تھا اور پھر اسے کچھ رقم دی۔ اس کے بعد لطف فرماتے ہوئے اسے سمجھایا کہ خلاف شرع پیشہ اچھا نہیں ہوتا، ہمیں شریعت کے مطابق جائز پیشہ اپنانا چاہیے۔ آپ کے اس حسن اخلاق کو دیکھ کر اس نے توبہ کر لی اور پھر اس کا شمار آپ کے مخلصین میں ہو گیا۔[۹]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت:

آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سنت مبارک سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔ ایک روز آپ بیٹھے تھے، چاہا کہ ہاتھ کی ٹیک لگا کر زمین سے اُٹھیں۔ آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس ہاتھ مبارک کو زمین پر رکھ کر اٹھتے تھے؟ جب کتاب دیکھی گئی تو آپ نے سنت کے مطابق عمل فرمایا۔[10]

فصل سوّم:

مناقب و مراتب

بلندی درجات:

حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کو آپ سے بہت محبت تھی۔ صرف آپ کا نام مبارک لینے سے ہی آب دیدہ ہو جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

''افسوس دوستوں نے حضرت سید نور محمد کی زیارت نہیں کی، انھیں دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ایمان تازہ ہو رہا تا تھا۔ اللہ تعالیٰ دنیا پر اپنے ان ارباب کمال حضرات کو قادر بنا دیتا ہے۔''[۱۱]

تصرفات قوی

حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت (سید نور محمدؒ) کے مکشوفات بہت صحیح اور واقعہ کے مطابق ہوتے تھے، بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان ظاہری آنکھوں سے اتنا واضح نہیں دیکھ سکتے، جتنا کہ حضرت دل کی آنکھوں (بچشم باطن) سے دیکھ سکتے ہیں۔ (حضرت) قوی تصرفات کے مالک تھے۔ مخلصین کی حاجت برآری کے لیے بہت ہمت سے کام لیتے تھے۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ کی دعا اور توجہ سے کسی کی مراد پوری نہ ہوئی ہو۔[۱۲]

بری نگاہ کی ظلمت کا اثر

ایک روز ایک مرید آپ کی خدمت میں حاضری کے لیے آ رہا تھا کہ راستہ میں ایک نامحرم پر اس کی نگاہ جا پڑی۔ (جب یہ حاضر خدمت ہوا تو آپ نے) فرمایا کہ تمہارے اندر

ظلمت زنا معلوم ہوتی ہے، شاید نامحرم پر نظر پڑ گئی ہے؟ پھر (آپ نے اس پر) توجہ فرما کر اس ظلمت کو زائل فرما دیا۔ [۱۳]

مراقبہ

ایک روز آپ اپنے پیر و مرشد حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۷ھ/ ۳۵-۱۷۳۴ء) کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں مراقبہ فرمایا تو عالم بیخودی میں معلوم ہوا کہ حضرت حافظ صاحبؒ کا تمام جسم مبارک و کفن درست ہے، مگر پاؤں مبارک کے تلوؤں اور اس مقام کے کفن پر مٹی کا اثر ہے۔ آپ نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا کہ تمہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے وضو کی جگہ پر کسی کا پتھر بغیر اجازت رکھا ہوا تھا کہ جب اس کا مالک آ جائے گا تو اس کے حوالے کر دیں گے۔ ایک مرتبہ اس پتھر پر ہم نے قدم رکھا، اس کی وجہ سے مٹی نے ہمارے پاؤں پر اثر کیا ہے۔ [۱۴]

صرف ہمت

اک دفعہ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری لڑکی کو جن اُٹھا کر لے گئے ہیں۔ میں نے اس کے لیے بڑے اعمال اور تعویذ وغیرہ کیے ہیں، لیکن کوئی نفع نہیں ہوا۔ آپ اس بارے میں توجہ فرمائیں۔ آپ نے دیر تک مراقبہ فرمایا اور بعدازاں ارشاد فرمایا کہ تمہاری لڑکی آ جائے گی، چنانچہ آپ کی توجہ (کی برکت) سے یونہی ہوا۔

پھر اس لڑکی سے پوچھا گیا کہ تو کیسے واپس آئی ہے؟ اس نے بتایا کہ میں ایک صحرا کے اندر تھی کہ کسی بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھر پہنچا دیا۔

بعدازاں کسی نے آپ سے پوچھا کہ حضرت آپ نے دیر تک مراقبہ کیوں فرمایا اور فوراً کیوں نہ فرمایا کہ لڑکی آ جائے گی؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی تھی، اگر میری دعا اور توجہ مؤثر ہو تو میں اس بارے میں ہمت کروں، جب مجھے بذریعہ الہام معلوم ہو گیا کہ تیری ہمت موثر ہوگی تو میں نے کہہ دیا کہ تمہاری لڑکی آ جائے گی۔

آپ کا ہر عمل رضائے خداوندی کے موافق ہوتا تھا۔ سبحان اللہ۔ [۱۵]

نور فراست

ایک مرتبہ دو عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بیعت وطلب طریقہ کا اظہار کیا۔ آپ نے نور فراست سے ان کے عقائد کو بھانپ لیا اور ارشاد فرمایا کہ پہلے اپنے عقائد سے توبہ کرو، پھر اس سلسلہ میں داخل ہو۔ چنانچہ ان میں سے ایک عورت نے آپ کے کمال کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کر لی اور آپ کی بیعت کا شرف پایا، جبکہ دوسری کو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ [۱۶]

کرامت

آپ کے ایک مخلص کو نفسانی خواہش کا غلبہ ہوا تو آپ کی صورت مبارک دونوں کے درمیان حائل ہوگئی۔ عورت نے دہشت زدہ ہو کر فریاد کی اور ایک گوشہ میں پناہ لی اور اس مخلص نے توبہ کی۔ وہ مدت دراز تک مارے شرم کے آپ کی خدمت مبارک میں حاضر نہ ہوسکا۔ [۱۷]

کشف صحیح

یہ درست ہے کہ جو زیادہ متقی ہوتا ہے، اس کا مقام قرب الٰہی اور ولایت میں بھی بلند ہوتا ہے۔ ایک روز آپ کے خادم کو راستہ میں ایک شرابی ملا، جب خادم آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''آج تمہارے باطن سے شراب کی ظلمت معلوم ہوتی ہے، شاید کسی شرابی سے ملے ہو گے؟'' پھر فرمایا کہ فاسق لوگوں کی ملاقات سے نسبت (باطنی) مکدر ہو جاتی ہے۔

اگر کوئی شخص ذکر تہلیل کر کے آپ کے پاس جاتا تو آپ فرما دیتے کہ آج تم ذکر تہلیل کر کے آئے ہو اور اگر کوئی آدمی درود شریف پڑھ کر آپ کے پاس آتا تو آپ اس کو فرما دیتے تھے کہ تم آج درود شریف پڑھ کے آئے ہو۔ [۱۸]

سفر آخرت

آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے بعد ان کی جگہ اور خانقاہ کو نور محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے منور رکھا اور بالآخر قضائے الٰہی سے ۱۱ ذی قعدہ ۱۱۳۵ھ/۱۳/اگست ۱۷۲۳ء کو عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَۃُاللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَہ۔[19]

مزار مبارک:

آپ کا مزار قبرستان پنج پیران جنکپوری، متصل بستی نظام الدین اولیاءؒ (دہلی شریف) میں ایک چار دیواری کے اندر واقع ہے۔[20]

قطعہ تاریخ وصال مبارک

چو در خلد برین گر دید روشن
چراغ پنجتن نور محمد
عجب سال وصالش جلوہ گر شد
ز ''مخدوم زمن نور محمد''[21]
(۱۱۳۵ھ)

فیض روحانی

حضرت محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) بانی تبلیغی جماعت بڑے اہتمام کے ساتھ آپ کے مزار مبارک پر مراقبہ فرمایا کرتے تھے اور روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔[22]

حواشی باب دوّم

۱- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، لاہور: ۱۹۱۹ء، ص ۱۲۷/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۰، ۳۵۳ (حاشیہ)/ محمد یعقوب ضیاء: اکمل التاریخ، بدایوں: مطبع قادری، ۱۳۳۳ھ، ۱: ۴۷ (حاشیہ)/ عبدالحی حسنیؒ، مولانا: نزھۃ الخواطر، ۶: ۳۹۵/ محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، دہلی: اکمل المطابع، ۱۲۸۲ھ، ص ۴۲

۲- نعیم اللہ بہڑائچیؒ، مولانا: معمولات مظہریہ، کانپور: مطبع نظامی، ۱۲۷۵ھ، ص ۱۸/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیا، لکھنو، مطبع ثمر ہند، ۱۸۷۳ء، ۱: ۶۶۴-۶۶۵/ محمد عالم فریدی: مزارات اولیائے دہلی، دہلی: ۱۳۴۶ھ، ص ۹۴/ محمد حسن کرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، لاہور: قادری رضوی کتب خانہ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء، ص ۳۸۲۔

۳- غلام علی دہلویؒ، شاہ: / محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۱/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۰، ۲۴۲/ محمد حسن کرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۲

۴- دانشاہ پنجاب: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور: دانشگاہ پنجاب،

۷ ۱۴۰ھ/ ۷ ۱۹۸ء، ۲۱: ۳ ۲۷/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۱-۲۴۲/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۰/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ، ص ۳۸۲۔

۵- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۱/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۰/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۲۔

۶- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۰/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۲/ محمد حسن کرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۳

۷- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۲/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۳

۸- محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۳

۹- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۱/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۴-۳۸۵

۱۰- عبدالباقیؒ، میر: مآل الکمال، قلمی مخطوطہ، مخزونہ خانقاہ حضرت ملا نسیمؒ نور محل، دیر (ریاست اوچ)۔

۱۱- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۲

۱۲- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۰/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۳۔

۱۴- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۴/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۵/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۱

۱۵- محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۴/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۳

۱۶- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۳/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۴/ نذیر احمد نقشبندی مجددی: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۱

۱۷- محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۷۴/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۳

۱۸- نعیم اللہ بہڑائچیؒ، مولانا: بشارات مظہریہ، لندن: برٹش میوزیم، قلمی مخطوطہ نمبر OR ۲۲۰ (مخطوطات فارسی)، ص ۲۶/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: معمولات مظہریہ، کانپور: مطبع نظامی، ۱۲۷۵ھ، ص ۱۵/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۴/ محمد حسن کیرتپویؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۲۸۳

۱۹- محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، دہلی، اکمل المطابع، ۱۲۸۴ھ، ص ۴۴، نیز ۴۲-۴۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، لاہور: ۱۹۱۹ء، ص ۳، نیز ۱۲۷-۱۳۰/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۴/ عبدالحئی حسنیؒ: نزہۃ الخواطر، ۶: ۳۹۵/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت و عزیمت، ۴: ۳۶۳/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۵ (یہاں غلطی سے سال وصال ۱۱۲۵ھ لکھا ہے)/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۱

۲۰- عطاء الرحمٰن قاسمی: دہلی میں دفن خزینے، لاہور: طیب پبلشرز، اُردو بازار، ۲۰۰۲ء، ص ۲۷۴/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۵۔

۲۱- غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۳۷: مخزن ۴: ۲۲۷

۲۲- عطاء الرحمٰن قاسمی: دہلی میں دفن خزینے، ص ۲۷۴۔

باب سوم

احوال و مناقب مظہر انوار الٰہی، مصدر آثار حضور و آگاہی،

قیم طریقہ احمدیہ، محی سنن نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم)،

فرید العصر، شمس الدین، حبیب اللہ

حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱۱۱ یا ۱۱۱۳ھ-۱۱۹۵ھ/۱۷۰۰ یا ۱۷۰۱-۱۷۸۱ء)

خدا در انتظار حمد مانیست
محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا خود مدح گوئے مصطفیٰ بس
محمدؐ حامد حمد خدا بس
منا جاتے اگر باید تواں کرد
بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد
محمدؐ از تو می خواہم خدا را
الٰہی از تو عشق مصطفیٰ را

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ این مقتول را جذ بے گناہی نیست تقصیرے

مظہر انوار الٰہی، مصدر آثار حضور و آ گاہی، قیم طریقہ احمدیہ، محی سنن نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، فرید العصر، شمس الدین، حبیب اللہ میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نسب مبارک اٹھائیس واسطوں سے بتوسط محمد بن حنفیہ، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد عظیم امراء سے تھے اور اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے مالک تھے۔ آپ کے والد گرامیؒ نے جاہ، دولت اور شاہی منصب ترک کر کے فقر و قناعت کی سلطنت اختیار کر لی تھی۔

جن دنوں آپ کے والد مرزا جانؒ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے شاہی امراء میں شامل تھے، اس دوران آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، اورنگ زیبؒ نے آپ کے والد گرامی کے نام کی مناسبت سے آپ کا نام نامی ''جان جان'' رکھا جو رفتہ رفتہ ''جان جاناں'' مشہور ہو گیا۔ شروع ہی سے آپ کی پیشانی مبارک پر رشد و ہدایت کے آثار نمایاں تھے۔ سن تمیز تک اکبر آباد (آگرہ) میں رہے اور بعد ازاں والدین کے ہمراہ دہلی شریف پہنچے۔ تربیت کا آغاز والد گرامیؒ کے ہاتھوں ہوا، جن کی توجہ اور دعاؤں نے آپ کو جملہ علوم و فنون میں ماہر بنایا اور انہوں نے اپنی رحلت کے وقت آپ کو وصیت فرمائی کہ عمر کو بیکار کاموں میں صرف نہ کرنا۔

آپ کو عالم شباب ہی میں درویشوں کی زیارت کا ذوق و شوق دامنگیر ہو گیا تھا اور یوں کئی بزرگوں کی صحبت سے مستفید ہوئے، بالآخر سعادتمندی نے حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۳ء) کی خدمت میں پہنچایا۔ انہوں نے دریافت فرمایا کہ کس لیے آئے ہو؟ عرض کیا کہ استفادہ کے لیے۔ حضرت سید صاحبؒ نے کمال شفقت سے آپ کو

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت فرمالیا۔ مرشد مہربان کی توجہ اوّل ہی سے آپ کے لطائف خمسہ جاری ہو گئے۔ چار برس تک حضرت شیخ کی صحبت میں رہ کر شرف اجازت پایا۔ شیخ کامل نے شفقت و عنایت سے اپنا پیراہن مبارک بطور تبرک و خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

سعادت ازلی نے یاری کاری فرمائی اور آپ نے حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۰ھ/ ۲۸-۱۷۲۷ء)، حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۶ھ/ ۳۴-۱۷۳۳ء) حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) اور حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) سے بھی اخذ و کسب فیوض و برکات کیا۔

آپ کے شیخ و مرشد حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بشارت دی کہ اللہ کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تمہیں نہایت محبت ہے اس کی وجہ سے طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) کی ترویج تم سے ہوگی، جناب الٰہی سے تمہیں شمس الدین کا لقب عطا ہوا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۲ء) اپنے اصحاب کو استفادہ کے لیے آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے اور اپنی تحریرات میں آپ کا بہت احترام و اکرام فرماتے تھے۔ اس باب میں انہی قیم طریقہ احمدیہ، محی سنن نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، شمس الدین اور حبیب اللہ ولی اللہ اور آپ کے خلفائے عظام کے احوال و مناقب درج ہیں۔

فصل اوّل:

نسب مبارک تا تکمیل علوم ظاہری وبعضی کمالات ظاہری وباطنی

نسب مبارک:

آپ علوی سادات میں سے تھے۔ آپ کا نسب مبارک اٹھائیس واسطوں سے بتوسط محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۱ھ/ ۷۹۱ء) امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ شجرہ نسب یوں ہے:

شمس الدین حبیب اللہ مظہر جان جاناں بن میرزا جان جانی بن میرزا عبدالسبحان بن میرزا محمد امان بن شاہ بابا سلطان بن بابا خان بن امیر غلام محمد بن امیر محمد بن خواجہ رستم شاہ بن امیر کمال الدین جوانمرد (جن کا نسب انیس واسطوں سے محمد بن حنفیہ کے توسط سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے)۔[1]

آپ نے خود لکھا ہے:

> ''اس خاکسار کا نسب ۲۸ واسطوں سے محمد بن حنفیہؓ کے توسط سے بیابان کبریا کے شیر (حضرت) علی مرتضیٰ علیہ التحیہ تک پہنچتا ہے۔''[2]

امیر کمال الدینؒ:

آپ کے آبائے کرام عظیم امراء میں سے تھے۔ آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ امیر کمال الدین آٹھویں صدی ہجری میں کسی تقریب سے ترک وطن کر کے طائف سے ترکستان آئے تھے۔ انہوں نے اس علاقہ کے حاکم کی لڑکی سے جو قبیلہ الوس قاقشالاں کا سردار تھا، شادی کر لی۔ حاکم کی نرینہ اولاد نہیں تھی، اس لیے حکومت کا تعلق ان (امیر کمال الدین) سے ہوگیا۔[3]

محبوب خان اور بابا خان:

نصیر الدین ہمایوں بادشاہ مغل (۱۵۳۰-۱۵۵۶ء) نے جب ہندوستان کی مملکت سوری افغانوں سے واپس لی تو اس خاندان کے دو بھائیوں، محبوب خان اور بابا خان کو جو تین واسطوں سے امیر کمال الدین کی اولاد سے تھے، ہمراہ لایا۔ ان دونوں کے حالات عہد اکبری کی تواریخ میں ملتے ہیں اور ان بزرگوں کا مادری نسب امیر صاحبقراں (تیمور) تک پہنچتا ہے۔ حضرت مظہر جان جاناںؒ کا نسب صرف چار واسطوں سے بابا خان پر منتہی ہوتا ہے۔ بابا خان نے عہد اکبری میں بغاوت کی تھی، جس کے جرم کی سزا میں حضرت مظہر جان جاناںؒ کے والد صاحب مرزا جان کم منصبی کا شکار رہے۔ انہوں نے عمر کا زیادہ حصہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی خدمت میں گزارا۔

آخر ترک دنیا کی دولت کا اعزاز وافتخار حاصل ہوا اور انہوں نے طریقہ قادریہ کے ایک خلیفہ شاہ عبدالرحمٰن دہلوی قادری نوشاہیؒ (زندہ در ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) سے استفادہ کیا اور ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء میں وصال فرمایا۔[۴]

حضرت مظہر جان جاناںؒ کے آبائے کرام اوصاف حمیدہ اور پسندیدہ خصائل کے مالک تھے۔ مروت، عدالت، شجاعت، سخاوت اور کمال دین داری کی وجہ سے معروف تھے۔

امیر عبدالسبحان:

آپ کے اجداد میں سے امیر عبدالسبحانؒ جو کہ دو واسطوں سے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کے نواسے تھے، ظاہری جاہ وشوکت کے باوجود طریقہ چشتیہ میں ان کے احوال خوب تھے۔ سحر خیز تھے اور ان کی آنکھیں محبت الٰہی کی وجہ سے اشک ریز رہتی تھیں۔ لوگوں کو مرید کرتے تھے اور ان کے تمام متوسلین ذاکر اور تہجد گزار تھے۔[۵]

دادی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا:

آپ کی دادی صاحبہؒ، اسد خان وزیر کی دختر تھیں جو اوصاف کاملہ میں بے نظیر تھیں اور انہوں نے آپ کے دادا بزرگوار کی صحبت کی وجہ سے مذہب اہل سنت والجماعت اختیار کرلیا

تھا۔ انھیں واردات الٰہیہ کا اتنا بڑا حصہ ملا تھا کہ جمادات کی تسبیح سنا کرتی تھیں اور محبت خداوندی کے ذوق وشوق میں اپنے شوہر کی مثل سرشار تھیں۔ علم ظاہری سے بھی بہرہ ور تھیں اور مثنوی مولانا رومؒ کا درس دیا کرتی تھیں۔[۶]

والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کے والد بزرگوار میرزا جانؒ نے جاہ، دولت اور شاہی منصب ترک کر کے فقر و قناعت کی سلطنت اختیار کر لی تھی اور اپنے اسباب جاہ و حشم راہ مولیٰ میں فقراء میں تقسیم کر دیے۔ صرف پچیس ہزار روپے اپنی لڑکی کی شادی کے لیے رکھ لیے، لیکن جب انہوں نے سنا کہ ان کے دوستوں میں سے کسی کو رقم کی اشد ضرورت ہے، تو وہ تمام رقم اس کو دے دی۔ کمالات انسانی اور اخلاق رحمانی میں یگانہ روزگار تھے۔ وفا و حیا اور شکر و صبر آپ کے اوصاف حمیدہ تھے۔

ایک مرتبہ انہوں نے اپنے گھر میں کدو کی بیل لگائی تو ایک کنیز نے کہا کہ آپ تو توکل کے مدعی ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ کدو کی بیل بھی لگائی ہے۔ کیا دل میں یہ خیال تو نہیں ہے کہ فاقہ کے وقت اس کے پتے و جڑیں کھالیں گے؟ ایسا کرنے سے آپ نے اسباب پر اعتماد کیا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار نے اس لونڈی کی بات کو تعلیم الٰہی جانتے ہوئے کدو کی بیل کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور گوشہ نشینی و تنہائی اختیار کر لی اور یاد خدا ہی کو دونوں جہانوں کا شرف سمجھتے ہوئے حضرت شاہ عبدالرحمٰن قادری نوشاہیؒ سے طریقہ قادریہ حاصل کیا، جو اپنے قوی جذبات اور تصرفات جلی کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے اور ان کی صحبت کی برکت سے بلند حالات پر فائز ہوئے اور اپنے اوقات کو ذکر و اطاعت و تلاوت سے معمور کیا۔ ایک بار ان کے پیر نے آم کھائے جو کھٹے تھے، اس لیے انہوں نے اسے زمین پر تھوک دیا۔ آپ کے والد بزرگوار نے راسخ عقیدت سے اپنی نزاکت و مرزائیت کو ترک کرتے ہوئے اپنی زبان سے مٹی ملا ہوا آم کا شیرہ زمین سے اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ اس عمل خاکساری کی برکت سے ان پر خوب کیفیت طاری ہوئی۔

آپ کے والد بزرگوار میرزا جانؒ نے ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء میں رحلت فرمائی۔

آپ کے والد بزرگوارؒ متعدد علوم کے ماہر تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (م۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) فرماتے ہیں کہ (حضرت شاہ عبدالرحیمؒ، والد محترم حضرت شاہ ولی اللہؒ کے استاد) میرزا محمد زاہدؒ کہا کرتے تھے: "میرزا جان کی تقریر، میری جان ہے۔"

آپ کے والد بزرگوارؒ کو شعروشاعری سے بھی لگاؤ تھا اور جانی تخلص کرتے تھے۔ ان کا کلام تذکروں میں نہیں ملتا اور ان کے صرف دو شعر حضرت میرزا مظہر جان جاناںؒ کی بیاض خریطہ جواہر میں درج ہیں، جو یہ ہیں:

نے صبر و نے قرار و نے امید وصل یار
چون من کسی بکام دل روزگار نیست
خون شد دل خدنگ تو تا از تو دردمند
آن نیز رفتہ رفتہ بہ پہلوئے ما نشست

آپ کے والد بزرگوارؒ خوبان روزگار میں سے تھے۔ ان کے عہد کے اکثر امراء وسلاطین ان کے عادات واطوار کو سند وحجت مانتے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے لشکر میں صرف چند اشخاص ہی اس مرتبہ کے تھے اور میرزا جانؒ ان سب کے مقتداء تھے۔ کشتی وتیراندازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ فن کشتی میں ان کے بیشمار شاگرد تھے۔ ان کے تین لطائف، معمولات مظہریہ (ص ۱۱-۱۴) میں محفوظ ہیں۔ [۷]

والدہ ماجدہ:

آپ کی والدہ ماجدہؒ ایک شریف گھرانے سے تھیں۔

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت باسعادت بروز جمعۃ المبارک ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۱ یا ۱۱۱۳ھ کو کاشانہ حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ میں فجر کے وقت ہوئی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کے والد بزرگوارؒ آگرہ کی طرف جارہے تھے کہ موضع کالا باغ (حدود مالوہ) میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ مولانا نعیم اللہ بہرائچیؒ

''اور حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے ۱۱۱۱ھ اور ۱۱۱۳ھ دونوں سنین دیے ہیں لیکن مولانا نعیم اللہؒ نے ۱۱۱۱ھ کو ترجیح دی ہے۔ آپ نے اپنی ولادت کے تین مختلف سنین ۱۱۱۰، ۱۱۱۱ اور ۱۱۳۰ھ لکھے ہیں۔ آپ نے اپنے مکتوب (اوّل) میں جو اپنے حالات لکھے ہیں اس میں اپنی ولادت ۱۱۱۳ھ لکھی اور اپنے والد گرامیؒ کا سال وفات ۱۱۳۰ھ لکھا ہے اور یہ کہ ان کی وفات کے وقت میری عمر ۱۶ برس تھی۔ آپ کے والد ماجد کی تاریخ وفات اور اس وقت آپ کی عمر مبارک ۱۶ سال ہونے پر تذکرہ نگار متفق ہیں۔ یوں آپ کی تاریخ ولادت ۱۱۱۳ھ صحیح تر ہے۔ اس سلسلے میں حافظ محمود شیرانی مرحوم کا خیال ہے کہ آپ کی ولادت ۱۱۰۹ھ اور ۱۱۱۳ھ کے درمیان ہوئی۔

نام نامی:

آپ کے والد ماجدؒ اورنگ زیب عالمگیرؒ بادشاہ کے شاہی امراء میں شامل تھے اور ان کا نام نامی مرزا جان تھا۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ نے اسی مناسبت سے آپ کا نام ''جان جان'' رکھا کہ بیٹا باپ کی جان ہوا کرتا ہے۔ بعد ازاں ''جان جان'' سے آپ کا نام رفتہ رفتہ ''جان جاناں'' مشہور ہو گیا۔

آثار عظمت:

شروع ہی سے آپ کی پیشانی مبارک سے رشد و ہدایت کے آثار عیاں تھے اور فہم و ذکا کے انوار آپ کی جبیں مبیں سے درخشندہ تھے۔ ارباب فراست آپ کی علو فطرت کا مشاہدہ کر کے کہتے تھے کہ آپ اہل کمال کے سردار ہوں گے اور عقلمندوں پر سبقت لے جائیں گے۔ [۸]

تعلیم و تربیت:

آپ سن تمیز تک اکبر آباد (آگرہ) میں رہے اور بعد ازاں والدین کے ہمراہ دہلی شریف آ گئے۔ جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو آپ کے والد گرامی نے آپ کی تعلیم کا خود ذمہ لیا اور آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا اور کم سنی کے باوجود آپ کو تقسیم اوقات کی تاکید کرتے تھے، نیز کہتے کہ وقت عزیز اور عمر شریف کا کوئی بدل نہیں ہے، اسے بے جا خرچ نہیں کرنا چاہیے۔ آپ نے فارسی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ قاری عبدالرسولؒ سے قرآن مجید پڑھا اور

علم تجوید وقرأت کی سند بھی انہی سے لی۔ مروجہ علم معقول ومنقول کی تحصیل اس وقت کے علماء سے کی اور علم فقہ حدیث میں حظ وافر اور کتب سیر وتاریخ میں بہرہ کامل حاصل کیا۔

آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم وتربیت کی طرف بڑی توجہ کی۔ آداب شاہی، فنون سپاہ گری اور صنائع ہنروری سکھائے تاکہ امیر بنیں تو ارباب ہنر کی قدر کریں اور فقر وترک دنیا اختیار کریں تو اہل پیشہ وہنر کی حاجت نہ ہو۔ نیز فنون بینک اور پٹہ کے استعمال میں چودہ سال صرف کر کے مہارت تامہ حاصل کی۔

اس طرح آپ نے ہر ہنر میں مہارت پیدا کی۔ ہر پیشہ کے ہنرور آپ سے اپنے ہنر کی داد لیتے، جو فنکار بھی آپ سے ملتا وہ اپنے فن کا آپ کو استاد تسلیم کرتا۔[9]

تکمیل علوم ودرس وتدریس:

والد ماجد کی وفات (۱۱۳۰ھ) کے بعد آپ نے کئی علوم کی مبسوط کتابیں حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور علم حدیث وتفسیر کی اسناد بھی ان سے حاصل کیں۔ تحصیل علوم کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنا وہ متبرک کلاہ جو انہوں نے پندرہ سال تک اپنے عمامہ کے نیچے پہنا تھا آپ کو عنایت فرمایا۔

تکمیل تعلیم کے بعد عرصہ دراز تک طلبہ کو علم ظاہری پڑھاتے رہے، نسب باطنی کا غلبہ ہوا تو شغل کتاب ترک فرمادیا۔[10]

والد ماجد کی وصیت پر عمل:

آپ فرماتے ہیں کہ میری عمر سولہ سال تھی کہ والد صاحبؒ نے وصال فرمایا۔ آخری وقت میں انہوں نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ اوقات کی اسی طرح حفاظت کرنا اور عمر کو بیکار کاموں میں صرف نہ کرنا، لہٰذا میں نے اپنے اوقات کی تقسیم اسی طرح رکھی، جس طرح کہ والد صاحبؒ نے فرمائی تھی۔[11]

منصب وجاہ سے بے رغبتی:

آپ کے خیر خواہ لوگ دو برس تک اس کوشش میں رہے کہ آپ کو موروثی منصب مل

جائے، لہٰذا وہ ایک روز آپ کو بادشاہ وقت (فرخ سیر) کے دربار میں لے گئے۔ بادشاہ کو اس روز زکام تھا اور وہ دربار میں نہ آیا اور آپ کی اس سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اسی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نے مزار سے نکل کر اپنی کلاہ آپ کے سر پر رکھ دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ شاید یہ بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۵ء) تھے۔ اس واقعہ کے بعد آپ کے دل سے منصب و جاہ کی رغبت ختم ہو گئی۔[12]

فن سپاہ گری میں مہارت تامہ:

آپ کے والد ماجدؒ نے آپ کو وصیت فرمائی تھی کہ حصول کمالات کے لیے تندہی سے کام لینا، لہٰذا آپ نے اسلحہ کے استعمال میں بھی کمال حاصل کیا۔

ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد بادلوں کی تاریکی میں ایک شخص نے آپ پر خنجر سے حملہ کیا۔ جب بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں آپ نے اس کے ہاتھ سے خنجر چھین کر پھر اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس نے آپ پر پھر حملہ کیا۔ آپ نے پھر خنجر چھین کر اسے دے دیا۔ اس طرح اس نے سات مرتبہ کیا۔ آخر اس نے آپ کے پاؤں مبارک پر سر رکھ کر معذرت کی۔

بہادری:

ایک دفعہ ایک مست ہاتھی آپ کے راستے میں آ گیا۔ آپ گھوڑے پر سوار دوسری طرف سے آ رہے تھے۔ فیل بان نے فریاد کی کہ اس سے دور رہیں، کنارہ کشی اختیار کریں۔ آپ کو خیال آیا کہ حیوان سے ڈر کر بھاگنا بڑی نامردی ہے۔ ہاتھی نے غضبناک ہو کر آپ کو اپنی سونڈ میں لپیٹ لیا۔ آپ نے میان سے خنجر نکالا اور اس کی سونڈ پر وار کیا۔ وہ چیخا اور آپ کو دور پھینک دیا اور آپ فضل الٰہی سے سلامت رہے۔

شجاعت:

ایک بار جہاد با شرائط ہوا۔ آپ بھی اس میں شامل تھے۔ جب جنگ کی نوبت تیر و نیزہ تک پہنچی تو امیر لشکر شیخ سرفراز علی خان پوربی کو جو کہ آپ کے قریب کے ہاتھی پر سوار تھا، گمان گزرا کہ آپ خوفزدہ ہیں۔ اسی وقت آپ نے عین معرکہ ایک غزل موزوں کر کے کہی، جسے سن کر وہ متعجب ہوا اور اسے پسند کرتے ہوئے آپ کی شجاعت کا معترف ہو گیا۔[13]

کمالات باطنی:

آپ خود فرماتے ہیں:

''ہم ابھی نو برس کے تھے کہ ہم نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ نے ہمارے حال پر بڑی عنایت فرمائی۔ ان دنوں میں جب کبھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آتا تو حضرت کی صورت مبارک ہمارے سامنے ہوتی۔ ہم نے ظاہری آنکھوں سے حضرت کو بارہا دیکھا ہے اور ہمارے حال پر بہت التفات فرماتے تھے۔''[۱۴]

ایک روز ایک شخص نے آپ کے والد ماجدؒ کے حضور ذکر کیا کہ قدیم صوفیہ وحدت الوجود کے قائل ہیں، لیکن (حضرت) مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے خلاف وحدت الشہود کو ترجیح دی ہے۔ ان مذاکرات کے دوران حضرت مظہر جان جاناںؒ نے دیکھا کہ سورج کی مانند نور ظاہر ہوا ہے اور اس نور میں سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ظاہر ہوئے اور انہوں نے آپ کو یہاں سے اُٹھ جانے کا ارشاد فرمایا۔ آپ نے یہ واقعہ اپنے والد بزرگوارؒ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ممکن ہے تمہیں حضرت مجددؒ کے طریقہ سے فائدہ پہنچے۔

جذبہ اتباع سنت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت زیادہ معتدل مزاج بنایا تھا اور اتباع سنت آپ کی طینت و فطرت میں ودیعت کی گئی تھی۔ ایک مرتبہ آپ اپنے والد ماجدؒ کے ساتھ حضرت شاہ عبدالرحمٰن قادری نوشاہیؒ (زندہ در ۱۱۲۷ھ/۱۷۱۵ء) کی زیارت کے لیے گئے جو آپ کے والد گرامی کے پیر تھے۔ ان سے تاثیرات و کرامات کا ظہور ہوتا تھا لیکن وہ نماز میں تساہل سے کام لیتے تھے، جس کی وجہ سے آپ کے دل میں ان کی محبت نہ رہی۔ کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تارک قابل اقتداء نہیں ہے۔ آپ کو خدشہ تھا کہ آپ کے والد ماجد کہیں آپ کو ان سے بیعت ہونے کے لیے نہ کہیں۔

ایک روز حضرت مظہر جان جاناںؒ نے اپنے والد ماجدؒ سے دریافت کیا کہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن نماز میں تساہل کیوں کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ان پر سکر غالب ہے، اس لیے معذور ہیں۔ آپ نے عرض کیا کہ نماز ادا کرنے کے وقت تو ان پر سکر غالب آ جاتا ہے اور دوسرے امور کے معاملے میں ان پر صحو کا غلبہ ہوتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوارؒ نے جھنجھلا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فہم وذکا اس لیے دیا ہے کہ تم ہمارے پیر پر اعتراض کرو؟

آپ فرماتے ہیں کہ البتہ اس گفتگو سے ہماری ان سے بیعت کا اندیشہ دور ہو گیا۔

والد ماجدؒ کی صحبت کی برکات:

آپ فرماتے تھے کہ میرے والد بزرگوار فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا قدم (یعنی ولادت باسعادت) میرے لیے مبارک ثابت ہوا کہ جس سال تم پیدا ہوئے اسی سال ہم نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی اور فقر وقناعت کی دولت کو اپنایا۔ پس ان (والد ماجد) کی صحبت سے ہماری طبیعت میں ترک وتجرید سے رغبت پیدا ہوئی اور فقر کو دولت مندی پر ترجیح دی۔ [۱۵]



فصل دوّم:

کسب واخذ علوم باطنی

بزرگوں کی زیارت کا شوق وذوق

آپ کو عالم شباب ہی میں درویشوں کی زیارت کا شوق وذوق دامنگیر ہو گیا تھا، لہٰذا جہاں کہیں کسی صاحب کمال کا نام سنتے، زیارت کے لیے حاضر ہو جاتے۔ اس طرح آپ کو کئی بزرگوں کی زیارت وصحبت نصیب ہوئی جن سے آپ نے خوب استفادہ کیا۔

حضرت شیخ کلیم اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

ایک بار آپ حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء) کی خدمت میں پہنچے۔ وہ اس وقت درسِ حدیث میں مشغول تھے اور فرما رہے تھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ رات کے وقت جنات میں سے ایک دیو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا۔ آپؐ نے دعائے حضرت سلیمان علیہ السلام پڑھے بغیر اسے پکڑنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ دیکھیں کہ شیخ اس کی کیا تاویل فرماتے ہیں؟ شیخ کلیم اللہؒ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیخ کے لیے لازم ہے کہ وہ کسی دوسرے کے مرید پر اس کے پیر کی اجازت کے بغیر تصرف نہ کرے۔[۱۶]

حضرت شاہ مظفر قادری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

آپ حضرت شاہ مظفر قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات اور زیارت کی غرض سے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو کسی نے شاہ مظفر قادریؒ سے پوچھا کہ کیا اس وقت بھی ابدال و اوتاد موجود ہیں؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ زمانہ خدا کے دوستوں سے کبھی خالی نہیں ہوتا، جس کسی کو

ابدال کی زیارت کا شوق ہو وہ اس جوان (حضرت مظہر جان جاناںؒ) کو دیکھ لے۔ حضرت مظفر قادریؒ نے اپنی فراست سے یہ بات آپ کے بارے میں فرمائی ورنہ آپ اس وقت کسی سے بیعت بھی نہیں ہوئے تھے۔ [۱۷]

حضرت شاہ غلام محمد موحد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

آپ نے حضرت شاہ غلام محمد موحد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت بھی کی، جن کی خانقاہ صبر و قناعت اور زہد و توکل کے اعتبار سے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مثل تھی۔ [۱۸]

حضرت میر ہاشم جالیسری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

آپ نے میر ہاشم جالیسری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت بھی کی تھی اور ان سے سنا تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ میرے پیر نے پانچ ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا تھا۔

میر ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا کہ تمہاری موت کا وقت قریب ہے اور تمہارا مدفن کشمیر ہے، وہ طی ارض کے بعد کشمیر گئے تو وہاں ان کا انتقال ہو گیا۔ رحمہ اللہ۔ [۱۹]

سلسلہ بیعت

آپ نے چار پیران طریقت سے فیض حاصل کیا، جس کی تفصیل یوں ہے:

حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرنا

سب سے پہلے آپ نے حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۳ء) سے بیعت کی، جو ورع و تقویٰ اور اتباع سنت کی وجہ سے امتیاز رکھتے تھے۔ آپ کی عمر ۱۸ برس تھی کہ ایک روز گھر میں کسی خوشی کے موقعہ پر بہت سے عزیز و اقارب آئے اور کسی نے حضرت سید نور محمد بدایونیؒ کے اوصاف کا تذکرہ کیا۔ آپ سن کر بے اختیار ہو گئے اور اسی وقت حضرت

سید محمد نور بدایوئیؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت سیدؒ نے پوچھا: ''کس لیے آئے ہو؟'' آپ نے عرض کیا کہ استفادے کے لیے۔ اگر چہ حضرت سیدؒ استخارہ کے بغیر کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے لیکن فضل الٰہی سے انہوں نے آپ کو طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے ہاتھ مبارک پر بیعت فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: ''ذرا آنکھیں بند کر کے دل کی طرف متوجہ ہو جاؤ'' اور ساتھ ہی خود توجہ فرمانی شروع کی، چنانچہ اسی پہلی توجہ ہی میں آپ کے لطائف خمسہ جاری ہو گئے۔ پھر پیر و مرشد نے آپ کو گھر جانے کی اجازت عنایت فرمائی۔ دوسرے روز صبح سویرے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا اور معمول کے مطابق چلتے وقت آئینہ میں اپنی صورت دیکھی تو حضرت سیدؒ کی صورت پائی، اس سے محبت و بے اختیاری اور زیادہ بڑھ گئی اور فوراً حاضر خدمت ہو گئے۔[۲۰]

فیوضات طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا وصول

پیر و مرشد کی برکت سے بہت تھوڑی مدت میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے حالات و کیفیات سے باطن معمور ہو گیا، متواتر جذبات حاصل کرنے سے دل غیر کی محبت سے پاک ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کی محبت دل میں گھر کر گئی، کسی کی محبت دل میں نہ رہی، شوق کی بے تابی سے نیند، کھانا اور آرام جاتا رہا۔ ننگے سر اور پاؤں ویرانوں میں گشت کرنے لگے، بھوک کی شدت سے درختوں کے تھوڑے سے پتے کھا لیتے۔ اپنا زیادہ وقت مراقبہ میں گزارتے۔ نگرانی و انتظار میں دل حقیقت الحقائق کی طرف متوجہ رہتا۔ حضور اور احسان لطیفہ قلب کے مطابق حاصل ہو گیا اور ''ان تعبد اللہ کانک تراہ'' (تو اپنے رب کی عبادت یوں کر کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے) کا مرتبہ نصیب ہو گیا۔[۲۱]

اجازت و خلامت کا شرف پانا

آپ چار سال تک حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور سلوک نقشبندیہ مجددیہ ولایت کبریٰ تک حاصل کر چکے تو پیر و مرشد نے آپ کو تعلیم طریقہ کی اجازت

عطا فرمائی، نیز اپنا پیراہن مبارک بھی بطور تبرک وخرقہ خلافت عنایت فرمایا، نیز عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مطابق سنت پر عمل اور بدعت سے بچنے کی وصیت فرمائی۔ ایک روز حضرت سید نور محمد بدایونیؒ نے مکاشفہ کی بنا پر آپ کو بشارت دی کہ آپ کو خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت ہے اس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو شمس الدین حبیب اللہ کا لقب عطا ہوا ہے۔

اس کے بعد حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا اور آپ چھ سال تک ان کے مزار شریف پر حاضر ہوتے رہے اور اس عرصہ میں باطنی ترقی نصیب ہوئی اور سلوک باطن، سیر صفات، شیونات اور اصول سے گزر کر معاملہ "تجلیات اسم ھوالباطن" تک پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں آپ کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات بے انتہا ہیں۔ اس لیے آپ کو اپنی عمر طلب حق میں صرف کرنی چاہیے، قبروں سے استفادہ کرنے کی اجازت نہیں ہے، لہٰذا آپ کو کسی زندہ بزرگ کی خدمت میں جا کر مقامات قرب حاصل کرنے چاہیں۔ اس پر آپ نے بزرگان وقت کی طرف رجوع فرمایا۔[۲۲]

حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

چنانچہ اسی ارشاد کی تعمیل میں آپ نے بزرگان وقت کی خدمت میں رجوع کا عزم فرمایا۔ پہلے حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۰ھ/ ۲۸-۱۷۲۷ء) کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے باطنی وروحانی راہنمائی کی طلب کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کو وقت کا شیخ بننا ہے اور میں آداب طریقت کا زیادہ پابند نہیں ہوں، کبھی سماع سن لیتا ہوں اور کبھی بے جماعت نماز پڑھ لیتا ہوں، لہٰذا آپ کسی اور شیخ کے پاس جائیں۔

چنانچہ آپ حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء)، خلیفہ حضرت حجۃ اللہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء)، نبیرہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ

اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اپنے وقت کے قیوم تھے۔ انہوں نے آپ پر کمال مہربانی فرمائی اور اپنے صاحبزادہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ایسے حضرات جو ظاہری آداب اور باطنی انوار سے آراستہ ہوں، ان سے ملاقات ضرور کرنی چاہیے۔

یہ سن کر حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی قدم بوسی کی۔ حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ ہمارے ہی ہیں لیکن اس طریقہ میں صحبت شرط ہے اور آپ کا مکان یہاں سے دور ہے، ہر روز آ نہیں سکتے اور جو نسبت آپ کو حضرت سید (نور محمد بدایونیؒ) سے پہنچی ہے، وہ ہماری ہی ہے، آپ کو اس کی حفاظت کرنی چاہیے، آپ کے لیے یہی کافی ہے۔[۲۳]

حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ

بعد ازاں آپ حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۶ھ/ ۳۴-۱۷۳۳ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے، جو حضرت حجۃ اللہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے توجہ کے لیے درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ نے بصیرت سے منازل سلوک طے کی ہیں اور آپ کو مقامات کا کشف حاصل ہے اور ہمیں کشف اور مقامات کا علم نہیں۔ اس لیے استفادہ احسن طریقہ سے نہیں ہو سکے گا۔

حضرت مظہر جان جاناںؒ نے فرمایا ہے کہ اگرچہ ظاہری طور پر میں نے حضرت حاجی محمد افضلؒ سے استفادہ نہیں کیا، لیکن حدیث کے درس کے دوران مجھے ان کے باطنی فیوض و فوائد نصیب ہوئے اور میری نسبت کے اظہار میں خوب قوت پیدا ہو گئی۔

آپ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے کئی علوم کی مبسوط کتب پڑھیں، حدیث و تفسیر کی اسناد حاصل کیں۔ تحصیل علوم کے بعد انہوں نے آپ کو اپنی مبارک کلاہ عطا فرمائی جسے آپ نے رات کو گرم پانی میں بھگو رکھا اور صبح املتاس کے گودے سے بھی سیاہ تر اس کا پانی پی لیا، جس کی برکت سے ایسی ذہانت و فطانت نصیب ہو گئی کہ کوئی مشکل کتاب، مشکل نہ رہی۔[۲۴]

حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ

آپ نے حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) سے بھی فیض حاصل کیا جو حضرت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء) بن حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ تھے۔ آپ نے ان سے طریقہ کا فیض حاصل کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے استخارہ کا حکم فرمایا۔ استخارہ سے ''ھوالمراد'' معلوم ہوا۔ پس آپ نے ان کی صحبت کا التزام کیا اور کفش برداری کی خدمت اختیار فرمائی۔ اس خدمت کی برکت سے بہت فوائد حاصل ہوئے اور ہر روز باطنی انوار میں ترقی محسوس ہونے لگی اور نسبت میں وسعت زیادہ ہوگئی۔

حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اسی سال سے زیادہ تھی اور ضعف پیری کی وجہ سے طالبوں کے حال پر توجہ نہیں فرما سکتے تھے۔ صبح کے وقت قرآن مجید کا ایک پارہ تلاوت فرماتے تھے اور طالبین استفادہ کی غرض سے ان کے گرد حلقہ بنا لیتے تھے اور قرآن مجید سنتے رہتے تھے، جس سے ان کو باطنی ترقی نصیب ہوتی تھی۔ [۲۵]

اخذ فیوض و برکات روحانی

حضرت مظہر جان جاناںؒ نے بارہ سال تک حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت مبارک میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کیے اور اپنے حال میں بے شمار عنایتوں کا مشاہدہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مریدوں کے باطنی احوال آپ سے پوچھتے تھے۔ آپ جو کچھ عرض کرتے، وہ اس کی تصدیق فرماتے تھے اور اپنے اصحاب کی تربیت کے لیے آپ کو حکم فرماتے تھے کہ انھیں شریعت و طریقت کے مسائل تلقین کرو۔

حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج مبارک میں غیرت بہت زیادہ تھی، اگر کوئی مرید ان کی اجازت کے بغیر کسی مزار پر بھی چلا جاتا تو اس کی نسبت میں فتور آ جاتا تھا۔ ایک روز حضرت مظہر جان جاناںؒ نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت اس طریقہ میں ترقی کا

دارومدار پیر کی توجہ پر ہے اور اس بارہ سال کے عرصہ میں حضور نے ایک ہی مرتبہ توجہ سے سرفراز فرمایا ہے اور فقیر کو ہمیشہ اس سعادت کی آرزو رہتی ہے۔ آپ کی اس جرأت سے حضرت حافظ صاحبؒ نہایت ناراض ہوئے، جس سے آپ کے ظاہر و باطن میں بہت بڑی تبدیلی پیدا ہوگئی، یہاں تک کہ آپ بیمار ہو گئے اور تین ماہ تک بیمار رہے۔ جب ایک روز حضرت حافظ صاحبؒ آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے، تو تب صحت ہوئی اور نسبت بحال ہوگئی۔ [۲٦]

حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ

بعد ازاں حضرت مظہر جان جاناںؒ حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱٦۰ھ/ ۱۷۴۷ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے، جو حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) نبیرہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ سات سال تک ان سے کسب فیض کیا اور کمالات ثلاثہ اور حقائق سبعہ ان سے اخذ کیے۔ بعد ازاں اوّل سے آخر تک دوسری مرتبہ ایک سال کی سیر مرادی سے تمام مقامات سے گزر ہوا اور ہر مقام کی کیفیات و حالات کو نئی قوت ملی اور مقامات عالیہ مجددیہ میں جو ذکر کی کیفیات ہیں وہ حاصل ہوئیں۔

حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ کی توجہ سے آپ کی باطنی نسبت میں اتنی وسعت پیدا ہوگئی کہ نظر کشفی اس کے ادراک سے عاجز تھی اور تسلیک مقامات طریقہ کی ایسی قوت حاصل ہوئی تھی جس کا اظہار محض خود بینی اور فخر کرنا ہے۔ شیخ سنامیؒ آپ کے حال پر بہت عنایت فرماتے تھے اور ان کے اصحاب میں سے کسی کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہو سکی تھی۔ انہوں نے آپ کو اپنی ضمنیت سے سرفراز فرمایا۔

تفصلات الٰہیہ سے حظ کامل

حضرت شیخ سنامیؒ نے حضرت مظہر جان جاناںؒ کو اپنے فیوض و برکات میں شریک کر کے ایک روز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ رات ہم پر جن کمالات جدیدہ اور فیوض تازہ کا احسان کیا

ہے، ان کو سابقہ تمام کمالات و واردات پر ترجیح حاصل ہے۔ آپ نے عرض کیا: ''ابھی رات باقی تھی کہ ان تمام تفضلات الٰہیہ سے جو آپ کے باطن پر ہوئے ہیں، بندہ کو بھی آپ کے توسل اور اتحاد و محبت کی بدولت اپنے باطن میں عجیب احوال کا احساس ہوا''۔ حضرت شیخ سنامیؒ نے اس پر فرمایا: ''تم سچ کہتے ہو، تمہیں میرا ضمنی بنایا گیا ہے، قدرت کا ہر عطیہ و کرامت جس سے مجھے نوازا گیا ہے، اس کا بہت بڑا حصہ اور حظ کامل تمہیں بھی حاصل ہے۔''

اجازت سلسلہ قادریہ

حضرت مظہر جان جاناںؒ نے حضرت شیخ سنامیؒ کی خدمت میں سلسلہ قادریہ کی اجازت کے لیے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا:

''ہم تمہیں اس خاندان کی اجازت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلواتے ہیں۔''

پھر شیخ سنامیؒ جناب سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت مظہر جان جاناںؒ نے ان کے حکم کے مطابق مراقبہ کیا تو دیکھا کہ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم بارگاہ عالی میں اصحاب عظامؓ اور اولیائے کرامؒ کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں کھڑے ہیں۔ حضرت شیخ سنامیؒ نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا کہ مرزا جان جاناں سلسلہ قادریہ کی اجازت کے امیدوار ہیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس کے لیے سید عبدالقادر سے رجوع کرو۔ سو حضرت سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ سنامیؒ کی التماس کو قبول کرتے ہوئے حضرت مظہر جان جاناںؒ کو تبرکاً خرقہ عطا کیا اور اجازت سے ممتاز فرمایا اور آپ کے باطن میں نسبت شریفہ قادریہ کے حالات و برکات کا ورود ہوا اور آپ کا سینہ اس نسبت کے انوار سے لبریز ہو گیا۔

حضرت شیخ سنامیؒ نے آپ کو طریقہ قادریہ کے علاوہ چشتیہ اور سہروردیہ کی اجازت سے بھی سرفراز فرمایا۔[۲۷]

فصل سوم:

علو شان و بلندی مقامات روحانی

نعمت محبت و رسوخ مشائخ

حضرت مظہر جان جاناںؒ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے مجھے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم خصوصاً حضرت سید نور محمد بدایونیؒ (م ۱۱۳۵ھ/ ۱۷۲۳ء) اور حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) کی محبت و رسوخ عطا کیا، اگرچہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (کے مزار مبارک) کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوسکا، لیکن بہت شکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان نائبین کی صحبت کی سعادت حاصل ہوگئی ہے اور ثمرہ حیات خاطر خواہ حاصل ہوگیا ہے۔ ان اکابر نے ازروئے بندہ نوازی فقیر کی توقیر و عزت میں اضافہ فرمادیا ہے۔

حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت نوازی

حضرت مظہر جان جاناںؒ نے فرمایا کہ ایک بار حضرت سید نور محمد بدایونیؒ نے میری جوتیاں سیدھی کر کے رکھیں اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی جناب میں قبول تمام حاصل ہے۔

ایک مرتبہ حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی تواضع (انکساری) کے عالم میں آپ کے زانو کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ میرے اصحاب میں ان کی مثل کوئی نہیں ہے۔

ایک روز حضرت شیخ سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہیں جو نہایت محبت ہے اس کی وجہ سے طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) کی ترویج تم سے ہوگی۔ جناب الٰہی سے تمہیں شمس الدین حبیب اللہ کا لقب عطا ہوا ہے۔

ایک روز آپ حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ وہ آپ

کے بارے میں فرمانے لگے کہ دو آفتاب ایک دوسرے کے مقابل نکلے ہیں، ان کے انوار کی بہت زیادہ چمک کی وجہ سے ایک دوسرے میں امتیاز باقی نہیں رہا، اگر یہ طالبان خدا کی تربیت کی طرف متوجہ ہوں تو ایک دنیا کو منور کر دیں۔

حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بعض اصحاب کو تربیت کے لیے آپ کے حوالے کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ان کو مقامات طریقہ کی نہایات تک پہنچا کر حضرت سید نور محمد بدایونیؒ کی خدمت میں لے گئے تو حضرت سید صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ان کے حالات و کیفیات مقام جو انہوں نے تم سے حاصل کیے ہیں، صحیح ہیں اور اس طریقہ کے امام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کے موافق ہیں۔ سو اس پر اللہ ہی کی تعریف ہے اور تمہیں اللہ سلامت رکھے۔

آپ فرماتے تھے کہ فقیر ''ابراہیمی المشرب'' (علیہ السلام) تھا۔ حضرت شیخ سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے باطنی تصرف سے ''محمدی المشرب'' (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بنا دیا۔ ان ایام میں جب حضرت شیخ نے مجھے حقیقت محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بشارت دی اور اس مقام عالی کے انوار میں جب مجھے فنا حاصل ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے مقابل تشریف فرما ہیں، پھر دیکھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم میری جگہ تشریف فرما ہیں اور پھر دیکھا کہ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نشست مبارک پر میں بیٹھا ہوں۔ پھر دیکھا کہ ہر دو نشستوں پر رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما ہیں، پھر دیکھا کہ ان دونوں جگہوں پر میں ہی بیٹھا ہوا ہوں۔

یہ فنا اور بقا جو حقیقۃ الحقائق (محمدیہ) صلّی اللہ علیہ وسلّم میں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی ہے، آپ کے علو شان پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت

حضرت مظہر جان جاناںؒ نے فرمایا کہ حضرت حاجی محمد افضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ میری تعظیم کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں آپ کے کمالات کی تعظیم

کرتا ہوں اور انہوں نے میرے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ کثر اللہ امثالکم (یعنی اللہ تعالیٰ تم جیسوں کو اور زیادہ کرے)۔

حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نوازش

حضرت مظہر جان جاناںؒ نے فرمایا کہ حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ میری نہایت عزت کرتے اور فرماتے تھے کہ ہم تمہیں اپنے قبلہ گاہ (مرشد) کی جگہ سمجھتے ہیں۔

تائیدِ غیبی

حضرت مظہرؒ فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے غیب سے پکارا: ''مجھے تم سے بہت سے کام لینے ہیں، ہدایت خلق اور اشاعت طریقہ سے تمہارا وجود وابستہ ہے۔''

اسی لیے افادہ کے وقت باطنی نسبت کے انوار سے صریح طور پر معلوم ہوتا تھا کہ اس کام کے لیے غیب سے تائید وقوت پہنچ رہی ہے اور میرا وجود درمیان نہیں ہے:

دو دہان داریم گویا ہمچو نے
یک دہان پنہان است در لب ہائے وے

یعنی بانسری کی مانند گویا ہم دو منہ رکھتے ہیں، ایک منہ اس کے لبوں میں پنہاں ہے۔''[۲۸]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آپ کا مقام

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی محدث رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء) اپنے مکتوبات میں حضرت مظہر جان جاناںؒ کو قیم طریقہ احمدیہ اور داعی سنت نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مخاطب کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کشف صحیح عطا کیا ہے کہ روئے زمین کے حالات مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں اور وہ (احوال) ہاتھ کی لکیروں کی طرح ہم پر عیاں ہیں۔ اس

وقت حضرت میرزا جان جاناں کی مثل دنیا کے کسی اور اقلیم اور شہر میں کوئی نہیں ہے جسے مقامات سلوک کی آرزو ہو وہ ان کی خدمت میں جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحاب کو استفادہ کے لیے حضرت میرزا صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے اور انہوں نے اپنے مکتوبات شریف میں میرزا صاحبؒ کے لیے اس طرح کے بلند القاب تحریر فرمائے ہیں:

''متع المسلمین بافادات قیم الطریقه الاحمدیه وروی ریاض الطریقه بتوجہات نفس الزکیہ''

یعنی اللہ تعالیٰ اس قیم طریقہ احمدیہ (مجددیہ) اور دیٰ سنن بنویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے افادات اور نفس زکیہ کی توجہات سے مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔

ایک دوسرے مکتوب شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

''اور اللہ تعالیٰ عزوجل اس قیم طریقہ احمدیہ (مجددیہ) خصوصاً، اور طریقہ صوفیہ عموماً، جو تجلی انواع فضائل سے آراستہ ہیں، کو دیر تک سلامت رکھ کر مختلف برکات سب لوگوں پر نازل کرے۔ آمین۔''

ایک اور جگہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''آنچہ قدر ایشان ما مردم می دانیم، شما چہ دانید؟ احوال مردم ہند بر ما مخفی نیست کہ خود مولد و منشائے فقیر است و بلاد عرب را نیز دیدہ ایم و سیر نمودہ۔ احوال مردم ولایت افغانستان و ایران از ثقات آنجا شنیدہ ایم و تحقیق کردہ کہ عزیزے کہ بر جادہ شریعت و طریقت و اتباع کتاب و سنت ہمچنین استوار و مستقیم باشد و در ارشاد طالبان شان عظیم و نفس قوی دارد۔ درین جزو زمان مثل ایشان در بلاد مذکور یافتہ نمی شود، مگر در گزشتگان، بلکہ در ہر جزو زمان وجود این چنین عزیز ان کمتر بودہ است، چہ جائے این زمان کہ پر فتنہ و فساد است۔''

ترجمہ: ان (مظہر جان جاناں) کی قدر جتنی ہم لوگ جانتے ہیں، تم کیا جانو؟ ہندوستان کے لوگوں کے حالات ہم سے چھپے ہوئے نہیں، کیونکہ فقیر کی پیدائش یہیں کی ہے اور یہیں عمر بسر ہوئی۔ ہم نے عرب کے شہروں کو بھی دیکھا ہے اور (ان کی) سیر کی ہے۔ افغانستان اور ایران کے لوگوں کے حالات وہاں کے معتبر حضرات سے سنے ہیں اور اس کی تحقیق کی ہے اور بعد ازاں اس نتیجہ پر پہنچا ہوا کہ کوئی ایسا بزرگ جو جادہ شریعت پر اور کتاب وسنت کی پیروی میں ان کی طرح استوار اور مستقیم ہو اور طالبین کی راہنمائی میں اس کا پایہ اتنا بلند ہو اور اس کی توجہ اتنی قوی ہو۔ ہمارے دور میں ان ملکوں میں سے کسی ملک میں جن کا اوپر ہم نے تذکرہ کیا، پایا نہیں جاتا۔ دور ِغنی اور بزرگوں میں بے شک ہوسکتا ہے۔ بلکہ سچ پوچھیئے تو ہر زمانہ میں ایسے بزرگ زیادہ تعداد میں پائے نہیں جاتے، کہاں یہ زمانہ جو فتنہ وفساد سے پر ہے۔'' ۲۹

حاجی محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

شیخ حاجی محمد فاخر متخلص بہ زائر الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۴ھ/۱۷۵۰ء) اس عہد کے نامور عالم، متقی، محدث اور شیخ محمد افضل الہ آبادی رحمۃ اللہ کے مرید تھے، وہ فرماتے تھے کہ حضرت میرزا مظہر اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں عظیم شان رکھتے تھے۔ چنانچہ میں نے ایک رات (خواب میں) دیکھا کہ ایک عراقی گھوڑا کامل ساز وسامان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دروازہ مبارک پر کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ گھوڑا کس کا ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ یہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہے۔ جب میں اندر سے باہر آیا تو پھر کسی نے کہا کہ وہ گھوڑا میرزا جان جاناں کا ہے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ حضرت مظہر کا طریقہ اتباع سنت حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر مبنی ہے اور آپ جادہ صراط مستقیم پر راسخ قدم ہیں۔ ۳۰

حضرت مولوی ثناء اللہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

مولوی ثناء اللہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۹ھ/ ۸۵-۱۷۸۴ء) کو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو انہوں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ کیا میرے پیرو مرشد میرزا (جان جاناں) صاحب کا طریقت کی ترویج اور احکام شریعت کی تبلیغ کا طریقہ مقبول اور محمود ہے؟ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "ہاں"۔

مولوی صاحبؒ کا کہنا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس مقدمہ کی تائید فرمائی ہے۔[۳۱]

حضرت شیخ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت

حضرت شیخ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ حضرت شیخ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت میرزا جانؒ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں الہام ہوا کہ یہ ایک عظیم الشان آدمی ہیں جن کی بزرگی کے برابر کوئی نہیں۔[۳۲]

حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت

اردو کے مشہور صوفی شاعر حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۵ء) بھی حضرت مظہر جان جاناںؒ کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے ان کا ارشاد ہے کہ میں حضرت مظہر جان جاناںؒ کے اصحاب میں سے جس کو دیکھتا ہوں، وہ عزیزوں کی نسبت سے بہرہ یاب ہے، لیکن ان کے درجات و حالات اور مقامات مختلف ہیں۔[۳۳]

حضرت شیخ عبد العدل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

حضرت شیخ عبد العدل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت طالبان خدا کا حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس قدر اجتماع ہے کہ کسی دوسری جگہ نہیں ہوتا اور اس وقت آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندی) رحمۃ اللہ علیہ کے نائب ہیں۔[۳۴]

فصل چہارم:

ترویج واشاعت سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

تہذیب نفوس واخلاق

کوئی تیس سال تک مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے اور بزرگوں کی خانقاہوں میں منازل سلوک طے کرنے کے بعد ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲ء میں جب حضرت مظہر جان جاناںؒ کی عمر مبارک چالیس سال سے اوپر ہو چکی تھی، اس وقت آپ نے سلسلہ ارشاد کا آغاز فرمایا۔

آپ کی ذات قدسی صفات میں گوناگوں کمالات جمع ہو گئے تھے، مقبول الٰہی بن کر دنیا کے پیشوا بنے اور اپنے چاروں مشائخ کی مسند خلافت کے فیوض و برکات کو جاری وساری فرمایا۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج اور ترقی آپ کی ذات مبارک سے خوب ہوئی۔ طالبان خدا ہر طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) کے کبار اصحاب اور اس زمانہ کے مشائخ سے فیض یافتہ لوگوں نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ علما وصلحائے وقت کسب فیوض الٰہی کے لیے آپ کی خانقاہ میں جمع ہونے لگے اور آپ کے کمالات کی شہرت ساری دنیا میں پھیل گئی۔

آپ نے بزرگان سلف کے انداز میں طالبان حق کے نفوس واخلاق کی تہذیب وتربیت فرمائی۔ مشائخ کرام آپ کے بارے میں فرماتے تھے کہ جو فیض صرف آپ کی صحبت سے طالبان حق کو حاصل ہوتا ہے، وہ دوسرے مشائخ کی صرف ہمت وتوجہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔[۳۵]

بیان وکلام کے ثمرات

آپ کی مجلس انوار الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض سے لبریز ہوتی تھی۔ اس میں نسبت نقشبندیہ کا حضور واستغراق، سلسلہ قادریہ کی چمک وصفائی اور طریقہ چشتیہ کے ذوق و

شوق شامل ہوتے تھے اور سلسلہ نقشبندیہ کی لطافت اور بے رنگی اس مقدس مجمع میں وقت کو تازگی اور صفائی بخشتی تھی ۔ آپ کا سکوت و مراقبہ ماسوئ اللہ کے نقش دلوں سے مٹاڈالتا تھا۔ آپ کے بیان وکلام میں شریعت و طریقت اور باطنی کیفیات کے گہرے رموز شامل ہوتے تھے اور اس میں حدیث اور تفسیر کا ذکر نمایاں ہوتا تھا۔ صلحاء کی حکایات کا تذکرہ دلوں کو اللہ کی محبت میں رنگ دیتا تھا اور آپ علمی مسائل کی تحقیق اور صوفیا کے حقائق و معارف بڑے دلنشیں انداز میں بیان فرماتے تھے۔

باطنی فیوض و برکات

اللہ تعالیٰ نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد اور باطنی نسبت کے القاء میں کمال قوت اور کرامت عطا فرمائی تھی ۔ آپ کے زیر تربیت سالکان طریقت اور طالبان حق کو ابتدا ہی میں تصفیہ اور تزکیہ کی حالت نصیب ہو جاتی تھی، وہ اطاعت میں لذت اور حلاوت پانے لگتے تھے اور بدعت و گناہ سے متنفر ہو جاتے تھے۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوا اور بعد ازاں حضرت خواجہ میر دردؒ (م ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۵ء) کی زیارت کرنے گیا۔ جب وہاں پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ تو نے حضرت میرزا جان جاناں سے طریقہ حاصل کیا ہے؟ کیونکہ اس طریقہ کی نسبت کے انوار تیرے باطن میں موجود ہیں، اس نے کہا کہ نہیں! میں تو صرف ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس پر خواجہ میر دردؒ نے فرمایا:

آہن کہ بہ پارس آشنا شد
فی الفور بہ صورت طلا شد

یعنی لوہا جب پارس کے ساتھ مس ہوا، وہ فوراً سونا بن گیا۔

اسی طرح آپ کا ایک خادم جو حلقہ ذکر میں حاضر نہیں تھا، حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ تم میں حضرت میرزا جان جاناں کی صحبت کے انوار اور آثار پائے جاتے ہیں، خدا کا شکر ادا کرو۔

غائبانہ توجہات میں کمال

آپ سے وابستہ طالبین وسالکین جو دور ودراز کے علاقوں اور ملکوں میں رہتے تھے، وہ آپ کی غائبانہ توجہات سے باطنی ترقی حاصل کر لیتے تھے۔ آپ کی مجلس اور خدمت میں حاضر رہنے والے حضرات پر جو انوار وارد ہوتے تھے، وہی حالات وکیفیات دور رہنے والے طالبان حق پر منکشف ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ/۱۷۱۵ء) کے نبیرہ حضرت شاہ بھیک رحمۃ اللہ علیہ کابل میں رہ کر آپ کی غائبانہ توجہات سے بلند مقامات و واردات کے حامل بنے اور ایسے ہی دوسرے متعدد صاحبان فائز المرام ہوئے۔

تربیت سالکین کا بلند اسلوب

آپ نے اپنی بلند ہمت سے شب وروز طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی نسبت جدیدہ کے خصائص کا فیض عام جاری رکھا۔ آپ کی توجہات مبارک سے سالکین طریقت نے خوب تربیت پائی اور انھیں خوب حالات ومقامات ہاتھ آئے۔ انہوں نے متعارف واردات واحوال سے گزر کر مقامات عالیہ میں ترقی پائی۔ آپ کے زیر تربیت سالکین وطالبین کو جتنا آپ سے اخلاص تھا، اتنا ہی زیادہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت میں سرشار ہو جاتے تھے۔

ہزاروں لوگوں نے آپ سے طریقہ کی تعلیم حاصل کی اور دائمی ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے۔ تقریباً دوسو حضرات گرامی مجاز طریقت ہو کر راہِ خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔ پچاس صاحبان بلند اقبال تو صرف انبالہ میں مقامات نقشبندیہ مجددیہ کی نہایت پر پہنچ کر ارباب طریقت کے پیشوا بنے۔

علاوہ ازیں آپ کے بیسیوں خلفاء مختلف شہروں میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے مطابق مصروف ارشاد رہے۔ اللہ کریم نے اپنے فضل خاص سے آپ کی ذات مبارک کو اس طریقہ پاک کی مسند ارشاد اور بلند مقامات پر فائز المرام فرمایا اور تیس برس تک آپ اپنے مشائخ عظام

سے سلسلہ پاک کے انوار و برکات حاصل کرنے میں مصروف رہے اور بعد ازاں تیس سال سے زیادہ مدت سالکان راہ حق کی تربیت میں مشغول رہے اور اپنے بعد سینکڑوں لوگوں کو اس سلسلہ عالیہ کی ترویج و ترقی کا سبب بنا گئے۔

شہرت خانقاہ مظہریہ شریف

حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور طریقت کو شریعت کا دمساز بنانے کی وجہ سے آپ کی خانقاہ کی شہرت و چرچا ہر طرف پھیل گیا اور لوگ چیونٹیوں کی مانند ہر طرف اور دور و دراز سے کشاں کشاں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ آپ اللہ کریم کے فضل و کرم سے آنے والے طالبین و سالکین کے قلب و اذہان کو دم بھر میں عرفان و ایقان کے ذوق و شوق سے معمور فرما دیتے اور پھر اپنی توجہات پر فیض سے مالا مال فرماتے تھے۔[۳۶]

فصل پنجم:

کتاب وسنت پر استقامت

حضرت مظہر جان جاناںؒ نے کتاب وسنت اور شریعت وطریقت پر استقامت کے ساتھ عمل کیا۔ آپ کا اعتقاد تھا کہ علم حدیث، علوم تفسیر وفقہ اور دقائق سلوک کا جامع ہے، لہٰذا آپ ہر کام میں حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت کے اتباع پر زور دیا کرتے تھے۔ آپ صفائی باطن کے لیے تلاوت قرآن مجید کو اوّلین مقام دیتے تھے۔ آپ کی خانقاہ میں انہی فیوض و برکات سے لبریز نظام تربیت جاری تھا۔ آپ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے:

"کاری غیر از ترویج شریعت وطریقت از زندگی مقصود نیست"۔

یعنی ترویج شریعت وطریقت کے علاوہ زندگی میں کوئی اور کام کرنا مقصود نہیں ہے۔

رمضان المبارک میں خانقاہ مظہریہ شریف پر خصوصی عبادات و حلقے اور مراقبے

آپ اپنے تجربے کی بنا پر فرمایا کرتے تھے کہ نسبت باطنی میں ترقیات رمضان المبارک میں خاص طور ہوتی ہیں۔ آپ کی خانقاہ شریف میں رمضان المبارک میں زائرین ووارد ین کا اضافہ ہوا کرتا تھا اور دن رات خصوصی عبادات وذکر واذ کار اور حلقے ومراقبے جاری رہتے تھی اور آج تک نقشبندیہ مجددیہ خانقاہوں میں رمضان المبارک کے فیوض وبرکات کے حصول ووصول کا یہ خصوصی اہتمام جاری ہے۔[۳۷]

دینی عظمت اور روحانی وجاہت

اورنگ زیب عالمگیر، بادشاہ (م ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) کے وقت سے لے کر اٹھارہویں صدی عیسوی کے اختتام تک طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے تربیت یافتہ بعض ایسے بزرگ ہوگزرے

ہیں جو اپنی دینی عظمت اور روحانی وجاہت کے باعث اکابر صوفیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اہل الرائے کا اتفاق ہے کہ مرزا مظہر جان جاناںؒ انھیں میں سے تھے۔ جب آپ نے دہلی شریف میں طالبان حق کو تربیت دینی شروع کی تو بلند عزائم کو سامنے رکھا۔ آپ کو لطیف باطنی بصیرت حاصل تھی۔

ذکر و مراقب اور اسفار

آپ نے بڑھاپے، کمزوری اور مخدوش حالات کے باوجود زندگی کے آخری ایام میں مریدوں اور عقیدتمندوں کے اشتیاق کی وجہ سے اپنے سلسلہ کی پیشرفت و ترویج کے لیے امروہہ، مراد آباد، شاہ جہان پور، بریلی، سنبھل اور پانی پت (ہندوستان) کا دورہ کیا۔ سفر میں بھی وظائف اور عبادات میں فرق نہ آنے دیا، بلکہ ان میں اضافہ ہو گیا۔ ذکر اور مراقبے کے حلقے باقاعدگی سے جاری رہے اور لوگ بڑی تعداد میں آپ کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔

انداز تربیت

آپ آدمی کو دیکھ کر جوہر آدمیت اور حوصلہ معلوم کر لیا کرتے تھے۔ عبادت اور ذکر کے دوسرے مشاغل کے علاوہ صبح و شام حلقہ قائم کرتے تھے۔ جس میں ایک سو کے قریب اپنے مریدوں کو بلا ناغہ توجہ دیا کرتے تھے۔ اپنے عقیدتمندوں کو مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ، دعائے حزب البحر اور ختم خواجگان پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے اور زبان ہلائے بغیر ذکر قلبی کو ترجیح دیتے تھے۔[۳۸]

فصل ششم:

استغنا و زہد

متاع قلیل قبول نہ کرنا

حضرت مظہر جان جاناںؒ کمال درجے کے زاہد اور متوکل تھے۔ دنیا و اہل دنیا سے بہت مستغنی رہتے تھے اور ہدیے بہت کم قبول فرماتے تھے۔ ایک دفعہ محمد شاہ بادشاہ نے اپنے وزیر قمر الدین خان کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ملک عطا کیا ہے۔ آپ جو چاہیں اس میں سے بطور ہدیہ قبول فرمائیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (سورہ النساء ۷۷):

یعنی اے حضورؐ! فرمائیں کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے۔

گویا اس نے سات ولایتوں کی دولت کو قلیل فرمایا ہے، تمہارے پاس اس قلیل کا صرف ساتواں حصہ یعنی ایک سلطنت ہندوستان ہے، تمہارے پاس دینے کے لیے رکھا ہی کیا ہے؟ کہ فقراء کی ہمت کا سر جھک سکے۔

خزانہ صبر و قناعت

ایک امیر نے حویلی اور خانقاہ بنوا کر اس میں فقراء کے لیے رہائش و خوراک کا بندوبست کیا اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اسے قبول فرمالیں۔ آپ نے اس کی درخواست کو قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ چونکہ مکان چھوڑنا ہی ہے، اس لیے مکان کا اپنا پرایا ہونا برابر ہے اور روزی جو علم الٰہی میں مقدر ہے، وہ مقررہ وقت پر مل کر ہی رہے گی، اس طرح فقراء کے لیے صبر و قناعت کا خزانہ کافی ہے۔

نیازمندانہ تحفہ قبول نہ فرمانا

ایک مرتبہ سخت سردی کے موسم میں آپ کندھے پر پرانی چادر اوڑھے ہوئے ایک بلند مکان میں تشریف فرما ہوئے جہاں ہوا تیز اور سرد تھی۔ وہاں نواب خان فیروز جنگ بھی موجود تھے، جو یہ منظر دیکھ کر رو پڑے اور اپنے ایک ساتھی سے کہنے لگے کہ ہم گنہگاروں کی کیسی بدقسمتی ہے کہ جس بزرگ سے ہماری ارادت و بندگی ثابت ہے وہ ہمارا نیازمندانہ تحفہ قبول نہیں فرماتے۔ اس پر آپ نے فرمایا:

ہزار حیف کہ گل کرد بینوائی ما
بہ چشم آبلہ آمد برہنہ پائی ما

فقیر نے امراء سے نیاز نہ قبول کرنے کا روزہ رکھا ہے۔ اب جب کہ زندگی ختم ہونے والی ہے، اگر روزہ توڑوں گا تو دس لاکھ روپیہ درکار ہوگا، تب جا کر میرے ہمسایوں کی عورتوں کا چولہا گرم ہوگا۔

حاجتمندوں میں تقسیم کے لیے ہدیہ نہ لینا

نواب نظام الملک (۱۰۸۲-۱۱۶۱ھ) بانی دولت آصفیہ، حیدرآباد دکن، تیس ہزار روپے نقد بطور نیاز آپ کی خدمت میں لائے، لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا تو نواب صاحب نے کہا کہ آپ اسے حاجتمندوں میں ہی تقسیم فرما دیں، اس پر آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا خانساماں نہیں ہوں، یہاں سے باہر جا کر اس کی تقسیم شروع کر دیں، گھر پہنچنے تک ختم ہو جائے گا۔

ہدیہ یقینی طور پر حلال ہونا چاہیے

افغانوں کے ایک سردار نے تین سو اشرفیاں بھیجیں تو آپ نے رد کر دیں اور فرمایا کہ اگرچہ ہدیہ رد کرنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن اسے لینے کو واجب بھی قرار نہیں دیا گیا۔ اگر ہدیہ کے حلال ہونے پر یقین ہو تو اس کا لے لینا موجب برکت ہے۔

فقیر اپنے ان اصحاب سے جو اخلاص اور احتیاط ۔کے ساتھ تحائف لاتے ہیں، قبول کر لیتا ہے لیکن امیر اور غنی لوگ، جن کی دولت اکثر شبہ والی ہوتی ہے اور لوگوں کے حقوق ان سے متعلق ہوتے ہیں، قیامت کے دن جن کے حساب سے عہدہ برا ہونا دشوار ہے، جیسا کہ ترمذی کی حدیث شریف میں آیا ہے:

"لا تزول یومہ القیامۃ قدما ابن آدم حتی یسال عن خمس عن عمرہ فیما افناہ وعن شبابہ فیما ابلاہ وعن مالہ من این اکتسبہ وفیما انفقہ وما ذا عمل فیما علم" (حدیث نمبر ۲۴۱۷، ابواب صفۃ القیامۃ):

یعنی ابن آدم قیامت کے روز اپنی جگہ سے اس وقت قدم نہیں ہلا سکے گا۔ یہاں کہ اس سے پانچ سوال نہیں پوچھ لیے جائیں گے، اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کیسے ختم کیا؟ اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کیسے استعمال کیا؟ اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا؟

لہٰذا (ان کے) تحائف قبول کرنے میں تامل لازم ہے۔

ہدیہ کی قبولیت و انکار

ایک امیر نے آموں کا ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اسے رد کر دیا۔ اس نے زیادہ بصد التجا بھیجے تو آپ نے دو آم لے کر باقی تمام واپس کر دیے کہ میرا دل ان کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اسی وقت ایک مالی آپ کے حضور شکایت لے کر آیا کہ فلاں امیر نے میرے آم لے لیے ہیں اور ان میں سے کچھ آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"سبحان اللہ! یہ ناعاقبت اندیش، غصب کردہ ہدیوں سے فقیر کا باطن تاریک کرنا چاہتے ہیں، تاب اللہ علیہم"۔

کھانے اور دعوت کی قبولیت میں تامل

آپ امیروں کا کھانا بہت کم کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان لوگوں کے طعام کی ظلمت باطن کو مکدر کر دیتی ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا ہے: **شر الطعام، طعام الاغنیاء** (یعنی بدترین طعام امراء کا کھانا ہے)۔

آپ غرباء کی ضیافت قبول کرنے میں بھی تامل فرمایا کرتے تھے، کیونکہ یہ لوگ بے سروسامانی کی وجہ سے سود پر قرض لے کر ضیافتیں کرتے ہیں۔

ایک بار افطاری کے وقت کسی کا کھانا دوستوں میں تقسیم کیا اور اس میں سے کچھ خود بھی کھا لیا۔ نماز تراویح کے بعد فرمایا: ”عزیزو! اپنے باطن کا حال تو بیان کرو کہ اس روٹی کے ٹکڑے نے باطنی نسبت پر کیا اثر کیا ہے؟“

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۸۴ء) نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے بھی تو تناول فرمایا ہے، پہلے آپ ارشاد فرمائیں اس پر آپ نے فرمایا:

”میرا باطن تو اس سے تباہ و سیاہ ہو گیا تھا، نماز اور قرآن سننے کی برکت سے بحال ہوا۔“

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

”بے شک شبہ والے لقمہ نے آپ کے مبارک باطن اور بحر انوار میں تغیر پیدا کر دیا تھا، ہم جیسے تنگ باطن کے احوال کی خرابی کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟“

آپ نے فرمایا: (حلال) ”لقمہ توفیق رفیق اور نور اطاعت میں اضافہ کرتا ہے۔“

اہل دنیا سے میل جول کی صورت

آپ فرماتے تھے کہ حاجت اور ضرورت کے مطابق اہل دنیا سے میل جول میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ اس میں آدمی نیک نیت رہے اور باطنی نسبت کی حفاظت کر سکے۔ آپ

فرماتے تھے کہ دنیا پر خدا کا غضب ہے، جیسا کہ روایت ہے:

قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم الا ان الدنیا ملعونۃ وملعون ما فیھا الا ذکر اللّٰہ وما والاہ وعالم او متعلم: (ترمذی، باب الزہد، نمبر ۲۳۲۲، ص ۵۳۲):

یعنی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں ملعون ہیں، سوائے اللہ کے ذکر، اللہ کی پسندیدہ چیز اور عالم یا طالب علم کے۔

حق کے طالبین میں سے اگر کوئی دنیاوی اسباب کے لگاؤ کی طرف راغب ہوتا یا کیمیا سیکھنے کی خواہش کرتا تو آپ بہت ناراض ہوتے (اور) فرماتے تھے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ درجہ توکل واستغنا اور ماسوی سے اتر کر فانی خرافات کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں۔

حق کے طالبین میں سے جو آدمی دنیاداروں سے میل جول رکھتا، آپ اس کی صحبت کی برکات اور طریقے کے انوار سے ناامید ہو جاتے تھے۔[۳۹]

فقراء کا خزانہ صرف درِ خدا

ایک مرتبہ ایک شخص نے دیناروں کی ایک تھیلی ہدیہ کے طور پر آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم پر حج فرض ہو گیا ہے۔ ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا واپس آ کر فرمایا: ''ایک سائل نے سوال کیا تو وہ تھیلی میں نے اسے دے دی، اس لیے حج کی فرضیت میرے ذمہ سے اب ساقط ہو گئی ہے''۔

ایک بار چاہا کہ زکوٰۃ ادا کریں کہ ہر فرض الٰہی کی ادائیگی سے خاص قرب حاصل ہوتا ہے۔ جب زکوٰۃ کا نصاب فراہم ہو گیا تو زکوٰۃ اور نصاب دونوں خدا کی راہ میں دے دیے، کیونکہ جب مقصود حاصل ہو گیا تو مذکورہ دولت کس کام آئے گی؟ فقراء کا خزانہ صرف در خدا ہے۔ سبحانہ[۴۰]

فصل ہفتم:

سفر عالم بقا

رفیق اعلیٰ کی ملاقات کے شوق کا غلبہ

جب حضرت مظہر جان جاناںؒ کی عمر مبارک اسی سال سے متجاوز ہو گئی تو آپ کے دل میں رفیق اعلیٰ سے ملاقات کا شوق غالب آ گیا تھا اور آپ جہاں والوں پر ملال کا اظہار فرمانے لگے تھے۔ ہر وقت اپنے مشہود کے استغراق میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ ان دنوں میں اہل طریقت کا زیادہ ہجوم رہنے لگا تھا اور وہ کثرت سے داخل طریقہ ہونے لگے تھے۔ حلقوں اور مراقبوں میں عقیدتمندوں و طالبین کی تعداد دونوں اوقات میں سو سے زیادہ ہوا کرتی تھی، جو توجہات مبارک سے مقامات سلوک طے کیا کرتے تھے۔

اظہار سفر آخرت

آپ نے اپنے خلیفہ حضرت ملا نسیم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے وطن رخصت کرتے ہوئے فرمایا: ''اب ہماری اور تمہاری ملاقات کی صورت معلوم نہیں ہے''۔ آپ کا یہ کلمہ سن کر حاضرین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

انعامات الٰہی کا شکر

ایک روز اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے دل کی تمام آرزوئیں پوری کی ہیں۔ مجھے حقیقی اسلام سے مشرف فرمایا، علم کا بہت بڑا حصہ بخشا، نیک عمل کی استقامت کرامت فرمائی، طریقہ کے لوازم یعنی کشف، تصرف اور کرامات عنایت کیے، صلحاء کو فیض کے حصول کے لیے میرے پاس بھیجا۔ ان کو مقامات طریقہ

پر پہنچا کر اپنی راہ کی ہدایت کے لیے مقرر کیا، دنیا اور اہل دنیا سے الگ رکھا، دل میں غیر کی آرزو نہ آنے دی"۔

آرزوئے شہادت

نیز فرمایا: "اور ہاں ایک آرزو باقی ہے اور وہ ظاہری شہادت، جس کا قرب الٰہی میں اعلیٰ درجہ ہے۔ میرے بزرگوں میں سے اکثر نے شربت شہادت نوش کیا ہے، لیکن میں بہت ناتواں ہوں اور ضعف غایت درجہ ہے۔ اس وقت جہاد کی قوت میسر نہیں ہے، بظاہر اس مرتبے کا حصول دشوار نظر آتا ہے"۔

موت کو وسیلہ زیارت نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دیدار اولیاء سمجھنا

نیز فرمایا: "مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو موت کو پسند نہیں کرتا۔ یہ موت ہی ہے جو اللہ سے ملاقات کا موجب ہے۔ یہی حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کا سبب ہے اور دیدار اولیاء کے حصول کا ذریعہ ہے اور یہ عزیزوں کے دیدار سے بھی مسرور کرتی ہے"۔ [۴۱]

کبرائے دین کی ارواح طیبہ کی زیارت کا شوق

فرمایا: "میں کبرائے دین کی ارواح طیبہ کی زیارت کا مشتاق ہوں۔ حضرت محمد مصطفیٰ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما الصلوٰۃ والتسلیمات کے دیدار کی سخت آرزو ہے۔ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، سید الطائفہ حضرت جنید، حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہم کی زیارت سے فیض یاب ہونا چاہتا ہوں۔ میرے دل میں ان اکابر کے لیے خاص محبت ہے"۔ [۴۲]

تکمیل آرزو کا آغاز

اللہ کریم نے آپ کی آرزوئے شہادت کو قبول فرمایا اور بدھ کی رات مؤرخہ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ/ ۳ جنوری ۱۷۸۱ء کو کچھ رات گزری تھی کہ چند آدمیوں نے آپ کے دروازے پر دستک دی۔ خادم نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کچھ لوگ زیارت کے لیے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آنے دو۔ تین آدمی اندر آئے۔ آپ اپنی خواب گاہ سے اُٹھ کر باہر تشریف لائے اور ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ ان تین آدمیوں میں سے ایک نے پوچھا کہ مرزا جان جاناں آپ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں''۔ اس کے دونوں ساتھیوں نے تائید کی کہ مرزا جان جاناں آپ ہی ہیں۔ اسپر اس نے آپ پر فائر کھول دیا۔ گولی آپ کے دل مبارک کے قریب بائیں طرف لگی۔ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے آپ زمین پر گر پڑے۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے آپ کو سنبھالا اور جراح کو بلایا۔ صبح شاہی وزیر نے ایک جراح کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ جن بدبختوں نے یہ گناہ کبیرہ کیا ہے معلوم نہیں۔ اگر معلوم ہو جائے تو ان سے ضرور بدلہ لیا جائے گا۔ اس پر آپ نے فرمایا:

''اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی شفا دینا ہے تو زخم ہر صورت میں مندمل ہو جائے گا۔ کسی دوسرے جراح کی حاجت نہیں اور جس شخص نے یہ کام کیا ہے اگر اس کا پتہ بھی چل جائے تو ہم اسے معاف کر دیں گے، تم بھی اسے معاف کر دینا۔''[۴۳]

بادشاہ وقت شاہ عالم ثانی نے کہلا بھیجا کہ اگر آپ کو مجرموں کا پتہ چل جائے تو اطلاع دیں تاکہ تدارک کیا جائے۔ آپ نے جواب میں فرمایا:

''قصاص تو شریعت میں زندہ لوگوں کے لیے ہوتا ہے، میں تو مردہ لوگوں میں شامل ہوں۔ اس لیے قصاص جائز نہیں ہے اور اگر سلطان کو مجرموں کا سراغ مل جائے تو وہ انھیں میرے پاس بھیج دے، تاکہ ان کے ساتھ طریقت کے مطابق معاملہ روا رکھا جائے، یعنی انھیں معاف

کر دیا جائے۔'' ۴۴؎

آپ تین روز تک حیات رہے اور اس دوران آپ اپنا سرودہ یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے:

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

نماز کا فکر

انتہائی ضعف کی وجہ سے آپ کی آواز مبارک بھی سنائی نہیں دیتی تھی، تیسرے روز جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا:

''مجھ سے گیارہ نمازیں قضا ہوئی ہیں اور میرا تمام بدن خون سے آلودہ ہے، سر اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر بیماری میں سر اٹھانے کی طاقت نہ ہو تو نماز موقوف کر دینی چاہیے، وہ ابرو کے اشارے سے بھی ادا نہ کرے، تمہیں اس مسئلے کے بارے میں کیا معلوم ہے؟''

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ (حضرت) مسئلہ اسی طرح ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔

سورہ فاتحہ کا ورد

نصف دن گزرنے کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دیر تک فاتحہ پڑھتے رہے، چنانچہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حالت میں فاتحہ پڑھی تھی۔

عالم بقا کی طرف رحلت

بروز جمعۃ المبارک ۱۰ محرم الحرام ۱۱۹۵ھ/ ۶ جنوری ۱۷۸۱ء کو عصر کے وقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا:

''دن ابھی کتنا باقی ہے؟''

انہوں نے عرض کیا کہ ابھی چار گھڑی باقی ہے۔

آپ نے فرمایا: ''ابھی مغرب دور ہے''۔

مغرب کی نماز کے وقت آپ کے سانس مبارک میں شدت پیدا ہوئی اور آپ کی روح مبارک نے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔

تاریخ وصال مبارک

آپ کی تاریخ وصال میں بہت سی تاریخیں کہی گئی ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ (سورہ النساء ۶۹):

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔

عَاشَ حَمِیْدًا مَاتَ شَھِیْدًا (ابن ماجہ، لباس ۲، مسند احمد بن حنبل ۲:۸۹ سے ماخوذ):

یعنی عمدہ زندگی گزاری اور شہادت کی موت نصیب ہوئی:

ہست حدیثی از پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم الاکبر
عاش حمیداً مات شہیداً سال وفات مرزا مظہر

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت ووصال مبارک

جناب جان جاناں شاہ شمس الدین حبیب اللہ
کہ بد یکتا بہ محبوبی و مطلوبی و مرغوبی
بتولیدش ''سخی مقبول ربانی'' رقم کردم
بوصل پاک او ''شاہ شہادت قطب محبوبی''[۴۵]

مزار پرانوار

آپ کا مزار مبارک متصل چتلی قبر دہلی شریف میں موجود ہے۔

آپ کی اہلیہ محترمہؒ نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ ''تجہیز و تکفین اور تدفین'' کا معاملہ ان کے سپرد کر دیں۔ آپ کے مریدوں کو اس بات کا علم تھا، چنانچہ وفات کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہؒ کی خوشی کے لیے آپ کو ان کی حویلی جو کہ چتلی قبر کے متصل تھی، میں دفن کیا گیا۔[۴۶]

مقتول بے گناہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''بے شک آپ کو (اپنی وفات) کے ناگزیر واقعے کا علم تھا، اسی لیے آپ اپنے دیوان میں خود فرماتے ہیں:

بہ لوح تربتِ من یافتند از غیب تحریری
کہ این مقتول راجز بے گناہی نیست تقصیری[۴۷]

ترجمہ: انہوں نے میری قبر کی لوح پر غیب سے یہ تحریر پائی کہ اس مقتول کا بے گناہی کے سوا کوئی گناہ نہیں ہے۔

آپ کے مزار مبارک کی چاردیواری کے دروازہ کی محراب کے اوپر آپ کا یہی شعر کندہ ہے۔

انوار و برکات

جس رات آپ نے وصال فرمایا، نصف دن تک بارش ہوتی رہی جو چھ ماہ سے بند تھی۔ وہ اس قدر برسی کہ ہر طرف آب رحمت رواں ہو گیا۔ آپ کے مزار مبارک پر بہت مرتبہ انوار برکات فائض ہوئے جن سے زائرین کے دل نورانی ہو گئے اور آپ کی توجہات روحانی آپ کے مزار شریف سے اقتباس انوار کرنے والوں کے شامل حال ہو گئیں اور زائرین اپنے باطن میں ترقی محسوس کرتے تھے۔[۴۸]

خواب ومبشرات

آپ کے وصال مبارک کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ نے کئی واقعات ومبشرات دیکھے۔ ایک رات انہوں نے دیکھا کہ حضرت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حال پر نہایت بلیغ عنایت فرمائی ہے، جس سے آپ کے باطنی حالات زیادہ ہو گئے۔ دیر تک وہاں خوشبو روح کو افزائش بخشتی رہی۔[۴۹]

شہادت کی یادگاریں

آپ کے خلیفہ حضرت اخوند ملانسیم رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ واقع نورمحل اوچ، ریاست دیر، صوبہ سرحد میں۔ آپ کی کئی یادگاریں محفوظ ہیں۔ ان میں وہ خون آلود کپڑے بھی موجود ہیں جو آپ نے شہادت کے وقت پہن رکھے تھے۔ جناب محمد اقبال مجددی (محقق ومترجم مقامات مظہری) اور حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء)، مرتب لوائح خانقاہ مظہریہ نے ان کی زیارت کی تھی۔ حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مظہرؒ روئی کا فرغل (چغہ) پہنے ہوئے تھے، بائیں طرف دل کے قریب فرغل طنچے کی وجہ سے خون آلودہ ہے اور اس کا متمد بھی ہے، جس کے سامنے کے حصے میں دو سوراخ چھوٹے چھوٹے ہیں اور پچھلے حصے میں بڑے بڑے سوراخ جلے ہوئے اور خون آلود ہیں۔ وہیں ایک پوٹلی میں وہ دھجیاں بھی ہیں جن سے حضرت کا خون پونچھا گیا تھا...... یہ فرغل راقم الحروف نے پہن کر دیکھا تھا، جس سے اندازہ ہوا کہ آپ کا جسم مبارک راقم الحروف کے بدن کی طرح تھا۔''[۵۰]

جانشین معظم

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) آپ کے خلیفہ وجانشین معظم قرار پائے، جن کے حالات ومناقب آگے باب چہارم میں موجود ہیں۔[۵۱]

فصل ہشتم:

خدمات علم و ادب

عظیم کتب خانہ

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک عظیم کتب خانہ کے مالک تھے۔ ''اتباعِ سنت'' کے سلسلے کی اکثر کتابیں سفر و حضر میں آپ کے ہمراہ رہتی تھیں۔ آپ ان کی بہت حفاظت کرتے تھے۔ مصنفین کے خودنوشت خطی نسخے اور ایسے قلمی نسخے جن کی خود مصنفین نے تصحیح کی تھی، آپ کے کتب خانے میں محفوظ تھے اور آپ ان کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے۔

آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کا کتب خانہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) کو دے دیا جائے۔ [۵۲]

شاعری

آپ کا تخلص مظہر تھا اور شعر و شاعری کا ذوق آپ میں فطری تھا، لہٰذا اس جذبے کی تسکین کے لیے کبھی کبھی شعر کہا کرتے تھے۔ آپ کا کلام فارسی و اردو دونوں زبانوں میں موجود ہے۔ آپ نے ایہام گوئی ترک کر کے بے تکلف بیان اور صاف و شستہ زبان اختیار کی۔ یہ حمدیہ و نعتیہ اشعار آپ کی اللہ کریم اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت و عقیدت کے آئینہ دار ہیں:

خدا در انتظار حمد ما نیست — محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا خود مدح گوئے مصطفیٰ بس — محمدؐ حامد حمد خدا بس
مناجاتے اگر باید تواں کرد — بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد

محمدؐ از تو می خواہم خدا را　　　الٰہی از تو عشق مصطفیٰ را

ترجمہ: خدا ہمارے حمد کرنے کے انتظار میں نہیں ہے (حضرت) محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمارے تعریف کرنے کے انتظار میں نہیں ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہی (حضرت محمد) مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی تعریف کرنے کے لیے کافی ہے (اور حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے لیے کافی ہیں۔
اگر کوئی مناجات بیان کرنا چاہے تو ایک شعر پر بھی قناعت کی جاسکتی ہے۔
(اے حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آپ کے طفیل خدا کو چاہتا ہوں اور (اے) اللہ تعالیٰ (تیری ذات) سے (حضرت محمد) مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی محبت چاہتا ہوں۔

تصانیف

(۱) دیوان مظہر (فارسی):

بارہا طبع ہو چکا ہے (۱) کانپور، مطبع مصطفائی، ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء (۲) آگرہ، مطبع مفید عام، ۱۳۰۹ھ/ ۹۲-۱۸۹۱ء (۳) مولوی محمد عبدالقدیر۔ ملک جلال الدین و الٰہی بخش کتب فروش، لاہور نے بھی اس کی نقل طبع کی تھی۔

(۲) اُردو کلام:

دو معروف محققین جناب خلیق انجم اور عبدالرزاق قریشی مرحوم نے اردو شعرا کے مختلف تذکروں اور خطی بیاضوں میں سے آپ کا اُردو کلام یک جا کیا ہے:
(الف) جناب خلیق انجم نے اپنے کلام کو دہلی یونیورسٹی (ہندوستان) میں ۱۹۶۱ء/ ۱۸-۱۳۸۰ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پیش کیا تھا، جس کا عنوان ہے: ''مرزا مظہر جان جاناں، ان کا عہد اور شاعری'' یہ غیر مطبوعہ ہے۔

(ب) جناب عبدالرزاق قریشی مرحوم نے ۱۹۶۱ء/۸۱-۱۳۸۰ء میں ہی اُردو شعرا کے معروف تذکروں اور مختلف قلمی بیاضوں کی مدد سے آپ کا اُردو کلام جمع کیا اور اس پر ایک قابل قدر مقدمہ لکھا جو ادبی پبلشرز، بمبئی سے ۱۹۶۱ء/۸۱-۱۳۸۰ھ میں طبع ہوا اور دوبارہ دارالمصنفین اعظم گڑھ نے اسے شائع کیا۔

(۳) خریطہ جواہر (فارسی):

آپ نے اپنی پسند کے فارسی اشعار ایک بیاض میں نقل کر رکھے تھے۔ اس کا نام خریطہ جواہر ہے اور یہ آپ کے فارسی دیوان کے ساتھ کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ الگ بھی کئی مطابع نے اسے شائع کیا ہے۔ اس میں تقریباً پانچ سو شعراء کے کلام کا انتخاب ہے۔ اس میں مشہور شعرا کا بہت کم اور غیر معروف شعرا کا کلام زیادہ جمع کیا گیا ہے۔ یہ انتخاب آپ نے حافظہ کی مدد سے کیا تھا۔ بعض شعرا کا انتخاب دو جگہ آیا ہے۔ سب سے زیادہ اپنے اشعار کا انتخاب دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیاض آپ نے اپنے تلامذہ کی تربیت کے لیے بنائی تھی۔

(۴) مجموعہ ہائے مکاتیب (فارسی):

(الف) احباب نے شریعت وطریقت کے بعض مسائل پوچھے تھے، ان کے جواب آپ نے مکاتیب کی صورت میں لکھے تھے، جنہیں عزیزوں نے جمع کرلیا تھا، اس مجموعے میں ۲۳ مکتوبات گرامی شامل تھے، سب سے پہلے حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑاچگی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/۰۴-۱۸۰۳ء) نے اپنی کتاب معمولات مظہریہ میں ان ۲۳ مکتوبات گرامی کی تلخیص شامل کی اور مکتوب الیہم کے نام بھی لکھے۔ آپ کے ۲۴ مکاتیب مقامات مظہری میں نقل کیے گئے ہیں۔

(ب) حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑاچگی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/۰۴-۱۸۰۳ء) نے آپ کے مکتوبات گرامی کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو سب سے پہلے طبع ہوا۔ اس کا نام "رقعات کرامت سعادت شمس الدین حبیب اللہ مرزا جان جاناں مظہر شہید" ہے اور اسے مطبع فتح الاخبار کول، علی گڑھ نے ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں طبع کیا تھا۔

(ج) آپ کے ۸۹ مکتوبات گرامی کا دوسرا مجموعہ ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی نے مرتب کیا اور اس کی تصحیح حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۳ھ/ ۹۶-۱۸۹۵ء) نے کی۔ یہ کلمات طیبات کے نام سے پہلے مطبع العلوم مراد آباد سے ۱۳۰۳ھ/ ۸۶-۱۸۸۵ء، پھر ۱۳۰۸ھ/ ۹۱-۱۸۹۰ء اور آخر میں مطبع مجتبائی دہلی سے باہتمام مالک مطبع مولوی عبدالاحد ۱۳۰۹ھ/ ۹۲-۱۸۹۱ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

(د) آپ کے ۱۴۷ مکتوبات گرامی کا ایک مجموعہ جناب عبدالرزاق قریشی مرحوم نے مرتب کیا، جن میں ۱۳۰ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) کے نام ہیں اور باقی دیگر شخصیات کو لکھے گئے ہیں۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے نہایت حفاظت سے انھیں ایک ''خریطہ'' میں محفوظ رکھا اور حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچیؒ نے بشارات مظہریہ کی تالیف سے پہلے پانی پت میں ان سے استفادہ کیا تھا۔ ۱۳۵۵/ ۱۹۳۶ء میں یہ ''خریطہ'' خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی صاحبؒ کو حضرت قاضی ثناء اللہ کی اولاد سے مولوی محفوظ اللہ صاحب کے ذریعے ملا تھا، جن کو جناب عبدالرزاق قریشی نے نہایت عرق ریزی اور احتیاط سے مرتب کیا اور اس پر ایک مختصر مقدمہ اور تعلیقات کا اضافہ کر کے ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء میں، علوی بک ڈپو، بمبئی سے طبع کرایا۔

(ہ) آپ کے مکاتیب کا آخری مجموعہ محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) نے لوائح خانقاہ مظہریہ کے نام سے ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء میں مرتب کیا جس میں کل دوسو مکتوبات گرامی ہیں۔ ان میں سے پہلے دس خود حضرت مظہرؒ کے ہیں اور باقی سلسلہ مظہریہ کے دیگر افراد کی آپس کی خط و کتابت ہے۔ یہ ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد (سندھ) سے طبع ہوا۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اس پر ایک مقدمہ اور بعض اہم مکتوبات کے آغاز میں مندرج بیانات کی دیگر مکاتیب کی روشنی میں تصریح بھی دے دی ہے۔

(و) آپ کے ۹۱ مکتوبات کا پہلا اُردو ترجمہ جناب ڈاکٹر خلیق انجم نے کیا۔ اس میں پہلے ۸۸ مکتوبات، کلمات طیبات اور رقعات کرامت...... سے ماخوذ ہیں اور مکتوب نمبر ۸۹، ۹۰، ۹۱، دیگر ذرائع سے حاصل کیے گئے ہیں۔ نیز اس پر انہوں نے ایک مختصر مقدمہ اور آخر میں حواشی

کے عنوان سے مکتوبات کے بعض مندرجات کی تشریح کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۶۲ء میں ''مرزا مظہر جان جاناں کے خطوط'' کے نام سے مکتبہ برہان، دہلی سے شائع ہوا۔

(۵) خودنوشت حالات برائے سفینہ خوش گو (فارسی):

آپ نے ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۶۱ء میں بندرابن داس خوش گو کی کتاب تذکرہ سفینہ کے لیے اپنے حالات لکھ کر دیے تھے۔ یہ سفینہ خوش گو مرتبہ عطاء الرحمٰن کاکوی، پٹنہ ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء میں (ص ۳۰۲) شامل ہیں۔

(۶) خودنوشت احوال مشمولہ سرو آزاد (فارسی):

تذکرہ سرو آزاد کے مؤلف مولانا آزاد بلگرامی کی درخواست پر آپ نے اپنے خود نوشت حالات تقریباً ۱۱۶۶ھ/ ۱۷۵۲ء میں لکھے تھے جو تذکرہ سرو آزاد، طبع کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء میں (ص ۲۳۲-۲۳۴) شامل ہیں۔

(۷) دیوان فارسی کا دیباچہ (فارسی):

آپ نے اپنے دیوان ثانی کا دیباچہ ۱۱۷۰ھ/ ۱۷۵۶ء میں تحریر فرمایا جو آپ کے فارسی دیوان کے مطبوعہ تمام نسخوں میں شامل ہے۔

(۸) تقریظ رسالہ کلمات الحق (فارسی):

آپ نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا غلام یحییٰ بہاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۶ھ/ ۱۷۷۲ء) کے رسالہ کلمات الحق پر ایک مختصر تقریظ ۱۱۸۴ھ/ ۱۷۷۰ء (سال تالیف رسالہ) میں تحریر فرمائی جو اس رسالہ کے علاوہ بشارات مظہریہ، مقامات مظہری اور کلمات طیبات میں بھی منقول ہے۔

(۹) وصیت نامہ (فارسی):

آپ نے اپنی شہادت ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء سے کچھ پہلے (شاید ۱۱۹۴-۱۱۹۵ھ/ ۸۱-۱۷۸۰ء میں) وصیت لکھی جو معمولات مظہریہ (ص ۱۴۴-۱۴۵) میں محفوظ ہے۔

(۱۰) تنبیہات الخمسہ (فارسی):

اس نام سے آپ کی ایک تحریر بشارات مظہریہ (ورق ۷۱-۷۳) میں محفوظ ہے، جس کا موضوع حقیقت اہل سنت ورد شیعہ ہے۔

(۱۱) سلوک طریقہ (فارسی):

اس عنوان سے جناب عبدالرزاق قریشی مرحوم نے آپ کی ایک تحریر غیر مطبوعہ رسالہ کے طور پر اپنے مرتبہ مجموعہ "مکاتیب میرزا مظہر" (ص ۲۱۹-۲۲۳) میں بشارت مظہریہ سے نقل کی ہے۔[۵۴]

فصل نہم:

ملفوظات شریف

اغراض سے پاک بنو

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دل کو دونوں جہانوں کی اغراض سے پاک کرلو۔ تمہارا عمل ہی کیا ہے کہ تم اسے بیچ سکو۔ کس کی استطاعت ہے کہ وہ اپنے کو اس سے منسوب کرے۔ باطنی صفائی کے لیے خلوت ضروری ہے، کیونکہ درویشی کا سرمایہ صفا کی موجودگی ہی ہے۔ دنیاوی اسباب میں سے بہت کم اختیار کرو، کیونکہ قیامت کے دن اس کا حساب دینا ہوگا۔ عبادت اور ذکر خدا میں سرگرم رہو، آج کا کام کل پہ نہ چھوڑو۔ [۵۴]

نماز تمام کیفیات کی جامع

فرمایا: ہر عمل کی کیفیت الگ الگ ہوتی ہے۔ نماز تمام کیفیتوں کی جامع ہوتی ہے، کیونکہ وہ تلاوت، تسبیح، درود اور استغفار واذکار کے انوار پر مبنی ہوتی ہے۔ سب سے صحیح اور اصل احوال جو کہ احوال قرن (ایک دوسرے سے مربوط اور کامل جامعیت والے حالات) سے مشابہ ہوتے ہیں، وہ نماز ہی میں حاصل ہوتے ہیں، بشرطیکہ اس کے آداب جیسا کہ چاہیے بجالائے جائیں۔ [۵۵]

تلاوت قرآن مجید

فرمایا: قرآن مجید کی تلاوت باطن کی صفائی اور دل کی قبض کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ ترتیل حروف اور خوش الحانی سے (تلاوت) ہونی چاہیے اور قرآن مجید کی تلاوت متوسط آواز سے کرنی چاہیے، (کیونکہ) اس سے ذوق وشوق پیدا ہوتے ہیں۔ [۵۶]

توسل شیخ

فرمایا: جناب الٰہی میں ہر شیخ طریقت کا توسل ''حبل المتین'' ہے، کیونکہ یہ قرب (الٰہی) کے درجات پر فائز ہوتے ہیں۔ (طالب) مستفید اگر فیض حاصل کرے تو یہ بہت بڑی سعادت ہے، (اس طرح) وہ بھی ان میں سے ہو جائے گا، یہی نہیں بلکہ وہ اس بشارت میں شریک ہو جائے گا جس میں یہ اکابر ممتاز ہوتے ہیں اور ان بزرگوں کی عنایت اس کے شامل حال رہے گی۔

فرمایا: غلبہ خواطر کے وقت جناب الٰہی میں التجا وزاری کرنی چاہیے۔ مرشد کی صورت کو توجہ کا مرکز بنا کر ان کے وسیلے سے باطنی امراض کے ازالہ کے لیے التجا کرنی چاہیے۔ [۵۷]

توبہ کی تلقین

فرمایا: میں شروع میں طالبین کو توبہ کی تلقین توبہ نصوح کی تاکید کی مانند کیا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے اپنے حضرت شیخ کی خواب میں زیارت کی۔ انہوں نے میرے حال پر بہت عنایتیں فرمائیں۔ وہاں ایک قوال حاضر تھا آپ نے اسے بھی توجہ دی تو اس پر ایک ایسی عجیب حالت طاری ہوئی کہ اس نے اپنے عمل کو چھوڑ دیا، مزامیر توڑ ڈالے اور غیر شرعی کاموں سے توبہ کی۔ فرمانے لگے کہ توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب طالب کے باطن پر نسبت کا غلبہ ہو جائے تو وہ اپنا کام خود کرنے لگے۔

اس روز سے میں نے توبہ کے سلسلے میں سختی کرنا چھوڑ دیا ہے، کیونکہ توبہ مجمل ہی کافی ہے اور توبہ نصوح خاص وقت پر حاصل ہو جاتی ہے۔ [۵۸]

اتباع سنت

فرمایا: تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو، حضرت (محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع دل و جان سے کرو۔ اپنے حالات کا کتاب و سنت سے موازنہ کرو اگر ان کے موافق ہوں تو ان کو قبولیت کے لائق سمجھو اور اگر ان کے مخالف ہوں تو ان کو نامقبول سمجھو۔ [۵۹]

عقیدہ اہل سنت

فرمایا: عقیدہ اہل سنت والجماعت کا التزام کر کے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرو اور علماء کی صحبت اختیار کر کے اخروی ثواب حاصل کرو۔ اگر ممکن ہو تو حدیث پر عمل کرنے میں مداومت (اختیار) کرو، ورنہ کبھی کبھی حدیث پر عمل ضرور کرنا چاہیے، تاکہ تم اس کے نور سے محروم نہ رہو۔ [۶۰]

گوشہ نشینی، توکل واسباب روزی

فرمایا: اگر تمہارے دل میں تردد نہ ہو تو گوشہ نشینی اختیار کرو۔ رزق جس کے لیے وقت مقرر ہے، خود ہی پہنچ جائے گا۔ اگر عیال کی فکر دامن گیر ہو تو اسباب کا مہیا کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ مقررہ آمدنی جس پر دل کو بھروسہ نہ ہو وہ توکل اور سبیل الرشاد کے منافی نہیں ہوتی۔ [۶۱]

صبر وتوکل

فرمایا: جہاں تک ممکن ہو سکے اپنی زندگی صبر وتوکل سے بسر کرو، غیر کا تصور دل سے نکال دو، اپنے کام خدا پر چھوڑ دو۔ [۶۲]

دولت بزرگی اور قابل رشک مومن

فرمایا: کم روزی کمانا، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنا، شہر میں مشہور نہ ہونا، کوئی ورثہ اور وارث نہ چھوڑنا، بے شک بہت بڑی اور مبارک دولت ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے نبی (اکرم) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرے دوستوں میں سے میرے نزدیک زیادہ رشک کے لائق وہ مومن ہے جو کم عیال دار ہو، نماز کا زیادہ حصہ رکھتا ہو، اس نے پوشیدہ طور پر اپنے رب کی عبادت واطاعت اچھی طرح کی ہو اور لوگوں میں غیر معروف ہو، انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ نہ کیا جاتا ہو، اس کا رزق بقدر ضرورت ہو، اس نے اس پر صبر کیا ہو۔ پھر آپ صلی

اللہ علیہ وسلّم نے اپنے دونوں ہاتھ (مبارک) زمین پر مارے اور فرمایا اس کی موت جلد واقع ہوئی، کیونکہ کم عورتیں روئیں اور اس کا ترکہ بھی کم تھا (مسند امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ) [۶۳]

تہذیب اخلاق

فرمایا: ان تمام تکلفات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مکارم صفات کے مطابق تہذیب اخلاق کی جائے کیونکہ حضرت رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خلق، خلق عظیم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں۔ [۶۴]

تجلی صوری

فرمایا: حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت اور رویت الٰہی جسے تجلی صوری کہا گیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمت ہے، خواہ وہ کسی قسم سے ہوں راسخ مناسبت سے بشارت دینے والی ہیں:

ع۔ هنيئاً لا رباب النعيم نعيمهم [۶۵]

یعنی نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں۔

تاثیر ذوق وشوق

فرمایا: ارباب شوق و ذوق کی تاثیر گرم اور تیز ہوتی ہے اور اہل دل کو بہت محظوظ کرتی ہے۔ اہل اللہ کے تمام طریقوں کی کیفیات وتصرفات میں وہی نسبت شریفہ ارباب طلب میں جذب فرما ہے، لیکن اہل اطمینان اور جمعیت کی نسبت جو کہ مرتبہ کمالات نبوت اور اس سے بھی بالاتر ہوتی ہے جو صرف طریقہ مجددیہ کا خاصہ ہے، جس میں بہت انوار ہیں اور سالک بہت جلد ترقی کرتا ہے۔ گرم تاثیر جو کہ بے تابی شوق بخشے بہت مفید ہے۔ [۶۶]

زیارت مزارات

فرمایا: اولیاء کے مزارات کو جمعیت کے فیض کے لیے مانگنے کا پیشہ بناؤ۔ مشائخ کرام کی ارواح مبارک کو فاتحہ اور درود سے ثواب پہنچا کر جناب الٰہی میں انھیں وسیلہ بناؤ، کیونکہ اس امر سے ظاہری و باطنی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ البتہ مبتدیوں کو تصفیہ قلب کے بغیر اولیاء کے مزارات سے فیض حاصل ہونا مشکل ہے۔ اس لیے حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ کی یاد میں مصروف ہونا اولیاء کی قبروں کی مجاورت سے بہتر ہے۔ عرس اور چراغاں کی متعارف رسوم کا پابند نہ بننا، کیونکہ ایسا کرنے سے خیمہ اور فرش (دری) کی ضرورت پڑے گی اور لوگوں کے ہجوم میں حفظ مراتب جاتا رہے گا۔ حاجتمندوں کی خفیہ مدد کرنے سے جلدی ثواب ملتا ہے۔[۶۷]

صحبت مرشد

فرمایا: اس طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) میں پیری و مریدی محض بیعت، شجرہ اور کلاہ نہیں ہے، بلکہ مرشد کی صحبت میں رہ کر ذکر قلبی حصول جمعیت اور توجہ الی اللہ کی تعلیم بھی ضروری ہے۔[۶۸]

قلب سلیم

فرمایا: ایسا قلب سلیم پیدا کرنا چاہیے، جس میں غیر اللہ کا گزر نہ ہو۔[۶۹]

عجز وانکسار

فرمایا: عجز وانکسار کی صفت کا ہونا ضروری ہے اور لوگوں کے ظلم وستم صبر وتحمل سے برداشت کرنے کی عادت پیدا کرنی چاہیے:

چیست معراج فنا این نیستی
عاشقان را مذہب و دین نیستی [۷۰]

یعنی آسمانوں کی معراج کیا ہے؟ یہ نیستی ہے، عاشقوں کا مذہب اور دین نیستی ہے۔

تقدیر

فرمایا: نگاہ بلند ہونی چاہیے۔ مجازی کاموں کو تقدیر جانتے ہوئے چون و چرا نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگر کوئی خطا ہو جاتی اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین انھیں ملامت کرتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ''اسے کچھ نہ کہو، اگر مقدر ہوتا تو کیا وہ ایسا کرتا۔'' [۷۱]

فنا و اطمینان نفس

فرمایا: فنا اور اطمینان نفس کے بعد تسلیم و رضا سالک کا وصف بن جاتا ہے اور قلب کی فنائیت میں محبت کے غلبہ کی وجہ سے افعال کے سبب لوگوں سے سلب ہو جاتے ہیں اور فاعل حقیقی کے سوا سالک کے شہود میں کچھ نہیں رہتا۔ [۷۲]

فنا کا حصول

فرمایا: فنا کا حصول جس کی علامت ماسوئ اللہ سے بے شعوری اور خدا کی طرف دائمی توجہ ہے، اس طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) میں جلدی حاصل ہوتی ہے لیکن اس مرتبہ کا درست اور مثبت ہونا جس میں ماسوئ اللہ کے بھول جانا اور علمی اور حبی تعلق کو دل سے نکال پھینکنا عرصہ دراز کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ [۷۳]

کمال فنا

فرمایا: کمال فنا کے ظہور سے بارہا یہ یقین ہوا کہ میں اس جہان سے انتقال کرنے والا ہوں اور اگر اس وقت کوئی آ کر سلام کہتا تو ایسا لگتا کہ جیسے کسی نے قبر پر آ کر سلام تحیۃ کہا ہے۔ ایک مرتبہ مجھے اس سے افاقہ ہوا تو گمان گزرا کہ میں ابھی زندہ ہوں اور ابھی رخت سفر باندھنے کا وقت نہیں آیا۔ [۷۴]

موت پر یقین

فرمایا: موت پر یقین اور اسے سچا وعدہ سمجھ کر اسے خلوت کا سرمایہ جانو۔ [۷۵]

سرمایہ تجارت

فرمایا: فقیر کا سرمایہ حیات تو فارغ البالی اور جمعیت خاطر ہے، کیونکہ اس کا فارغ البال دل مقصود کا منتظر رہتا ہے، لہٰذا ایسا نہ ہو کہ دل جمعی تفرقہ میں بدل جائے اور دل کی توجہ و یکسوئی میں خلل پیدا ہو جائے۔ [۷۶]

قناعت

فرمایا: قناعت اختیار کرو، حرص اور طمع کو دل سے نکال دو، یار اور اغیار سے ناامید ہو جاؤ۔ ہونا اور نہ ہونا، ہر ایک کو برابر جانو اور کسی کو حقارت سے نہ دیکھو۔ اپنے آپ کو سب سے کمتر اور عاجز شمار کرو۔ طلب الٰہی کے راستہ میں بڑائی کو دماغ سے نکال دو اور غرور کو چھوڑ دو۔ [۷۷]

شیخ و مرشد کا احترام

فرمایا: مشائخ کی محبت میں اپنی عقیدت کو مضبوط کرو، کیونکہ دوستان خدا کی روشنی اللہ کے

قرب کا موجب ہوتی ہے۔ اپنے پیر کے حضور غیر کا خیال نہ لاؤ، جب پیر کی صحبت میسر ہو تو نوافل نہ پڑھو۔[۷۸]

خدمت مرشد

فرمایا: نواب مکرم خان رحمۃ اللہ علیہ (میر محمد اسحاق بن شیخ میر) نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے کمالات باطنی کا استفادہ کیا تھا۔ ایک روز ان سے اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ''چار سال، وہ عرصہ جو میں نے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں بسر کیا، یہی میری عمر ہے، باقی وبال آخرت ہے'':

اوقات ہمان بود کہ با یار بسر رفت
باقی ہمہ بے حاصل و بے خبری بود

یعنی وقت وہی تھا جو یار کی صحبت میں گزرا، اس کے علاوہ سب بے حاصل اور بے خبری تھی۔[۷۹]

نواب مکرم خانؒ کے کھانے کی برکات

فرمایا: نواب مکرم خانؒ کے کھانے میں اتنے تکلفات ہوتے تھے جو فضول خرچی کی حد تک پہنچ گئے تھے، لیکن حضرت خواجہ (محمد معصوم) رحمۃ اللہ علیہ اس کامل احتیاط اور انتہائی تقویٰ کے ان کا کھانا کھا لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان کے کھانے کی برکات سے اس قدر نور باطن بڑھتا ہے کہ گویا کھانا کھایا ہی نہیں۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کے غلبہ اور انوار نسبت کے ظہور سے ان کی تمام چیزیں منور ہو گئیں (تو انہوں نے بطور شکرانہ) دو رکعت نماز (نفل) ادا کی:

از محبت مس ہا زر می شود — از محبت تلخ ہا شیریں شود
از محبت سرکہ ہا مل می شود — از محبت خار ہا گل می شود[۸۰]

یعنی محبت سے تانبے سونا بن جاتے ہیں اور محبت کڑوی چیزوں کو میٹھا بنا

ڈالتی ہے۔

محبت سے سر کے شراب انگوری بن جاتے ہیں اور محبت سے کانٹے پھول بن جاتے ہیں۔

محبت پیرومرشد

فرمایا: نواب مکرم خانؒ (میر محمد اسحاق بن شیخ میر) نے اپنے پیر (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ آپ کی محبت خدا اور رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبت پر غالب ہے، جو میرے لیے شرمندگی کا باعث ہے۔اس کے جواب میں (ان کے پیرو مرشدؒ نے) تحریر فرمایا کہ پیر کی محبت میں ہی خدا اور رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی محبت ہے اور کمالات الٰہیہ کا جذب جو پیر کے باطن میں ہوتا ہے، اسی کا سبب ہوتا ہے:

چوں دیدہ عقل آمد احول
معبود تو سرتست اوّل [۸۱]

یعنی جب عقل کی آنکھ بھینگی ہو جاتی ہے تو معبود اول تیرا سر ہوتا ہے۔

نور فراست

فرمایا: نواب مکرم خانؒ کے انتقال کے وقت حضرت خواجہ (عبیداللہ) احرار (رحمۃ اللہ علیہ) کا متبرک کلاہ ان کے سر پر رکھا گیا۔انہوں نے نور فراست سے معلوم کر لیا اور آنکھیں کھول دیں کہ میرے پیر کا متبرک کلاہ لایا گیا ہے۔اس لیے حضرت خواجہ کی ذات درگاہ الٰہی میں میرا وسیلہ ہوگی۔

فقراء کا انکار نہیں کرنا چاہیے

فرمایا: سلسلہ کے فقرا کی ایک جماعت رقص و سرود کر رہی تھی کہ اہل تماشا میں سے ایک کو

خیال آیا: ان بدعتیوں میں بھی کوئی صاحب کمال ہوتا ہوگا۔ ان فقراء میں سے ایک نزدیک آیا اور کہا:

خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر
تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد[۸۲]

یعنی تو جہان کے مسکینوں کو حقارت سے مت دیکھ، تجھے کیا خبر کہ اس گرد (غبار) میں کوئی سوار ہو؟

قدیم نقشبندی نسبت اور نسبت مجددیہ

فرمایا: قدیم نقشبندی بزرگوں کی نسبت اور نسبت احمدیہ (مجددیہ) کے انوار میں فرق ہے، نیز ان کی کیفیات بھی مختلف ہیں۔ توجہ جو پیر اپنے مستفید (طالب) کے حال پر کرتا ہے، وہ پیر کے پیروں سے کم ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ یہاں دونوں (پیر و مرید) کے قرب کے سبب ''معیت'' قوی اور متحقق ہوتی ہے۔[۸۳]

فضیلت سلسلہ نقشبندیہ

فرمایا: علماء کے ایک گروہ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے طریقہ نقشبندیہ میں کیا فضیلت دیکھی کہ دوسرے طریقوں کے مقابلہ میں اسے اختیار کیا؟ میں نے کہا کہ یہ طریقہ کتاب وسنت کے مطابق ہے، جس کا قطعی ثبوت ہے اور یہ قطعیت کے مطابق ہے اور وہ بھی یقینی ہے۔[۸۴]

معارف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا: حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معارف کتاب وسنت کے مطابق ہیں اور وہ مقامات کہ جہاں اعتراض وارد ہوئے ہیں، کے جواب آپ نے خود تحریر فرما دیے ہیں جو اہل انصاف کے نزدیک کافی ہیں۔

بہت سے کلمات جن پر علمائے ظاہر گرفت کرتے ہیں، دیگر اولیائے کرام سے بھی صادر ہوئے ہیں، وہ بلا تامل درست نہیں ہوتے۔ ہر تاویل جو ایسے کلام کی کی جائے وہ غلبہ احوال (سکر) یا الفاظ کا معانی کے بیان کے لیے کفایت نہ کرنا، یا ان باتوں کے اظہار کے لیے حکم الٰہی ہونا، حضرت مجددؒ کے کلام سے بھی ثابت ہے۔ [۸۵]

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

فرمایا: شیخ عبدالحق محدث (دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ ابتدائے حال میں حضرت امام مجددؒ کے بعض معارف پر اعتراضات لکھے، لیکن آخر میں ان سے رجوع کر لیا اور خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۳ھ)، خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا:

> ''ان دنوں میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھے جو صفائی (رفع شبہات) حاصل ہوئی، وہ حد سے متجاوز ہے۔ دراصل بشریت کا پردہ اور جبلت کا حجاب درمیاں سے اُٹھ گیا ہے، رعایت طریقہ و انصاف اور حکم عقل جو ان عزیزوں اور بزرگوں کے حق میں برا نہیں ہوتا، ذوق وجدان اور غلبہ کے طور پر کوئی چیز ایسی باطن میں پڑی ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے، پاک ہے وہ ذات جو دلوں کو پھیرتی اور احوال کو بدلتی ہے، شاید اہل ظاہر دور رہیں، میں تو نہیں جانتا کہ حال کیا ہے؟ اور کس طرح پر ہے۔''

(حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے) مخلصین نے آپ پر کیے گئے اعتراضات اور شبہات کے رد میں رسائل تالیف کیے ہیں۔ ان رسائل رد شبہات میں سب سے بہترین رسالہ مرزا محمد بیگ بدخشی کا ہے جو مکہ شریف میں تالیف ہوا (اور) جس پر چاروں مسالک (اہل سنت والجماعت) کے مفتیوں کی مہریں لگوائی گئی ہیں۔ [۸۶]

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا کمال

فرمایا: بادشاہ (نور الدین جہانگیر) کی طرف سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو تکلیف پہنچنا بھی آپ کی انبیاء کرام علیہم السلام کی کمال متابعت کی دلیل ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید میں اعتکاف کیا اور حضرت سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ غار ثور میں خلوت گزیں ہوئے۔[۸۷]

حضرت مجدد الف ثانیؒ جہانگیر بادشاہ کو سجدہ تعظیمی نہ کرنے کے جرم میں گوالیار کے قلعہ میں تین سال (۱۶۱۹-۱۶۲۱ء) تک قید رہے۔

حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا احترام

کسی نے آپ سے پوچھا کہ حضرت غوث الثقلین (شیخ سید عبد القادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا:

"یہ دونوں میرے پیر اور راہنما ہیں، مجھ پر دونوں رحمت الٰہی کے بادل کی طرح برستے ہیں۔ میری راہنمائی کے لیے ان میں سے ایک ہی کافی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ آسمان سے زیادہ نزدیک کون ہے؟[۸۸]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا احترام

فرمایا: حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے نیا طریقہ بیان کیا ہے اور اسرار معرفت کی تحقیق اور علوم کی گہرائی کی خاص طرز رکھتے ہیں۔ ان تمام علوم اور کمالات کی وجہ سے وہ علمائے ربانی میں سے ہیں۔ ان کی مثال ان محقق صوفیہ کی سی ہے جو کہ علم ظاہر و باطن کے جامع اور نئے علوم کے موجد ہیں، ایسے چند ایک ہی گزرے ہوں گے۔[۸۹]

حضرت شیخ عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی

فرمایا: ایک مرتبہ ایک بے ادب عورت نے حضرت شیخ عبدالاحد (وحدت) رحمۃ اللہ علیہ کو برا بھلا کہا۔ آپ نے صبر کیا تو معلوم ہوا کہ غیرت الٰہی اس سے انتقام لینے کے لیے حرکت میں آ گئی۔ آپ نے حاضرین میں سے ایک سے فرمایا کہ اس بے ادب کے تھپڑ رسید کرو۔ اس نے توقف کیا۔ اچانک وہ عورت گری اور مرگئی۔ آپ نے اس توقف کرنے والے پر عتاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عورت کا خون تمہاری گردن پر ہے۔ اگر تو میرے حکم پر عمل کرتا تو وہ بے ادب نہ مرتی اور سلامت رہتی۔

اس کے بعد حضرت مظہر جان جاناں قدس سرہ نے فرمایا:

"مشائخ کے حکم پر بلا توقف عمل کرنا چاہیے۔ اس میں بہت سے حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔"[۹۰]

حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ کی بلند ریاضت

فرمایا: (حضرت) شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے، کمال درجہ کے زہد اور ریاضت سے متصف تھے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے سالکوں کے لیے محل رشک ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین روز کے بعد بھوک لگتی تھی۔ شدید بھوک کے وقت درختوں کے پتے، کھیرا اور خربوزے کے چھلکے لے کر انھیں پانی سے پاک کر کے کھالیتا۔ ایک ہی بوسیدہ گدڑی تیس سال تک آپ نے پہنے رکھی۔ ایک بار حضرت نے روزہ کے افطار کے وقت گرمی کی شدت سے حوض کا پانی طلب فرمایا۔ کسی نے عرض کی کہ یہاں ایک کنواں ہے، جس کا پانی ٹھنڈا اور میٹھا ہوتا ہے۔ فرمانے لگے: ہم کئی سالوں سے اس مسجد میں سکونت رکھتے ہیں۔ خیال میں یہ کبھی نہیں آیا کہ یہاں کوئی کنواں ہے، پیاس کی شدت کے وقت اسی حوض کا پانی پی لیا جاتا ہے۔[۹۱]

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حافظ محمد محسنؒ

فرمایا: حضرت سید (نور محمد بدایونیؒ) کے پیر حضرت حافظ محمد محسنؒ استفادہ کے لیے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا: ''تمہارے بزرگ ہمارے بزرگوں کا انکار کرتے تھے، اب تم انکار کرنے آئے ہو یا اقرار؟'' انہوں نے عرض کی: ''اس انکار کی عذر خواہی کے لیے''۔ اور پھر حافظ صاحبؒ آپ کی صحبت کا التزام کر کے کمال و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچے۔ [۹۲]

محبت مشائخ

فرمایا: تمام اولیاء اللہ کی تعظیم اور تمام مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے محبت بھی لازم ہے۔ اگر نفع و استفادہ کی خاطر اپنے پیر کی افضلیت کا نظریہ اختیار کرے تو یہ فرطِ محبت سے بعید نہیں ہے۔ [۹۳]

خود پسندی سے اجتناب

فرمایا: ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کعبہ معظمہ سے کب آئے ہیں؟ میں نے جواب دیا: ''میں کبھی کعبہ گیا ہی نہیں''۔ اس نے کہا: ''میں نے آپ سے کعبہ شریف میں ملاقات کی ہے اور ایک شعر کا مصرعہ جو مجھے بھول گیا تھا، آپ ہی نے بتایا تھا''۔ پس چاہیے کہ اس قسم کے واقعات خود پسندی اور فخر کا باعث نہ بنیں، ہمارا اور تمہارا تو صرف ایک بہانہ ہے، حقیقت میں تمام کاموں کا کارساز اللہ تعالیٰ ہی ہے:

او بہ دل ھامی نماید خویش را
او بدوزد خرقہ درویش را [۹۴]

یعنی وہ اپنا آپ دلوں پر ظاہر کرتا ہے، درویش کی گدڑی کو وہی سیتا ہے۔

اوراد و وظائف

فرمایا: سالکوں کے لیے ہزار بار درود اور کثرت استغفار لازم ہے۔ دعائے حزب البحر، وظیفہ صبح و شام اور ختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم حل مشکلات کے لیے ہر روز پڑھنا چاہیے۔ تہجد کی نماز میں دس یا بارہ رکعتیں مع سورہ اخلاص اور سورہ یٰسٓ، یا جس قدر آسانی سے ہو سکے پڑھے۔ اشراق کی نماز چار رکعت اور نماز چاشت میں چار یا چھ رکعت اور زوال میں بھی چار رکعت ایک سلام سے، سنت مغرب کے بعد چھ یا بیس رکعت اور عشا کی سنت کے بعد چار رکعت سنت عصر اور تحیۃ وضو بھی لازم ہونا چاہیے۔ تلاوت قرآن مجید ایک جز، کلمہ تمجید اور کلمہ توحید سو سو مرتبہ اور سبحان اللہ وبحمدہ صبح اور سوتے وقت سو مرتبہ پڑھیں۔ احادیث صحیحہ میں موقتہ دعائیں ثابت ہیں، ان کا ورد بھی معین کرنا چاہیے، لیکن ان تمام اعمال میں حضور قلب کا ہونا لازم ہے۔[95]

مکتوبات امام ربانیؒ کے دائمی درس کی سعادتیں

فرمایا: حضرت مجدد (الف ثانی) رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات جو مسائل شریعت، اسرار طریقت، معارف حقیقت، نکات سلوک، حقائق تصوف اور انوار نسبت مع اللہ پر مشتمل ہیں، عصر کے بعد (سالک کو ان کا) دائمی درس لینا چاہیے، کیونکہ ایسا کرنے سے سعادت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔[96]

اشغال طریقہ اور ذکر

فرمایا: اشغال طریقہ اختیار کرنا غلبۂ محبت الٰہی کے حصول کے لیے ہے۔ کبھی فرط محبت محض عنایتِ الٰہی ہوتی ہے لیکن ذکر دوام شرائط (آداب) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے طریقہ میں فرض ہے۔ تمام مرادیں ترک کرنی چاہئیں اور ذکر کثرت سے کرنا چاہیے، کیونکہ دل کثیر ذکر کے بغیر کشادہ نہیں ہوتا۔ ذکر کرتے وقت اگر کوئی کیفیت یا بے خودی حاصل ہو تو اسے

محفوظ رکھنا چاہیے اور اگر کچھ ظاہر نہ ہو تو پھر بہت عاجزی اور انکساری کے ساتھ ذکر کرنا چاہیے، ایسے ہی اشغال کا التزام کرنا چاہیے، تاکہ دوام (ہمیشگی) کی صورت نصیب ہو جائے۔ [۹۷]

مرتبہ حضور و آگاہی کا حصول

فرمایا: اوقات کو ذکر اور عبادت سے معمور رکھنا چاہیے۔ اپنی قوت ادراک کو ماسوئ اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے پاک رکھنا چاہیے۔ اپنی توجہ اور ہمت اسم مبارک ''اللہ'' جس پر ہم ایمان لائے ہیں، کے مفہوم کے سوا کسی اور چیز پر صرف نہیں کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ ملکہ حضوری راسخ ہو جائے۔ جس وقت دل کی طرف خیال کرے، اسے حق سبحانہ کی طرف متوجہ پائے۔ اس اثنا میں اگر دیگر ذوق و شوق اور کیفیات حاصل ہو جائیں تو یہ مزید عنایت الٰہی ہے، ورنہ اصل کام مرتبہ حضور و آگاہی کا حصول ہے۔ [۹۸]

ذکر نفی و اثبات

فرمایا: نفی و اثبات کے ذکر کی ورزش سے بشری صفات کم ہو جاتی ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر بری عادت کا الگ الگ تکرار کلمہ طیبہ میں کلمہ ''لا'' سے چند روز تک نفی کرے اور اس کی جگہ محبت ثابت کرے، یہاں تک کہ وہ بری خصلت زائل ہو جائے۔ نفسانی خواہش کے برعکس مقامات سلوک حاصل کرنے چاہئیں۔ ممکن کہ بری عادتیں نیک صفات میں تبدیل ہو جائیں۔ [۹۹]

حبس نفس

فرمایا: جب حبس نفس سے نفی و اثبات کا ذکر تین سو بار سے کم کیا جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ جس قدر زیادہ کیا جائے، اتنا ہی مفید ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حبس نفس کے لیے ذکر کی شرط نہیں رکھی، بلکہ اس کا صرف مفید ہونا فرماتے ہیں، لیکن ذکر دوام، وقوف قلبی اور مبداء فیاض پر توجہ کو اپنے طریقہ کا رکن مقرر کیا ہے۔ [۱۰۰]

اسم ذات

فرمایا: اسم ذات کی کثرت سے جذبہ الٰہی کی نسبت حاصل ہوتی ہے۔ نفی واثبات سلوک کے راستے کا فاصلہ طے کرنے کے لیے مفید ہے۔ [۱۰۱]

حد اعتدال

فرمایا: کھانے پینے، سونے جاگنے اور اعمال وعبادت میں توسط اور حد اعتدال رکھنا مشکل کام ہے۔ کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اپنے اوقات کار حضرت خیر البشر صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت کے مطابق منضبط کیے جائیں۔ انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہر کام میں حد اعتدال حاصل کرنے کے لیے ہے۔ ہر کام میں لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ سورۃ الحدید ۲۵) قطعی نص ہے۔ [۱۰۲]

مبداء فیاض

فرمایا: مبداء فیاض کی طرف دوام توجہ سے اس قدر فیوض و برکات سے فائض ہوتا ہے کہ ''باطن'' انوار اور کیفیت محبت سے لبریز ہو کر بہنے لگتا ہے۔ [۱۰۳]

اعمال کی کوتاہی کو پیش نظر رکھنا

فرمایا: اپنے اعمال کی کوتاہی کو پیش نظر رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی سابقہ عنایت محض کو دیکھنا اس راستے کے کارگزار کے لیے معاون ہے، خواہ کتنا ہی عمل کرے، پھر بھی استغنا اور صفت کبریا میں مصروف رہے۔ [۱۰۴]

گناہ و نعمت

فرمایا: گناہ کا عذر اور امید واثق کو قبولیت کا وسیلہ بنائے۔ تھوڑے سے گناہ کو بہت زیادہ خیال کرے اور قلیل نعمت کو بیشمار سمجھتے ہوئے شکر و رضا اختیار کرے۔ [۱۰۵]

فطرت و جبلت تبدیل نہیں ہوتی

فرمایا: حق تو یہ ہے کہ بری صفات تصفیہ و تزکیہ کے بعد ختم ہو جاتی ہیں، ان کا مکمل خاتمہ ممکن نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گیا ہے تو سچ مان لو، لیکن اگر یہ سنو کہ کسی کی جبلت (طبیعت) بدل گئی ہے تو باور نہ کرو۔ "لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (یعنی خدا کی بنائی ہوئی فطرت میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ الروم ۳۰) [۱۰۶]

ایمان مجمل

فرمایا: ایمان مجمل یعنی (یہ) کہ "میں خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لایا اور نیز جو کچھ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا سے لائے اور (یہ کہ میں) خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت رکھتا ہوں، ہی نجات کے لیے کافی ہے۔ ہر مسئلہ کو دلائل سے ثابت کرنا متبحر عالموں کا کام ہے، عام مسلمان اس کے مکلف نہیں ہیں۔ [۱۰۷]

تجلیات الٰہیہ کی شناخت

فرمایا: تجلیات الٰہیہ کی شناخت جو ارباب محبت و معرفت کے باطن پر وارد ہو، کی شناخت دشوار کام ہے۔ نظر بصیرت تیز درکار ہے، تاکہ تجلیات کی کیفیات جدا جدا معلوم کر سکے۔ [۱۰۸]

طویل ریاضت

فرمایا: اس طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) کے مقامات کے حصول کے لیے میں نے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تیس سال خدمت کی اور تیس سال سے زیادہ عرصے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے طالبین کو طریقہ کی تلقین میں مصروف ہوں، ساٹھ سال میں حضرت سید (نور محمد بدایونی) رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات سے میں فنائے قلب سے مشرف ہوا اور اس مدت میں بڑی کوشش سے باطنی شغل کرتا رہا ہوں، اب فنائے قلبی کے آثار جیسے کہ چاہیے ظاہر ہو رہے ہیں۔ [۱۰۹]

مقامات طریقہ نقشبندیہ مجددیہ

فرمایا: مقامات طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) کے حصول کے بعد سالک کے احوال مختلف تصویروں والے مرقع کی طرح ہو جاتے ہیں۔ کبھی مقامی نسبت ظہور کرتی ہے اور وہ اپنی کیفیات میں اسے محفوظ کرتی ہے اور کبھی نسبت مقامی دوسرا پرتو ڈالتی ہے تو اس وقت اس کی کوئی اور ہی حالت ہوتی ہے، لیکن جب متوسلین سلسلہ احمدیہ (مجددیہ) کی نسبت اپنے کمالات اور عروج کو پہنچتی ہے تو سالک (متوسل) اس کی لطافت و بے رنگی کی وجہ سے ادراک نہیں کر سکتا، کیونکہ لطافت اور صفا نیچے والے تمام مقامات کو متاثر کرتی ہے اور کیفیات کو چھپا لیتی ہے اور وہ واقعات اور خواب جو اس طریقہ کے اطفال (مبتدی) کے لیے دل خوش کن ہوتے ہیں، کم ہو جاتے ہیں، وہاں محض لاعلمی اور دشواری ہی ہوتی ہے۔ [۱۱۰]

باطنی نسبت کی حفاظت

فرمایا: خلوت میں بیٹھ کر باطنی نسبت کی حفاظت اور مبداء فیاض پر دائمی توجہ رکھنی چاہیے۔ اپنے اوقات کو ظاہری اعمال کی ادائیگی سے مامور رکھنا چاہیے، کیونکہ اعمال کا نور جمعیت، صفائی نسبت، اور آگاہی کا سبب ہوتا ہے۔ [۱۱۱]

مراقبہ، ذکر تہلیل، کثرت نوافل، درود و تلاوت کے ثمرات

فرمایا: ہمیشہ کے مراقبے سے باطنی نسبت میں قوت، ملک و ملکوت کی اطلاع اور مہربانی کی نگاہ سے دلوں کو نوازنے کی قدرت پیدا ہو جاتی ہے۔ ذکر تہلیل کی کثرت سے صفات بشریت کی فنا، کثرت درود سے اچھے واقعات، کثرت نوافل سے انکساری و عاجزی اور کثرت تلاوت سے نور و صفا حاصل ہوتا ہے۔ ذکر تہلیل معنوی لحاظ سے اس طریقہ میں مفید ہے اور صرف لفظ کی تکرار ہی آخرت کے ثواب کا سرمایہ اور برائیوں کا خاتمہ کرتی ہے۔[۱۱۲]

واقعات و خواب

فرمایا: واقعات و خواب اتنے قابل اعتبار نہیں ہیں، کیونکہ ان میں بہت شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی اتباع سنت کا نور، نور ذکر، نسبت مرشد، کثرت درود، خدمت سادات، درس حدیث اور کبھی تصدیق و اخلاق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک میں نمودار ہوتے ہیں۔ اسی طرح اولیاء کی خدمت میں مناسبت کے رابطے ان اکابر کی صورتوں میں متصور ہوتے ہیں اور کبھی مشہور اخبار (باتوں) اور مقررات واقعہ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ یہ تمام شعبدے دل کو سرور بخشتے ہیں، لیکن حقیقت میں یہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ مگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور اولیاء کا دیدار احوال، انوار باطن اور اطاعت کی توفیق کو زیادہ کرتا ہے۔ واقعات نفس الامر کے مطابق ہوتے ہیں جو بڑی کامیابی ہے۔[۱۱۳]

مکاشفات و خواب

فرمایا: اللہ تعالیٰ جب چاہے کہ مخلصین کو اخلاص میں ثابت قدم اور ان کی بزرگی میں ترقی ہو تو افاضہ فیوض اور حل مشکلات کے لیے ان کے پیر و مرشد واقعات (مکاشفات اور خواب) میں دکھائے جاتے ہیں اور بعض اوقات اس بزرگ کے لطائف اس کی صورت میں متمثل ہو کر ان کے کاموں کے پورا کرنے کا وسیلہ بنتے ہیں اور کبھی اس بزرگ کو معاملہ کی اطلاع بھی ہو جاتی ہے۔[۱۱۴]

کشف صحیح اور عمدہ نعمتیں

فرمایا: مقامات میں سالکوں کی سیر میں صحیح کشف جو واقعات کے مطابق ہو، بہت کم ہوتا ہے۔ سو بشارات دے دے کر اللہ پر بہتان اور سالک کو مغرور نہیں کرنا چاہیے۔ حالات میں تبدیلی، واردات کی آمد اور اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ اور اپنے اوقات کی وظائف وعبادات کے مطابق تعمیر اللہ تعالیٰ کی عمدہ نعمتیں ہیں۔ [۱۱۵]

مرتبہ ولایات و کمالات نبوت

فرمایا: باطنی حالات کی کیفیات کا ادراک مرتبہ ولایات میں محفوظ کرتا ہے، لیکن کمالات نبوت میں باطن کا وصف لاعلمی اور دشواری کے سوا کچھ نہیں ہوتا، اگرچہ مقامات فوق میں لطائف و بے رنگی لازم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ [۱۱۶]

وصول کمالات

فرمایا: وصول کمالات کی راہ عنقریب بند ہونے والی ہے اور طریق ولایات پامال ہو جائیں گے۔ اس آخری زمانے میں مقامات سلوک کے لیے استعدادیں کوتاہ ہوگئی ہیں، جو مقصود تک پہنچانے سے معذور ہیں، لیکن تیس سال پہلے طالبوں کی سیر میں سرعت تھی۔ ان کا کشف و وجدان بھی درست ہوتا تھا۔ فی الحال اگر میرے اصحاب میں سے کوئی طالب صادق اخلاص و کوشش سے فیوض طریقہ کے کسب کی کوشش کرے تو عرصہ دراز کے بعد وہ ولایت قلبی، یا اس سے بالا مقام پر فائز ہوتا ہے، لیکن مقامات عالیہ مجددیہ کا حصول سخت دشوار ہے۔ [۱۱۷]

نکاح و تجرد

فرمایا: نکاح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے، لیکن ان ایام میں رزق حلال نایاب

ہے اور جہالت کا دور دورہ ہے۔ اکثر کی اولاد علم و ادب سے بے بہرہ ہے۔ عقد نکاح میں بدعتوں کے رواج سے خرابی پیدا ہوگئی ہے، اس لیے سالکوں کے لیے ترک و تجرد بہتر ہے۔[118]

نئی باتوں اور بدعتوں سے اجتناب

فرمایا: ان دنوں میں لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ معاملات تباہ ہو گئے ہیں اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہوگیا ہے۔ اگر کوئی فقہی روایت اور ظاہری فتویٰ پر عمل کرے اور نئی باتوں اور بدعتوں سے پرہیز کرے تو یہ بہت ہی غنیمت ہے۔[119]

بیتاب حرکات کی ممانعت

فرمایا: قدیم زمانے میں جمعیت و طمانیت کا ظہور زیادہ تھا، اس لیے اصحاب کو بیتاب حرکات سے منع کرتے تھے، کیونکہ فغاں و نعرہ اصحاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوا ہے۔[120]

خدا نہ قادری ہے نہ چشتی

فرمایا: حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر حضرت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت غوث الثقلین (سید عبدالقادر جیلانیؒ) کی اولاد امجاد میں سے ایک صاحبزادے سے ملنے کے لیے گئے۔ وہ صاحبزادگی اور اپنی ظاہری حشمت کے غرور سے آپ کی تعظیم کے لیے نہ اُٹھا۔ آپ کے اصحاب اس کی اس بے ادبی سے ناخوش ہوئے۔ اس نے آپ کی خدمت میں التماس و التجا کی اور آپ کے صرف ہمت سے اس نے طریقہ نقشبندیہ حاصل کرلیا اور اس کے حالات اچھے ہو گئے۔ اس کے عزیزوں کو یہ طریقہ پسند نہ آیا اور انہوں نے کہا کہ تم نے اپنے آباؤ اجداد کا طریقہ چھوڑ کر دوسروں کا طریقہ اپنا لیا ہے۔ اس نے کہا کہ خدا نہ قادری ہے نہ چشتی، جہاں میں نے اپنا مقصود دیکھا وہیں پہنچ گیا۔[121]

اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت

فرمایا: ''ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت ایمان کا موجب اور تصدیق کا سرمایہ ہے۔ ہمارے لیے تو ان کی محبت کے سوا اور کوئی عمل وسیلہ نجات نہیں'' اور اپنی زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا:

نکرد مظہر ما طاعتی و رفت بخاک
نجات خود بتولائے بوتراب گزاشت [۱۲۲]

یعنی ہمارے مظہر نے بندگی نہیں کی اور قبر میں چلے گئے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی نجات کا ذریعہ قرار دیا۔

محبت اہل بیت اطہارؓ و تعظیم صحابہ کرامؓ کی یکسانیت

فرمایا: ائمہ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اظہار محبت اور کبار صحابہ (کرام) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم یکساں لازم ہے اور یہی صراط مستقیم ہے جو قیامت کے دن پل صراط کی صورت میں نمودار ہوگی۔ جو دنیا میں اس سیدھی راہ سے منحرف نہیں ہوگا، وہ قیامت کے دن اس سے استقامت کے ساتھ گزر جائے گا۔ [۱۲۳]

محبت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرمایا: فقیر کو جو محبت جناب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اور آپ نسبت عالیہ نقشبندیہ کا سر منشاء ہیں، اگر تقاضائے بشریت کی وجہ سے میری باطنی نسبت پر پردہ پڑ جاتا تو جناب (صدیق اکبرؓ) سے خود بخود رجوع ہو جاتا اور آپ کے التفات سے وہ کدورت دور ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ کہا تو میرے حال پر بہت مہربانی فرمائی۔ ''تواضع'' کے طور پر فرمایا: ''میں اس ستائش کے لائق نہیں ہوں''۔ [۱۲۴]

محبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ

فرمایا: ہماری نسبت (نسبی) جناب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتی ہے اور مجھے آنجناب کی خدمت میں خاص نیاز ہے۔ جسمانی بیماریوں کے وقت میری توجہ آنجناب کی طرف ہوتی ہے، جس سے مجھے شفا ہو جاتی ہے۔ ایک مرتبہ میں نے ایک قصیدہ، جس کا مطلع یہ ہے:

فروغ چشم آگاہی امیر المومنین حیدر
ترا انگشت ید اللہی امیر المومنین حیدر

یعنی حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ چشم آگاہ کی روشنی ہیں، پھر تیرے لیے وہ ید اللہ کیوں نہیں؟

آپ کی خدمت میں پیش کیا تو (آپ نے) بہت نوازش فرمائی۔[۱۲۵]

سماع

فرمایا: ''السماع یورث الرقة والرقة یجلب الرحمة'' یعنی سماع رقت بخشتا ہے اور رقت رحمت کا سبب ہے۔ سو جو چیز رحمت الٰہی کا ذریعہ ہو وہ کس طرح حرام ہو سکتی ہے؟ مزامیر کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، مگر خوشی کے مواقع پر دف بجانا مباح ہے اور بانسری کا استعمال مکروہ ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ بانسری کی آواز آئی تو اپنے کان مبارک بند کر لیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بھی ہمراہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سماع سے منع نہ فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ اس سماع سے احتراز کرنا ہی کمال تقویٰ ہے۔

چونکہ نقشبندی بزرگوں کا عمل عزیمت پر معمول ہوتا ہے، لہٰذا وہ رخصت سے اجتناب کرتے ہیں اور سماع سے بھی پرہیز کرتے ہیں، کیونکہ غنا کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ اختلافی چیز کو ترک کرنا ہی بہتر ہے اور اسی طرح (نقشبندی بزرگوں نے) کمال تقویٰ سے ذکر خفی اختیار کیا اور ذکر جہر موقوف کر دیا۔[۱۲۶]

موت تحفہ الٰہی

فرمایا: عبودیت کے مراتب اور حلقہ ذکر کے بعد باقی وقت موت کے انتظار میں گزرتا ہے۔ اب دل میں کوئی آرزو باقی نہیں رہی اور نہ ہی دل کو لگاؤ رہا ہے۔ موت تحفہ الٰہی ہے، جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور حضرت (محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا سبب ہے۔[۱۲۷]

اتباع سنت کا خصوصی اہتمام

ہر عمل میں آپ حدیث شریف کی طرف راغب ہوتے اور فرماتے تھے کہ ہم نے اپنے اوقات اور اعمال سنت حضرت حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم اور روایت فقہ کے مطابق درست کر لیے ہیں، جو آدمی ہمیں خلاف شرع عمل کرتے دیکھے وہ ہمیں اس پر منع کرے۔ آپ لوگوں کو رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت کے مطابق سلام کرنے کی تاکید فرماتے اور سر پر ہاتھ رکھنے یا جھکنے سے منع کیا کرتے تھے۔[۱۲۸]

محبت وعقیدت پیران گرامی

فرمایا: ہمیں خلوت پسند ہے اور اپنے مشائخ سے محبت واخلاص، خصوصاً حضرت مجدد (شیخ احمد سرہندی) رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں آپ نہایت راسخ تھے۔

فرمایا: مجھے جو کچھ بھی ملا ہے، وہ اپنے پیروں سے غالب محبت کی وجہ سے ملا ہے۔ تیرے اعمال ہی کیا ہیں؟ کہ بارگاہ کبریا کے قرب کا موجب بنیں۔ مقبول اور مقرب حضرات کی محبت ہی قبول خدا کا سب سے مضبوط ذریعہ ہے۔[۱۲۹]

وحدت الوجود

فرمایا: ایک عالم نے خواب میں دیکھا کہ علما وصوفیا حضرت سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم

کے حضور حاضر ہیں۔ علماء نے صوفیا کے بارے میں بہت سی شکایات کیں کہ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان حضرات نے مسئلہ وحدت الوجود کا پرچار کر کے شرع میں خلل پیدا کیا ہے، بے باکوں نے ریاکاری سے کام لیا۔ حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلم نے ان اکابر پر حق سبحانہ کی طرف محبت کا جو غلبہ ہوتا ہے، کی وجہ سے (انھیں) معذور جانتے ہوئے سکوت فرمایا۔[۱۳۰]

عالم الوجود و عالم ملک الودود

فرمایا: ایک بار مجھے عروج حاصل ہوا اور بہت زیادہ پھیلا ہوا نور ظاہر ہوا، جس میں ساری کائنات کے نقش منقش تھے۔ اس وقت مجھے حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا قول یاد آیا: **الاشیاء اعراض مجتمعة فی عین واحد**، یعنی کل کائنات کی اعراض حقیقت واحدہ میں جمع ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ اسماء وصفات کے عکسوں نے مرتبہ علم، جو وجود کا باطن ہے، میں امتیاز پیدا کیا ہے۔ نیز ظاہری وجود میں بھی منعکس ہو کر آثار مقصود کا مصور بن گئے اور در حقیقت خارج میں وہی ایک وجود محقق ہے۔ اچانک مجھے تنبیہ کی گئی کہ اس مرتبہ کے اوپر بھی ایک مرتبہ ہے، چنانچہ اکابر صوفیہ نے فرمایا ہے کہ "فوق عالم الوجود عالم الملک الودود" یعنی ملک الودود کا عالم، عالم الوجود کے اوپر ہے۔[۱۳۱]

علم حدیث وفقہ

فرمایا: ضروری مسائل کا پڑھنا یا علماء کی صحبت میں سن کر عمل کی صحت کے لیے یاد کرنا لازم ہے۔ فرماتے ہیں کہ حدیث ایسا جامع علم ہے کہ اس میں تفسیر، فقہ اور دقائق سلوک سب شامل ہیں۔ اس علم کی برکات سے نور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ نیک عمل اور اچھے اخلاص کی توفیق پیدا ہوتی ہے۔ تعجب ان پر ہے جو صحیح حدیث غیر منسوخ جسے محدثین نے بیان کیا ہے اور ان کے راویوں کے حالات معلوم ہیں اور جو چند واسطوں سے نبی معصوم صلّی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں، جن سے کبھی غلطی ہونا ممکن نہیں، پر عمل نہیں کرتے اور فقہ کی روایات جن کے ناقل قاضی اور مفتی ہیں ان کے تحریری احوال وعدل معلوم نہیں ہیں اور یہ دس واسطوں سے زیادہ پر ہی مجتہد

تک پہنچتی ہیں، پرعمل کرتے ہیں۔ان سے خطاوصواب ہر وقت ممکن ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا (البقرہ۲۸۶):[۱۳۲]

یعنی اے ہمارے پروردگار اگر ہم سے بھول یا چوک ہوگئی تو ہم سے مواخذہ نہ کر۔

توحید وجودی

فرمایا: توحید وجودی کا مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔شرع اس باب میں خاموش ہے۔صوفیہ کرام نے اسے ازروئے کشف و وجدان بیان کیا ہے جو احوال محبت کے غلبہ کی وجہ سے معذور ہیں۔رسائل توحید اور معنی ''لاموجود الا اللہ'' کے خیال سے توحید حاصل کرنے کی کوشش ارباب معرفت کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی۔[۱۳۳]

ہوش دردم

فرمایا: پہلے دل کا ذکر ضروری ہے، جب ذکر میں کچھ طاقت آ جائے اور اسم ذات کی آواز خیال کے کان سے سننے لگے تو پھر ہر سانس میں ذات الٰہی کی توجہ اور آ گاہی رکھنی چاہیے۔ جب کوئی وسوسہ دل میں آئے تو اسی وقت اسے روکنا چاہیے تاکہ نفسانی خواہش اور وسوسے ہنگامہ برپا نہ کریں، کیونکہ وسوسوں کی کثرت فیض کے ورود سے مانع ہوتی ہے، یہی ''ہوش دردم'' ہے۔[۱۳۴]

نسبت مجددیہ کی لطافت و بے رنگی

فرمایا: نسبت مجددیہ کی لطافت اور بے رنگی لوگوں کے انکار کا سبب ہوتی ہے، لہٰذا جب سالک کی سیر کمالات کو پہنچتی ہے تو مجھے تردد ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ طریقہ ہی ترک کر دے۔اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ اگر عمر نے وفا کی تو سالکوں کو مقامات سافلہ سے مقامات عالیہ پر پہنچا دوں گا۔اصل مقصد تو خدا کا بندہ اور سنت کا متبع ہونا ہے جو ہر مقام میں حاصل ہے۔[۱۳۵]

اتصال بے کیف

فرمایا: یقین و تمانیت مقامات عالیہ مجددیہ کی طلب کے دوران زیادہ ہوتا ہے، اس کے بعد مقصود سے اتصال بے کیف پیدا ہوتا ہے:

اتصال بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را بانواع ناس

یعنی بنی نوع انسان کے ساتھ انسانوں کے رب کا جو تعلق ہے وہ بلا کیف وقیاس ہے۔

اس وقت کوئی ذوق وشوق اور حضور اس کی برابری نہیں کرسکتا۔ [۱۳۶]

درویشی

فرمایا: درویشی یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ تو اپنے دماغ میں رکھتا ہے، اسے نکال دے اور اگر تیرے سر پر (مصیبت) آن پڑے تو تو جنبش نہ کرے۔ گزشتہ اور آنے والے دن کے فکر کو (دل سے) نکال دے۔ اپنی اطاعت اور عبادت پر فخر نہ کرے۔ [۱۳۷]

دید قصور، نیستی اور مخالفت نفس

فرمایا: دید قصور اور نیستی کو اپنا سرمایہ بناؤ۔ نفس کی مخالفت جس قدر کرسکو وہ بہتر ہے، لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ تنگ آجائے، جس سے اطاعت کی خوشی اور شوق جاتا رہے۔ کبھی اس کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے، کیونکہ مومن کے نفس کی رضامندی ثواب کا موجب ہے۔ [۱۳۸]

امداد غیبی

فرمایا: ایک مرتبہ میرے نفس نے متمثل ہوکر ایک مخصوص طعام کی آرزو کی کہ جو بھی مقصد

ہو گا وہ بر آئے گا۔ اس وقت اتفاق سے کوئی نہیں تھا کہ میں اس سے کہتا۔ عرصہ کے بعد اس نے متشکل ہو کر طعام کی درخواست کی۔ اس وقت ایک شخص آیا۔ اس نے میرے حکم کے موجب کھانا مہیا کیا، اس کی ایک ایسی مشکل تھی جو کسی طرح حل نہیں ہوتی تھی، لیکن یہ کام کرنے سے حل ہو گئی۔ [۱۳۹]

شکر گزاری کی نیت سے مزیدار کھانا بنانا

فرمایا: اگر شکر گزاری کی نیت سے کھانا مزیدار بنائے تو بہتر ہے، کیونکہ بدمزگی کی صورت میں تہ دل سے شکر ادا نہیں ہوتا۔ لذیذ طعام میں بے مزہ پانی کی آمیزش کرنا نعمت الٰہی کو خاک میں ملانے کے برابر ہے۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مرغوب کھانا تناول فرماتے تھے، اگر رغبت نہ ہوتی تو تناول نہ فرماتے۔

ہمارے نفس حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شبلی (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرح نہیں ہیں کہ کڑواہٹ کو بھی مٹھاس ہی خیال کریں اور کہیں کہ "**الصبر تجرع المرارة بلا عبوسة الوجه**" (یعنی ناک منہ چڑھائے بغیر تلخی کو پی لینے کا نام صبر ہے)۔ وہ شکر جو محض زبان سے کیا جائے، صبر کی ایک قسم ہے جس کا اثر روح تک ہوتا ہے۔ [۱۴۰]

دائمی توجہ اور محبت مشائخ کرام

فرمایا: ہمارے سب سے زیادہ اُمید والے عمل اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ اور مشائخ کرام کی محبت کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔ [۱۴۱]

رمضان المبارک میں نسبت باطنی کی ترقی میں اضافہ

فرمایا: رمضان المبارک میں باطنی نسبت میں بہت ترقی ہوتی ہے۔ روزہ کی حالت میں غیبت اور جھوٹ سے بچنا واجب ہے، ورنہ روزہ کا حاصل فاقہ کشی کے سوا کچھ نہیں۔ کوشش کرنی چاہیے کہ اس مہینے کی رضامندی اور روزہ کی ادائیگی کا حق حاصل ہو جائے۔ [۱۴۲]

عذر میں روزہ نہ رکھنے پر ندامت کا درجہ

فرمایا: ایک بزرگ نے اس ماہ (رمضان المبارک) کو ایک پارسا مرد کی صورت میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا تم روزہ داروں سے خوش ہو جاتے ہو؟ اس (پارسا) نے کہا کہ روزے کا حق ضائع کر کے انہوں نے مجھے ناراض کیا ہے، مگر حضرت حجۃ اللہ (محمد) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء بن خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے تھے، لیکن وہ اس پر نادم تھے۔ ان کا روزہ نہ رکھنے سے نادم ہونا دوسرے لوگوں کی نسبت مجھے زیادہ پسند ہے۔ [۱۴۳]

رمضان المبارک کے انوار و برکات کا آغاز

فرمایا: اس ماہ مبارک کے انوار و برکات کا ظہور یکم شعبان سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ گویا اس ماہ کے فیوض کو چاند نے طلوع کیا، نصف شعبان سے ہی ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ چاند بدر تاباں ہو گیا ہے اور اس ماہ مبارک کے انوار سے جہان منور ہو گیا ہے۔ [۱۴۴]

لیلۃ القدر

فرمایا: لیلۃ القدر بدل کر آتی ہے، یعنی طاق راتوں میں سے کسی رات کو آتی ہے۔ اس لیے ستائیسویں معین نہیں ہے، البتہ اس رات کثرت سے دعا اور نماز (نوافل) ادا کرنے کے سبب لوگوں کا اس رات کو جاگنا معمول بن گیا ہے۔ اس میں بہت ہی برکات پائی جاتی ہیں اور بعض اوقات لیلۃ القدر مذکورہ تاریخ میں ہو بھی جاتی ہے۔ [۱۴۵]

فضائل رمضان المبارک

فرمایا: ان ایام کی جمعیت اور حضور سارے سال کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ یہ تجربہ کی بات ہے کہ اگر اس مہینے میں کوئی قصور یا فتور ہو جائے تو اس کا اثر سارا سال رہتا ہے۔ میں (میرزا مظہر)

نے اپنے استاد کی زبانی سنا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر یہ ماہ جمعیت و اطاعت میں گزرے تو سارا سال اچھی توفیق اور جمعیت سے محفوظ رہتا ہے۔ [۱۴۶]

فرمایا: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہر سال ماہ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرتے تھے اور اگر کوئی اجازت طریقہ کے مقامات پر پہنچ جاتا اور اسے ان دنوں میں خرقہ سے سرفراز کرتے تو اسے تاکید کرتے کہ ان دنوں میں حلقہ میں حاضر رہیں، تاکہ باطنی ترقیات سے بہرہ ور ہوسکیں۔ رمضان شریف ختم ہونے کے بعد فرماتے کہ روزوں کی برکات سے عزیزوں کی نسبتیں کثیر الانوار اور روشن ہوگئی ہیں، افسوس کہ سارا سال رمضان کیوں نہیں رہتا۔ روزہ اگر (سال میں) کسی وقت بھی رکھا جائے تو اس سے "پاکیزگی" حاصل ہوتی ہے اور اس وعدہ کی برکات کہ "انا اجزی بہ" (یعنی اس کی جزا میں دوں گا) سے خالی نہیں ہے، لیکن اس میں رمضان شریف کی سی برکات نہیں ہوتیں۔ [۱۴۷]

زیارت رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم

فرمایا: مجھے حضرت حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کا بارہا شرف حاصل ہوا اور اپنے حال میں بہت عنایت کا مشاہدہ کیا ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی جو سعادت آخری مرتبہ نصیب ہوئی، آپؐ ہاتھی پر سوار ہو کر تشریف لائے اور اتر کر فرمانے لگے: "آؤ ہم اپنے کندھے آپس میں ملائیں"۔ میں اس خواب کی تعبیر نہیں سمجھ سکا۔

فرمایا: ایک بار حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کے جمال جہاں آرا کے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پہلو مبارک میں لیٹا ہوا ہوں اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نفس مبارک کی راحت مجھے پہنچ رہی ہے۔ اسی اثنا میں مجھے پیاس لگی، پیرزادگان سرہند بھی وہاں حاضر تھے، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان میں سے ایک کو پانی لانے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وہ تو میرے پیرزادے ہیں"۔ (آپؐ نے) فرمایا کہ میرا حکم بجالاتے ہیں۔ پس ان میں سے ایک عزیز پانی لایا۔ جسے میں نے سیر ہو کر پیا۔ عرض کیا: "یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ

علیہ کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ (آپؐ نے) فرمایا: ''میری امت میں ان کی مثل اور کون ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان کے مکتوبات بھی آپ کی نظر مبارک سے گزرے ہیں؟ (آپؐ نے) فرمایا: اگر اس میں سے تمہیں کچھ یاد ہو تو سناؤ''۔ میں نے آپ کے ایک مکتوب (۱/۲) کی یہ عبارت پڑھی:

''سبحانہ تعالیٰ وراء الوراء وراء الوراء'':

یعنی علم، فہم، عقل اور ادراک کی جہاں تک رسائی ہے، اللہ کی ذات اس سے کہیں پرے ہے، بلکہ اس سے بھی پرے ہے۔''

(آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے) بہت پسند کیا، محظوظ ہوتے ہوئے فرمایا: ''پھر پڑھو''۔ میں نے دوبارہ وہی عبارت پڑھی، تو اس سے بھی زیادہ تعریف فرمائی۔ یہ مبارک صحبت (حالت) دیر تک رہی۔ صبح ایک دوست آیا اور کہا کہ میں نے آج رات دیکھا ہے کہ آپ نے ایک بہت سہانا خواب دیکھا ہے، وہ خواب کیا تھا۔ میں نے یہ خواب اس سے بیان کیا تو وہ بہت متعجب ہوا۔

فرمایا: آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نفس مبارک اور صحبت کی برکت سے میں اپنے آپ کو سراپا نور اور حضور محسوس کرتا ہوں اور اس خواب کی کیفیتوں سے جو بیداری سے بہتر ہیں، کئی روز تک پیاس اور بھوک کا احساس نہ رہا۔[۱۴۸]

زیارت اولیاء

فرمایا: ایک خواب میں نے دیکھا کہ ایک بڑے صحرا میں بڑا چبوترا ہے، اس پر بہت سے اولیاء حلقہ مراقبہ میں ہیں۔ حلقہ کے درمیان حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند قدس سرہ دوزانو اور حضرت جنید قدس سرہ جھک کر بیٹھے ہیں اور حضرت سید الطائفہ جنید (رحمۃ اللہ علیہ) پر ماسوٰی اللہ سے استغنا اور کیفیات و احوال فنا طاری ہیں۔ پھر وہاں سے سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے پوچھا: ''کہاں جاتے ہیں؟'' کسی نے جواب دیا: ''حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استقبال کے لیے''۔ سو حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔

آپ کے ہمراہ ایک گدڑی پوش، سرو قد، پاؤں سے ننگا اور بکھرے بالوں والا شخص بھی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کمال تواضع اور تعظیم کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ میں نے پوچھا: ''کون ہے؟'' کسی نے کہا: ''یہ خیر التابعین اویس قرنیؒ ہیں۔''

وہاں ایک پاکیزہ حجرہ ظاہر ہوا جو کمال درجہ منور تھا، وہ تمام حضرات اس حجرہ میں آ گئے۔ میں نے پوچھا: ''کہاں جا رہے ہیں؟'' کسی نے کہا: ''آج حضرت غوث الثقلین (شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) کا عرس ہے، جس کی تقریبات میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں۔[۱۴۹]

فیض الٰہی اور استعداد ولی

فرمایا: فیض الٰہی بے انتہا ہے اور ہر ولی کی استعداد کے مطابق اس کا ظہور ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متاخرین کی حکمت بالغہ کے مطابق کمالات عنایت کیے۔ یہ تمام علوم و فیوض متقدمین سے مروی نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت ثابت ہے۔ اسی طرح اولیاء کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ ان مقامات کی وجہ سے حضرت مجدد (الف ثانی شیخ احمد سرہندی) رحمۃ اللہ علیہ کو امتیاز حاصل ہے۔ آپ کے طریقہ کے بہت سے مستفید ان درجات و حالات پر فائز ہوئے اور ان علوم و کیفیات کا اقرار کیا۔ جس سے اس مقام کی نسبت کو شک و شبہ نہیں رہا، کیونکہ متواتر خبر صدق و یقین کے لیے مفید ہے۔ جو کوئی ان مقامات پر نہیں پہنچا، اس نے انھیں تسلیم نہیں کیا۔ اس لیے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے معذور ہے۔ اعلیٰ کمالات کے لیے کرامات کا ظہور شرط نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان اعلیٰ درجات پر فائز ہونے کے باوجود، جن پر کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا، بکثرت خرق عادات، شوق و ذوق کی نسبتیں اور جذبہ و استغراق کا ظہور نہیں ہوا۔[۱۵۰]

فصل دہم:

کشف و کرامات

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے کشف و کرامات بہت زیادہ ہیں، صرف چند ایک بطور نمونہ یہاں نقل کیے جائیں گے، کیونکہ سب سے عمدہ کرامت اتباع حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں استقامت ہے اور حق کے طالبین کی ہدایت اور انھیں قرب خدا سبحانہ وتعالیٰ کے مراتب تک پہنچانا ہے اور آپ کی مبارک شخصیت سے ایسی کرامات کا ظہور، سورج سے زیادہ درخشاں اور روز گزشتہ سے زیادہ واضح ہے۔ [۱۵۱]

صحت وجدان

آپ نے فرمایا کہ میرا کشف ووجدان ہمیشہ اپنے پیران کبار کے مطابق ہوتا تھا، مگر ایک مرتبہ مجھ سے غلطی ہوئی کہ حضرت شیخ نے ایک بزرگ کے حق میں فرمایا کہ وہ تمہارے وسیلے سے کمالات کو پہنچا ہے۔ میں نے واقع کے خلاف عرض کیا۔ (حضرت شیخ نے) فرمایا: ''تمہارے مشاہدے میں غلطی ہوئی ہے، جو کچھ میں نے کہا درست ہے'' لیکن چندروز کے بعد انہوں نے میرے حال پر عنایت کی اور فرمایا کہ تمہاری دید صحیح تھی، ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ [۱۵۲]

بڑی نعمت

آپ نے فرمایا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کہ جس کا شکر ادا کرنے کی بیان قدرت نہیں رکھتا، وہ یہ ہے کہ مجھے مقامات الٰہیہ کا کشف، نفس الامر کے مطابق حاصل ہے اور اس خاندان کے جتنے بزرگ اس وقت طالبین کے ارشاد میں مصروف ہیں، مجھے اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ امتیاز بخشا ہے کہ میں اس طریقے کے سالکین کی نہایت تک تسلیک (وراہنمائی) کر سکتا ہوں۔ [۱۵۳]

حسب دلخواہ نام تجویز فرمانا

آپ کے خلیفہ حضرت شیخ محمد احسان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کا نام رکھنے کے لیے آپ سے عرض کیا۔ مگر ساتھ ہی اپنے دل میں خیال آیا کہ اگر حضرت اس کا نام محمد حسن رکھیں تو یہ میری مرضی کے عین مطابق ہوگا۔ جیسے ہی حضرت شیخ محمد احسانؒ کے دل میں یہ خیال آیا، حضرت میرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ نے فرمایا: ''میں نے تمہارے فرزند کا نام محمد حسن مقرر کیا ہے۔''[۱۵۴]

کشف قبور

ایک بے ادب شخص نے آپ کے مکشوفات کا انکار کیا اور امتحان کے طور پر کہا کہ یہ قبر میرے ایک دوست کی ہے، اس کا حال معلوم کریں۔ آپ نے سکوت کے بعد فرمایا: ''جھوٹ کیوں بولتے ہو، یہ قبر تو ایک عورت کی ہے، تیرے دوست کی قبر تو نہیں ہے''۔ اس نے معذرت چاہی اور کہا کہ میں نے آپ کے کشف کا امتحان لینے کے لیے ایسا کیا ہے۔[۱۵۵]

گنہگار کی بخشش

ایک روز قبرستان سے گزر ہوا۔ آپ ایک قبر کے سرہانے متوجہ ہو کر بیٹھے۔ فرمایا: ''اس قبر میں دوزخ کی آگ شعلہ زن ہے اور یہ ایک فاحشہ عورت کی قبر ہے جو اس آگ میں کبھی قبر کے سرہانے اور کبھی قبر کے پائیں جاتی ہے۔ مجھے اس کے ایمان میں تردد ہے۔'' پھر آپ نے ختم کلمہ طیبہ کا ثواب اس کی روح کو بخشا، وہ ایمان لے آئی۔ ختم کلمہ طیبہ کا ثواب بخشنے کے بعد آپ نے فرمایا: ''الحمدللہ وہ ایمان لے آئی ہے، کلمہ طیبہ نے اپنا کام کر دیا اور اسے عذاب سے نجات مل گئی۔''

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میرا فلاں رشتے دار جو حال ہی میں فوت ہوا ہے، تباہ حال معلوم ہوتا ہے۔ آپ اس کے گناہوں کی بخشش کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ

نے اس میت کے لیے جناب الٰہی میں تضرع، استغفار اور ہمت دعا کے بعد فرمایا کہ الحمدللہ اس کی بخشش ہوگئی، وہ مردہ ایک عزیز کو خواب میں ملا اور کہا کہ حضرت کی دعا سے میری بخشش ہوئی ہے۔[۱۵۶]

شفایابی

آپ کی دعا اور ہمت سے بہت سے حاجتمندوں کے کام ہوئے ہیں اور قریب مرگ بیماروں کو شفا ملی ہے۔ آپ فرماتے تھے: ''ہم تو فقیر ہیں، ہمیں مداوا کی طاقت حاصل نہیں ہے، اپنے پیران کبار کے توسل سے امراض سلب کرتے ہیں اور عنایت الٰہی سے بیماروں کو شفا مل جاتی ہے۔''

میر علی اصغر کی والدہ بیمار تھی۔ اس کے سلب مرض کے لیے آپ نے توجہ فرمائی تو الہام ہوا کہ ابھی شفا کا وقت نہیں آیا۔ چند دن کے بعد آپ اپنے در دولت میں تشریف فرما تھے اور بیمار بہت دور تھا۔ اس وقت غیب سے الہام ہوا کہ اس کی صحت کا وقت آ گیا ہے، لہٰذا آپ نے غائبانہ دعا کی تو اسے فی الفور شفا حاصل ہوگئی۔[۱۵۷]

فرزند کی خوشخبری دینا

عسکری خان کی والدہ شریفہ جو آپ کے طریقہ میں داخل تھیں۔ ایک روز مراقبہ کے بعد انہوں نے آپ کا دامن تھام لیا کہ جب تک آپ میری لڑکی کے ہاں بچے کی پیدائش کی خوشخبری نہیں دیں گے، میں دامن نہیں چھوڑوں گا۔ آپ نے مختصر توقف کے کے بعد فرمایا: ''خاطر جمع رکھو، اللہ تعالیٰ تمہاری بیٹی کو فرزند عطا کرے گا''۔ عنایت الٰہی سے ایسا ہی ہوا۔ جب وہ لڑکا جوان ہوا، اس نے طریقہ چشتیہ میں داخل ہونا چاہا۔ رات کو حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا! ہمارے گھر سے کہاں جاتے ہو اور اس پر توجہ فرمائی، جس سے اس کا دل ذاکر ہوگیا اور وہ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات میں آ کر طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہوا۔[۱۵۸]

قبولیت دعا

ایک بار آپ زادراہ کے بغیر ہی سفر پر روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ منزل پر بیگانوں سے ضروری سامان سفر مہیا فرماتا رہا۔ اچانک راستے میں شدید بارش شروع ہو گئی اور ہوا بھی سرد تھی، آپ کے ساتھیوں کو تکلیف ہو رہی تھی۔ آپ نے دعا فرمائی: ''الٰہی ہمارے آس پاس بارش ہو اور ہم خشک ہی منزل مقصود پر پہنچ جائیں''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ [۱۵۹]

مزاج کی نزاکت اور غضب کی شدت

آپ فرماتے تھے کہ میرا مزاج بہت نازک ہے اور میرا غضب بہت شدید۔ یہ بات ہدایت وارشاد کے شایان شان نہیں۔ میں نے کئی سال دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے میرے غضب کی تلوار کو کند کیا، البتہ غضب کی شدت ختم نہ ہوگی اور جس پر غصہ کرتا ہوں اسے سزا ضرور ملتی ہے اور اس کی باطنی نسبت تباہ ہو جاتی ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ ناراض ہوتے ہی اس کی نسبت شہاب ثاقب کی طرح اپنے مقام سے نیچے آجاتی ہے اور میرے راضی ہوتے ہی اس کی نسبت آتشیں ہوا کی طرح اوپر چڑھ جاتی ہے۔ (یعنی بحال ہو جاتی ہے)۔ [۱۶۰]

فصل یازدہم:

خلفائے عظام

آپ کے خلفائے عظام کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں کچھ درج ذیل ہیں:

حضرت مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) کے بڑے صاحبزادے اور حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں۔ ظاہری علم اپنے والد ماجد اور دیگر علماء سے حاصل کیا۔ تحصیل کے دوران رات بھر کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔ کھانے پینے کی طرف رجحان بہت کم تھا۔ علم و قرأت ور تجوید میں پوری مہارت حاصل تھی۔ ہر روز اکیس پارے تلاوت قرآن مجید کیا کرتے تھے۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا۔ ذکر اور مراقبہ تو پہلے ہی حاصل تھا۔ ہر روز پینتیس ہزار مرتبہ ذکر تہلیل کرتے، صبح سے "چاشت بلند" تک مراقب بیٹھتے۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی بلند توجہات، کثرت ذکر، مراقبہ مقامات عالی اور واردات حاصل کر کے طریقہ کی اجازت لی اور لوگوں کو تلقین ذکر، مراقبہ اور سلوک راہ مولیٰ میں مشغول ہو گئے۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حال پر بہت عنایت فرماتے تھے اور آپ کی ترقی کے لیے غائبانہ توجہ کرتے رہتے تھے۔ ایک مکتوب شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

> "آج تک تم پر توجہ کرنے میں میں نے ناغہ نہیں کیا، اور نہ ہوگا۔ تم دن بدن ترقی کر رہے ہو۔ کمالات رسالت کی تجلیات کا کبھی کبھی ظہور ہوتا ہے۔ تم صبح و شام مردوں اور عورتوں کا جو حلقہ ارشاد کرتے ہو، اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے اور کامل توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں

کی فتوحات ارزانی فرمائے گا۔"

ایک دوسرے مکتوب شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

"احمد اللہ پر حقیقت کعبہ کی توجہ ہوتی ہے، دو تین روز کے بعد وہ حقیقت قرآن میں داخل ہوگا۔"

آپ ذکر و عبادات میں کمال جہد سے طریقہ کے تمام اعلیٰ مقامات پر پہنچے اور بہت بلند شان کے مالک ہوئے۔ ان تمام ظاہری و باطنی کمالات کے باوجود "الولد سر لابیہ" (بچہ اپنے باپ کا راز داں ہوتا ہے) ان پر صادق آتا ہے۔

آپ نے تیس سال کی عمر میں ۱۱۹۸ھ/۸۴-۸۳-۱۷ء میں پانی پت میں وصال فرمایا۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ آپ کا مزار مبارک اپنے والد بزرگوار قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار انور کی چار دیواری کے باہر ہے۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مکتوبات شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ مسند قضا مولوی احمد اللہ صاحبؒ کے حوالے کی گئی تھی اور اس کی سند خود حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی سے حاصل کر کے ارسال کی تھی۔

آپ کے والد ماجد حضرت قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس فرزند کی موت کا ظاہری سبب میری اس سے والہانہ محبت تھی۔ حق سبحانہ کمال غیرت سے اپنے اولیاء کے دل میں غیر کی محبت کا گزر بھی پسند نہیں فرماتا۔ اس لیے اسے اس جہان سے اٹھا لیا اور میرے دل میں غیر کی محبت نہ رہنے دی۔

آپ بہت بہادر لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے کفار سے بارہا جہاد کیا تھا اور غازی فی سبیل اللہ کا مرتبہ آپ کو حاصل تھا۔ ایک دفعہ ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے آپ کو آ لیا۔ انہوں نے آپ کے خادم سے سامان اور دوسری چیزیں چھین لیں۔ آپ تنہا اور پاپیادہ ان کے تعاقب میں گئے اور ان بیس سواروں سے جو تلواریں اور ڈھالیں بھی رکھتے تھے، اپنا سامان واپس لے کر "ان اللہ یحب الرجل الشجاع" (یعنی اللہ تعالیٰ بہادر آدمی کو پسند فرماتا ہے) ثابت کر دیا کہ یہ وصف صرف انہی کا تھا۔[۱۶۱]

حضرت نواب ارشاد خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیعہ مذہب رکھتے تھے لیکن بعد میں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے سارے خاندان سمیت مذہب اہل سنت والجماعت سے مشرف ہو گئے۔

آپ کا خطاب اعتضاد الدولہ تھا اور آپ کے والد نواب امین الدولہ شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۸۱ھ/ ۱۰۸۸ء) کی اولاد سے تھے۔ امین الدولہ سنبھل کے شیخ زادوں میں سے تھے۔ ان کی ملازمت کا آغاز جہاندار شاہ کی نوکری سے ہوا اور فرخ سیر کے عہد میں یساول مقرر ہوئے۔ محمد شاہ کے عہد میں میر توزک، پھر منصب چہار ہزاری، پھر چھ ہزاری ذات، کچھ ہزار سوار کا منصب اور امین الدولہ (نام امین الدین) تین لاکھ روپے کی آمدنی کا محال سنبھل میں ملا۔ ان کا انتقال ۱۷۳۹ء/ ۵۲-۱۱۵۱ھ میں ہوا۔ غلام محمد خان اور کرم علی خان، امین الدولہ کے نبیرے تھے۔ اس خاندان کے آخری نمائندہ نواب عاشق حسین خان (م ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء) رئیس سنبھل تھے۔

آپ (نواب ارشاد خانؒ) حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص اصحاب میں سے تھے۔ اعلیٰ اوصاف سے متصف اور حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی محبت واعتقاد میں آپ کی شان بلند تھی جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی۔ آپ نے حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور صحبت کی برکت سے دنیاوی تعلقات کے باوجود سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی نسبت کا کسب کیا اور ارشاد طریقہ کی اجازت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ خدمت بجالائے جس کی بدولت آپ کو خاص قرب اور معیت حاصل ہوئی۔ حضرت مظہر اور آپ کے درمیان نہایت مخلصانہ تعلقات تھے، آپ کی وجہ سے حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ اکثر سنبھل تشریف فرما ہوا کرتے تھے اور آپ کے مکان پر ہی قیام فرماتے تھے۔

آپ نے ۱۳ ربیع الثانی ۱۱۷۶ھ/ ۴ نومبر ۱۷۶۲ء کو رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔ آپ کے صاحبزادے حضرت ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت تھے۔[۱۶۲]

حضرت ملا تیمور رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مسکن رام پور تھا۔ آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کسب و اخذ کر کے فنائے قلب کے مقام پر فائز المرام ہوئے۔ احوال حضور و آ گاہی بھی آپ کو حاصل ہوئے۔ ملا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ آپ نے اپنے وطن میں سخت ریاضتیں کیں اور اپنے باطن کی نسبت کی حفاظت کے لیے بڑی کوشش کی اور آپ کی نسبت میں ذوق و شوق اور استغراق پیدا ہو گیا۔

آپ طالبوں کے مرجع بنے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ مبارک پر توبہ کی۔ غیر مسلموں نے آپ کی باطنی تاثیرات کی گرمی پر شیفتہ ہو کر اسلام قبول کیا اور آپ کے التفات شریفہ سے وہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ ہو گئے، شیعہ بھی آپ کی صحبت کے جذبہ سے متاثر ہو کر اہل سنت والجماعت میں شامل ہو کر یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ طالبوں کو حضرت ملا نسیم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں جمعیت و طمانیت کا حصہ نہیں ملتا تھا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے مقصود کو حاصل کرتے تھے۔

حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ نے رامپور میں آپ سے ۱۲۰۵ھ/ ۹۱-۱۷۹۰ء میں ملاقات کی تھی۔ [۱۶۳]

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت جلال الدین چشتی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ/ ۱۴۴۸ء) کی اولاد امجاد سے ہیں جن کا نسب امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، جو درج ذیل ہے:

قاضی ثناء اللہ بن حبیب اللہ بن مولوی ہدایت اللہ بن عبد الہادی بن شیخ عبد القدوس بن شیخ خلیل اللہ بن شیخ عبد السمیع بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ محفوظ بن خواجہ احمد بن ابراہیم بن مخدوم جلال الدین کبیر اولیا چشتی بن معز الدین بن خواجہ محمود بن کریم الدین بن خواجہ یعقوب بن

جمیل الدین خواجہ عیسیٰ بن مجدد الدین اسماعیل بن خواجہ محمد بن ابوبکر بن خواجہ علی بن شمس الدین عثمان بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ثانی بن زین الدین عبدالعزیز الکبیر بن عبدالرحمٰن الکبیر بن خواجہ عبداللہ ثانی بن خواجہ عبدالعزیز بن خواجہ عبداللہ کبیر بن خواجہ عمر بن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ پانی پت (مشرقی پنجاب، ہندوستان) میں ۱۱۴۳ھ/ ۳۱-۱۷۳۰ء) میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور پھر علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ پانی پت کے علماء سے تحصیل علم کے بعد دہلی آ کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) سے فقہ اور حدیث میں درس لیا۔ صفائے ذہن، جودت طبع، قوت فکر اور سلامت عقل میں آپ زائد الوصف تھے۔ آپ نے صغر سنی ہی میں حضرت حافظ محمد عابد لاہوری، سنامی، احمدی، نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) سے علم طریقت نقشبندیہ حاصل کیا اور حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ کی توجہات سے فنائے قلب کا مرتبہ حاصل ہوا۔ پھر انہی حضرت شیخؒ کے حکم پر حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی اعلیٰ تربیت کی بدولت تمام مقامات احمدیہ (نقشبندیہ مجددیہ) پر فائز ہوئے اور بڑی تیزی سے سیر، شوق اور "وصول اصل خود"، حتیٰ کہ اس طریقہ کا مکمل سلوک پچاس توجہات میں مکمل کر لیا۔

آپ اٹھارہ سال کی عمر میں ظاہری علوم اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت وخلافت حاصل کر کے اپنے وطن پانی پت پہنچے اور اشاعت علم اور فیض باطن پر مامور ہوئے اور ہدایت و ارشاد کو رواج دیا۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جوہر سے بے حد متاثر ہوئے اور آپ کو "عَلَم الھُدٰی" کا لقب عنایت فرمایا۔

ہدایت وارشاد کے ساتھ ساتھ آپ عمر بھر افتا، تصنیف وتالیف اور نشر علوم میں مصروف رہے۔ متعدد کتب نافع، مفید، مقبول اور مشہور آپ سے یادگار ہیں۔ آپ نے فقہ واصول میں مرتبہ اجتہاد پایا اور تفسیر وکلام اور تصوف میں ید طولیٰ کے حامل تھے۔ آپ نے پانی پت میں منصب قضا بھی اختیار کیا اور اس مرتبہ کا حق ادا کیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ

اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) نے آپ کو "بیہقی وقت کا خطاب دیا۔ حضرت مظہر کے بعض خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ آپ پانی پت میں قاضی تھے اور یہ کہ آپ کچھ عرصہ نواب نجیب الدولہ اور ملا رحیم داد روہیلہ کے لشکر میں بھی رہے۔

آپ نے یکم رجب ۱۲۲۵ھ/ ۲ر اگست ۱۸۱۰ء میں وفات پائی اور پانی پت میں ہی آسودہ خاک ہوئے۔ فَهُمْ مُكْرَمُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ نَعِيْمٍ سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ آپ کا مزار مرجع الخلائق ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَّاسِعَة۔ خزینۃ الاصفیا (۲:۶۴۹) میں آپ کی تاریخ وفات ۱۲۱۶ھ/۲۰-۱۸۰۱ء درج ہے۔

اہل وعیال کرام:

آپ کی دو بیویاں تھیں، محترمہ عجیبہ خانمؒ اور محترمہ رابعہ خانمؒ، حضرت عجیبہ خانمؒ نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا تھا۔ ان ازواج کے بطن سے آپ کے چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادگان میں سب سے بڑے حضرت مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ، دوسرے حضرت صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور تیسرے حضرت مولوی دلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے اور یہ تینوں صاحبان حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خدا رسیدہ خلفاء میں شامل تھے۔

تصنیفات وتالیفات

آپ نے چھوٹی بڑی تیس سے زیادہ تصنیفات وتالیفات یادگار چھوڑی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) وصیت نامہ (فارسی):

یہ آپ نے اسی برس کی عمر میں تحریر فرمایا۔ اس میں آپ کے خانگی حالات پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم نے کیا تھا جو مجموعہ وصایا میں حیدر آباد سندھ سے ۱۳۸۴ھ/ ۶۵-۱۹۶۴ء میں طبع ہوا۔

(۲) التفسیر المظہری (عربی):

یہ آپ کی سب سے زیادہ معروف تصنیف ہے، جو بظاہر آپ نے حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) کے بعد لکھنا شروع فرمائی اور آنمحترم کے نام نامی سے مُعَنْوَن کی۔

یہ تفسیر پہلے دہلی، پھر دوسری بار حیدر آباد دکن سے دس جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا سید عبدالدائم جلالی نے کیا جو ہندوستان میں ندوۃ المصنفین دہلی نے طبع کیا اور پاکستان میں اس کا ایک خوبصورت ایڈیشن ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی کی طرف سے بارہ جلدوں میں شائع ہوا ہے۔

اس تفسیر کا رنگ محدثانہ ہے اور حنفی مذاق کے مطابق ہے۔ اس میں الفاظ کی لغوی تشریح کے ساتھ ساتھ روایات و آثار، فقہی زاویہ نگاہ اور صوفیانہ اسرار و حکم بھی بیان کیے گئے ہیں۔ آپ نے اپنی تفسیر میں وہی طرز اختیار فرمایا ہے جو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) نے تفسیر درمنثور میں اختیار فرمایا، جو سلف صالحین کی روایت ہے۔ ہر آیت کے مضمون کو احادیث بنویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال سلف سے واضح فرماتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مسلک کے اعتبار سے احناف و شوافع وغیرھما کے نظریاتی اختلافات بھی واضح فرما دیے ہیں، یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ احناف کا اس سلسلہ میں کیا مقام ہے اور اس طرح تفسیر کی افادیت میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے۔

آپ کی تفسیر میں متداول تقاسیر میں سے ابن جریر، البیضاوی اور البغوی کی تصانیف کی طرف زیادہ اشارے ملتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ نے محمد بن اسحاق اور الکلبی کی تالیفات پر بھی انحصار کیا ہے اور لغوی بحث کے لیے اکثر الاخفش، ابن کیسان، الزمخشری اور الفیروز آبادی پر اعتماد کیا ہے۔ قرأت کے سلسلے میں آپ نے مشہور قاریوں کے علاوہ ہشام (ابوالولید) کو بھی قابل قبول سمجھا ہے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ تفسیر قدیم مفسرین کے اقوال اور جدید تاویلات کی جامع ہے جو مبدء فیاض نے آپ کے لطیفہ روحانی پر القا کی ہیں۔

(۳) مالا بدمنہ (فارسی):

فقہ حنفیہ۔ فارسی متن مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۷۰ھ/۱۸۶۳ء، نیز ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء، ۱۸۸۰ء/ ۹۸-۱۲۹۷ھ اور ۱۸۸۴ء/ ۰۲-۱۳۰۱ھ میں اور سراج الدین اینڈ سنز، لاہور سے ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء میں طبع ہوا۔ اس کا ایک اُردو ترجمہ محمد نورالدین بن محمد اشرف، متوطن اسلام آباد (چاٹگام، بنگلہ دیش) نے ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۶ء میں کیا، جو میرٹھ سے مطبع قاسمی، لکھنو سے مطبع نولکشور نے ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء اور لاہور سے حاجی ملک دین محمد نے شائع کیا تھا۔ اس کا دوسرا اردو ترجمہ سعید الرحمٰن نے کیا جو مکتبہ جامعہ ملیہ، دہلی نے ۱۳۴۰ھ/ ۲۲-۱۹۲۱ء میں شائع ہوا۔

(۴) ارشادالطالبین (فارسی):

تصوف پر معتبر کتاب ہے۔ اس کا فارسی متن بارہا طبع ہو چکا ہے۔ لکھنو سے ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء میں بار اوّل اور دوبارہ اسی جگہ سے ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۹ء میں اور ایک بار مطبع مجتبائی دہلی سے طبع ہوا۔ نیز باہتمام حکیم عبدالمجید احمد سیفی، فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور سے ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا، جو ۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے اردو ترجمہ بھی طبع ہو چکے ہیں۔ ایک ترجمہ ڈاکٹر غلام محمد نے کیا جو مکتبہ اسحاقیہ، کراچی نے ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء میں چھاپا۔ دوسرا ترجمہ عبدالجلیل نے کیا جو امدادالتائبین کے نام سے مطبع فیض الکریم، حیدرآباد دکن نے ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔ تیسرا ترجمہ شیخ جان محمد نے کیا جو لاہور سے شیخ جان محمد واللہ بخش تاجر کتب نے چھاپا اور یہ مسلم بک ڈپو، لاہور اور مطبع حیدری، حیدرآباد دکن سے بھی طبع ہوا۔ نیز اس کے ناشناس مترجم کے ترجمے مطبع مجتبائی دہلی، بمبئی اور محمد معظم، کتب خانہ نامی پنجاب، لاہور سے بھی طبع ہوئے۔

(۵) جواہر القرآن:

آیات قرآنی کا اشاریہ۔

(۶) حقوق (یا حقیقت) الاسلام (فارسی):

ہر صاحب حق کا حق سالم و کامل ادا کرنے کے بارے میں ہے۔ اس کا فارسی متن چند بار چھپ چکا ہے۔ ایک بار لکھنو سے ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء میں شائع ہوا، نیز مطبع امید، لاہور سے بھی طبع ہوا۔ اس کے اردو تراجم: (۱) پروفیسر وحید الدین سلیم (م ۱۳۴۷ھ/ ۲۹-۱۹۲۸ء) کے قلم سے اس کا ترجمہ مطبع حالی، پانی پت نے چھاپا۔ (۲) عبد الغنی نقشبندی مجددی کا ترجمہ برنالہ ضلع فیصل آباد سے "شفاء الاسقام فی حقوق الاسلام" کے نام سے طبع ہوا۔ نور اسلام کے نام سے اس کا ترجمہ محمد مصطفیٰ بن حاجی احمد یار نے کیا جو ۱۳۰۴ھ/ ۸۷-۱۸۸۶ء میں مطبع صدیقی لاہور سے طبع ہوا۔ اس کا ایک ترجمہ حکیم شریف احسن نے کیا جو "اسلام کا نظام حقوق و فرائض" کے نام سے مکتبہ طیبہ، فیصل آباد کی طرف سے ۱۳۹۹ھ/ ۷۹-۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔

(۷) شہاب ثاقب:

(۸) تذکرۃ الموتی والقبور (فارسی):

مختصر سا رسالہ ہے جو جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف سے ماخوذ ہے۔ اس میں موت اور موت کے بعد کے حالات کا ذکر ہے۔ چند بار طبع ہو چکا ہے۔ ایک دفعہ لاہور سے ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء میں اور دوبارہ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء میں شائع ہوا۔ اقبال الدین احمد کے قلم سے اس کا اردو ترجمہ واحد بک ڈپو، کراچی نے ۱۳۸۷ھ/ ۶۸-۱۹۶۷ء میں طبع کیا اور حیات برزخ و قبور کے نام سے اس کا ترجمہ احمد عبد الحلیم کانپوری نے عوامی کتب خانہ، کراچی سے ۱۳۸۸ھ/ ۶۹-۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔

(۹) تذکرہ المعاد (فارسی):

قیامت کے حالات و عقائد کے بارے میں بہت ہی مختصر رسالہ ہے جس کا فارسی متن چند بار طبع ہو چکا ہے۔ کانپور سے ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء میں شائع ہوا۔ دوبارہ کانپور ہی سے مطبع نامی نے ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء میں شائع کیا۔ اس کا اردو ترجمہ مولوی ابو الریان محمد رمضان نے کیا جو ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء میں نوری کتب خانہ، لاہور سے طبع ہوا۔

(۱۰) رسالہ در اباحت و حرمت سرود (فارسی):

(۱۱) رسالہ در مسئلہ سماع وحدت وجود (فارسی):

یہ ۱۲ صفحات کا رسالہ ہے جو دہلی سے ۱۳۰۸/۱۸۹۱ء میں چھپ چکا ہے۔

(۱۲) السیف المسلول (شمشیر برہنہ) (فارسی):

امامیہ کے بارے میں دہلی سے ۱۲۶۲ھ/۱۸۵۲ء میں طبع ہوئی۔

(۱۳) رد مذہب شیعہ (فارسی):

(۱۴) رسالہ حرمت متعہ (فارسی):

(۱۵) رسالہ پنج روزی (فارسی):

علم اصول میں۔

(۱۶) رسالہ احقاق (فارسی):

(در رد اعتراضات شیخ عبد الحق محدثؒ بر کلام حضرت مجددؒ)۔

اس کا ایک خطی نسخہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا مولانا زید صاحب (دہلی) کے پاس موجود تھا اور دوسرا نسخہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

(۱۷) رسالہ در جواب شبہات بر کلام امام ربانی (شیخ احمد سرہندیؒ) (فارسی):

یہ خطی نسخہ بھی مولانا زید صاحب کے کتب خانہ میں موجود تھا۔

مناقب ومراتب حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ

زیارت جد بزرگوارؒ

آپ نے خواب میں اپنے جدامجد حضرت شیخ جلال پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی۔ انہوں نے آپ کے حال پر بہت مہربانی فرمائی اور اپنی پیشانی آپ کی پیشانی کے ساتھ رگڑی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت

ایک بار آپ نے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے بڑی مسرت سے آپ کے بارے میں فرمایا:

"تمہیں میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھی۔"

آپ نے اس کی تعبیر یوں کی کہ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی مثالی صورت ان کے جد بزرگوار یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مانند ہے اور ان کلمات سے بشارت اس لیے عنایت فرمائی گئی ہے کہ شاید اس سلسلہ عالیہ کی خلافت تم میں منتقل ہو جائے۔

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت

آپ نے حضرت میرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور حضرت مظہر جانؒ جاناںؒ کی وفات پر تعزیت کے کلمات کہے ہیں اور افسوس کا اظہار فرمایا ہے۔

ایک دفعہ آپ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا اور آنمحترم نے آپ کو تازہ کھجوریں عنایت فرمائیں۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں آپ کا مقام

حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ آپ کی بہت تعریف اور مدح کرتے اور فرماتے تھے:

''میری نسبت اور ان (قاضی ثناء اللہؒ) کی نسبت علو مرتبہ میں مساوی ہیں، لیکن عرض اور قوت میں مختلف ہیں۔ وہ میرے ضمنی ہیں اور میں حضرت شیخ قدس سرہ کا ضمنی ہوں، جو فیض بھی مجھے پہنچا ہے، وہ اس میں شریک ہیں۔ ان کا دوست و دشمن میرا بھی دوست و دشمن ہے۔ وہ ظاہری و باطنی کمالات کے ''اجتماع'' کی وجہ سے عزیز ترین موجودات میں سے ہیں۔ میرے دل میں ان کی ہیبت ہے، صلاح وتقویٰ اور دیانت کی وہ مجسم روح ہیں۔ شریعت کو مروج اور طریقت کو منور کرنے والے فرشتہ صفت ہیں، ملائکہ بھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔''

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے دن خدا نے مجھ سے پوچھا کہ تم میری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو؟ تو میں عرض کروں گا کہ ''ثناء اللہ پانی پتی''۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں آپ کا مقام

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور حضرت مظہر جان جاناں قدس سرہ میں بڑے گہرے روابط تھے اور حضرت مظہرؒ کی اہلیہ محترمہ مردم محل اکثر پانی پت میں رہا کرتی تھیں۔ حضرت مظہرؒ کے بہت سے مکاتیب شریفہ ان کے نام ہیں جو قاضی صاحبؒ نے نہایت احتیاط سے ایک خریطہ میں جمع کر رکھے اور حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑائچیؒ نے انھیں دیکھا تھا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

ایک روز میں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا، ذکر اور مراقبے کا حلقہ منعقد تھا۔ حضرت قاضی (ثناء اللہ پانی پتی) بھی آ گئے۔ حضرت مظہرؒ نے ان سے

دریافت فرمایا: ''تم کیا عمل کرتے ہو کہ فرشتوں نے (اس محفل میں) تمہاری تعظیم کے لیے جگہ چھوڑ دی ہے؟''

اس لیے میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک ان کمالات اور خاصہ مجددی میں ان جیسی عالی نسبت والا اس وقت اور کوئی نہیں ہے۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں وہ بوجہ بہت فضائل، دوسروں سے ممتاز ہیں۔

حضرت قاضی (ثناء اللہ صاحب) کی ذات ظاہری و باطنی کمالات سے متصف ہے۔ ان کے اوقات اطاعت اور عبادت سے معمور ہیں۔ سو رکعت نماز انہوں نے اپنا وظیفہ مقرر کر رکھا ہے۔ تہجد کی نماز میں ایک منزل قرآن (مجید) پڑھتے ہیں، چونکہ اس زمانے میں متدین علماء کم ہیں، اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ قاضی کا منصب اختیار کر کے مقدمات کے صحیح فیصلے کریں اور اس مرتبے کا حق کما حقہ ادا کریں۔ رسوم قضات میں سے کوئی عاقبت نا اندیش رسم آپ سے ظہور میں نہیں آئی۔

ایک مرتبہ اس شخص نے جس کے پاس آپ کی مہر ہوتی تھی، کسی سے کوئی چیز لی۔ آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اسے سزا دی اور اس نے جو کچھ لیا تھا وہ واپس کروایا۔ جس قسم کے ادائے حق اس مناصب کا خاصہ ہے آپ اس میں مشہور تھے۔

آپ کے نام حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مکتوبات شریف ہیں۔ ان میں سے چند فقرے لکھے جاتے ہیں:

(۱) ''شیخ عین الدین ساکن عظیم آباد ایک نوجوان ہے، جس نے اپنا روزگار ترک کر کے طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) اختیار کیا ہے، وہ اس رقعہ کے وسیلے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے، اس کے دل کو نور حاصل ہو گیا ہے، قطع مسافت ابھی تک شروع نہیں کی، شکستہ دل آدمی ہے، اس کے حال پر توجہ کریں۔''

(۲) ''علی رضا خان نے مجھ سے طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) سیکھا ہے۔ وہ تمہارے حلقے میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ اس کے لطیفہ قلب پر توجہ کریں، کیونکہ اس لطیفے کا پہلا کام یہی ہے، جو ضروری ہے''۔

آپ کے خلفاء میں حضرت پیر محمدؒ، حضرت سید محمدؒ اور حضرت گھسیٹاؒ شامل ہیں جو طریقہ نقشبندیہ کی مختلف نسبتوں پر فائز المرام ہوئے۔[۱۶۴]

حضرت مولانا ثناء اللہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔ ظاہری علم بھی حاصل کیا تھا۔ قرآن مجید اور حدیث پاک کی تعلیم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء) سے حاصل کی تھی۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم حضرت مظہر جان جاناںؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ موسیٰ خان دہ بیدی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی تھی اور ذکر و مراقبہ کو دائمی شغل بنایا۔ بعد ازاں ان کے حکم سے باطنی کمالات میں حضرت مظہر جان جاناںؒ سے استفادہ کیا۔ طریقہ کے انتہائی مقامات کو طے کیا اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت و خلافت کا شرف پایا۔

آپ بلدہ سنبھل ہی میں درس و تدریس علوم کے ساتھ ساتھ راہ خدا کی ہدایت و سلوک میں بھی مصروف رہے۔ آپ علم و عمل اور صبر و استقامت کے اوصاف کے حامل تھے اور اعلیٰ اخلاق اور اوقات حسنہ کی شہرت رکھتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ حدیث و تفسیر کے درس سے نور اور صفا میسر آتی ہے اور نسبت احمدیہ (مجددیہ) کو طاقت و ترقی ملتی ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک امیر کا کھانا کھایا تو میرے باطنی احوال ضائع ہو گئے۔ میں نے ہر چند توبہ اور نیازمندی کی، لیکن وہ حالات پیدا نہ ہو سکے، اگرچہ نسبت کی کیفیات ہمیشہ شامل رہیں، لیکن احوال و ذوق نام کی کوئی چیز نہیں رہی تھی۔

آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حال پر بڑی عنایت فرمائی اور ایک روپیہ یومیہ مقرر فرمایا۔ اسی طرح واقعہ ہوا کہ اس خواب کے بعد ایک امیر آدمی نے ان کی ضروریات کے لیے ایک روپیہ مقرر کر دیا۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تحریر فرمایا "وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ

(سورۃ الحدید ۴) یعنی تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ تم وہاں (سنبھل جاؤ) اور میری جانشینی کرو، کیونکہ اس ضلع میں سمجھدار عالم اور صاحب نسبت درویش کوئی نہیں ہے۔ خاطر جمع رکھ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ اور پریشانی کو دل میں جگہ نہ دو اور اپنے اوقات دین کے ظاہری و باطنی منافع کے حصول میں صرف کرو۔ اس پاک ذات نے تمہیں دولت دی ہے، یہی اس کا شکر ہے۔ حضرت جنید (بغدادیؒ) نے فرمایا ہے ''الشکر صرف النعمۃ فی مرضیات المنعم، یعنی نعمت کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں صرف کرنا شکر ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی تنگی وسعت میں بدل جائے گی:

مشکلی نیست کہ آسان نہ شود
مرد باید کہ ہراسان نہ شود

یعنی کوئی ایسی مشکل نہیں ہے جو آسان نہ ہو جائے، آدمی کو چاہیے کہ وہ پریشان نہ ہو۔

اگر غیب سے کوئی چیز (فتوح) آ جائے تو اسے بلا تامل قبول کر لینا چاہیے، کیونکہ بغیر طلب و سوال کے جو چیز ملتی ہے، وہ توکل کے منافی نہیں ہوتی۔ اگر اس چیز (معاش) پر اعتماد نہ ہو تو خصوصاً اس زمانہ میں توکل تفرقہء دل کے رفع کرنے کا سبب ہے اور صرف توکل بے جمعیتی کا موجب ہے اور یہی ''جمعیت'' تو صوفیہ کا راس المال ہے۔

اللہ تعالیٰ سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں اور خانقاہ عالی جاہ مجددیہ کے درویشوں کی جمعیت ضائع نہ کرے۔ تعلیم طریقہ اور کتابوں کے درس کے لیے خود کو پابند کر لو۔ اس عمل میں اپنے اوقات صرف کرنا، دونوں جہانوں کی فتوحات حاصل کرنا ہے۔ ختم خواجگان اور ختم حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ حلقہ صبح کے بعد ہر روز لازمی طور پر کرو۔ صرف اللہ تعالیٰ سے اُمید وابستہ رکھو اور غیر سے نا اُمید ہو جاؤ۔ مرہٹہ کفار کے آشوب کی فکر نہ کرو، ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے دوستوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور مجھے حاضر ہی سمجھئے۔

آپ نے ۱۱۹۹ھ/ ۸۵-۱۷۸۴ء میں اپنے مسکن سنبھل ہی میں رحلت فرمائی اور وہیں آخری آرامگاہ پائی، فَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔

آپ نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں بہت خوب رباعیات کہی ہیں۔

آپ کے نام حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے چار مکتوبات گرامی مجموعہ خلیق انجم (نمبر ۲۸ تا ۳۱) میں ہے محفوظ ہیں اور خود حضرت مولوی ثناء اللہ سنبھلیؒ کے دو عریضے حضرت مظہر جان جاناںؒ کے نام موجود ہیں، جو خانقاہ حضرت ملا نسیمؒ (اوچ، دیر، صوبہ سرحد) میں محفوظ ہیں اور ان کی نقل لوائح خانقاہ مظہریہ، مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (۳۶-۳۷/۸۳-۸۶) میں شامل ہے۔

حضرت حاجی محمد یار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولوی ثناء اللہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم طریقہ حاصل کی اور بعد ازاں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات سے انھیں حضور و آگاہی کی نسبت نصیب ہوئی۔ پھر انہوں نے حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء) کی صحبت اختیار کی۔

حضرت مولوی ثناء اللہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے حضرت احمد علی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جنہوں نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا تھا اور نسبت قلبی کے جذبات سے مغلوب ہو کر انہوں نے سونا اور کھانا چھوڑ دیا تھا، وہ اکثر اوقات عالم بے قراری اور حالت سکر میں سرشار رہتے تھے۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے حسن تربیت سے ہوش میں آ گئے اور پھر انہوں نے اپنے باطنی معاملہ کو فنائے نفس تک پہنچایا اور شرف اجازت سے مشرف ہوئے۔ وہ نسب مع اللہ کی کیفیات سے مدہوش رہتے تھے۔[165]

حضرت ملا جلیل رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ تھے۔ کئی سال تک باطنی انوار کسب و اخذ کیے، باطنی نسبت کمالات تک پہنچی تو تعلیم طریقہ کی اجازت سے مشرف ہوئے۔ یاد مولیٰ میں بخوشی وقت گزارتے رہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، اسے باطنی طریقہ میں مشغول فرما دیتا ہے اور ذکر الٰہی سے اس کا دل زندہ ہو جاتا ہے۔[166]

حضرت حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ موسیٰ خانؒ کے احباب میں سے تھے۔ انہی کے حکم سے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے مستفید ہوئے۔

ایک بار آپ کو زبردست قبض (باطنی) کا سامنا کرنا پڑا اور کسی طرح بسط (باطن) نہیں ہوتا تھا۔ آپ فنائے نفس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ایک رات حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی اور دیکھا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ آپ سے فرماتے ہیں: ''اے میرے بیٹے! تمہارا اصلی کام تو خطرات سے دل کو پاک اور رذائل سے تزکیہ نفس کرنا ہے اور یہ دولت تو تمہیں حاصل ہے''۔

ایک عرصہ کے بعد آپ نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نمایاں خدمت سرانجام دی، جس سے انہوں نے آپ کے حال پر مہربانی فرمائی اور آپ سے ارشاد فرمایا: ''اب تمہاری قبض (باطنی) کے دور ہو جانے کا وقت آ گیا ہے''۔ اور پھر کمال عنایت سے انہوں نے آپ کے باطن پر (روحانی) توجہات فرمائیں اور وہ گرہ جو کئی سالوں سے نہیں کھل رہی تھی، وہ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہی معرفت افزا اور دل کشا نظر عنایت سے کھل گئی اور آپ کے دل تنگ میں فیض جاری ہو گیا، کیونکہ ان تنگیوں کو یہ چیز دور کر دیتی ہے۔

ع۔ خدمت ترا بہ کنگرہ کبریا کشد

یعنی خدمت تجھے عظمت کی چوٹی پر پہنچا دے گی۔

حضرت خواجہ (عبید اللہ) احرار قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: ''مجھے جو کچھ حاصل ہوا (مشائخ کی) خدمت سے ہی حاصل ہوا۔ وقف حماموں میں میں نے بیس سے زیادہ درویشوں کی خدمت اور بدن کی مالش کی، یہاں تک کہ درویشوں کی خوشی کی برکت سے میرا دل آب معرفت سے دھل گیا اور ماسویٰ اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی ناپاکی سے میرا دل صاف کر دیا گیا۔''

آپ نے اس وقت کے ایک ایسے شیخ سے علم حدیث کی سند حاصل کی جو حضرت مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندی) قدس سرہ کا منکر تھا، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے حال پر توجہ کرنے سے منع فرمادیا۔ آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ شریف میں آئے، لیکن انہوں نے توجہ نہ فرمائی، بلکہ ارشاد فرمایا: ''تم سے میری قدیم صحبت اور خدمت کا حق تو بے شک ثابت ہے، لیکن پیران کبار کی مرضی نہیں کہ میں تمہیں توجہ دوں''۔ ان ہی دنوں آپ کو جنون لاحق ہو گیا اور نوبت زنجیروں میں جکڑنے تک پہنچی۔ آپ جوش جنون میں یہ شعر پڑھتے تھے:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارا ند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

یعنی نقشبندیہ مشائخ ایسے عجیب قافلہ سالار ہیں جو پوشیدہ راستے سے حرم میں پہنچا دیتے ہیں۔

اسی عارضہ جنون میں آپ نے رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۱۶۷]

حضرت مولوی دلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ آپ نے علم فقہ پڑھا اور فن اصول اور معقول سے بھی مناسبت رکھتے تھے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اور شغل قلبی حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے ساتھ بڑی محبت تھی اور آنحترم آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ آپ حضرت مظہرؒ کے منہ بولے بیٹے اور کنار پروردہ تھے۔ حضرت مظہرؒ کا ایک مکتوب گرامی بھی آپ کے نام ہے۔[۱۶۸]

حضرت شاہ رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے کامل خلفاء میں سے تھے۔ کمال درجہ کی

محبت اور اخلاص کے لیے مخصوص تھے۔ ملک سندھ سے طلب خدا کے لیے نکلے، جہاں کہیں کسی درویش کا سنتے وہیں پہنچ جاتے۔ آپ کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء) کی صحبت بھی حاصل ہوئی ہے۔

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ ولایت نشان پر پہنچے اور چار سال تک آپ کی صحبت مبارک میں کسب واخذ فیوض سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کرتے رہے اور سلسلہ عالیہ کے انتہائی مقامات کو طے کر کے شرف اجازت وخلافت پایا۔ آپ کو ایذائے نفس اور معنوی لحاظ سے راحت روح جیسے جلالی معاملات زیادہ پسند تھے۔ صبر بلکہ قضائے الٰہی کے مطابق رضا آپ کا شیوہ تھا۔ یادخدا کے لیے صبر وقناعت اور ترک ماسوٰی اللہ پر استقامت رکھتے تھے۔ وقت کے سرداروں کی آرزو تھی کہ آپ روزینہ قبول کریں لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔

رات کو آپ کے گھر ذکر خدا کے نور کے چراغ کے سوا اور دن کو صرف اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا، کوئی خوراک نہیں ہوتی تھی۔ سالہا سال تک آپ عریاں رہے، صرف ایک تہبند باندھے رکھا۔

آپ کی صحبت میں طالبوں کا جم غفیر ہوتا تھا اور مکمل جمعیت کے ساتھ حلقہ مراقبہ کا انعقاد ہوتا تھا۔ آپ کے اصحاب میں دو بزرگ صاحب مراتب ہوئے ہیں:

(۱) حضرت شاہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے حضرت مرزا مظفر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بھی حاصل کی تھی۔ حضرت شاہ رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہ بڑی جمعیت کے ساتھ حلقہ ذکر ومراقبہ کرتے رہے اور بعد ازاں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔

(۲) حضرت محمد اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے طریقہ حاصل کیا۔ حضرت مرزا مظفر رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیضیاب ہو کر ترقی کی اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے بھی توجہات حاصل کیں اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے بھی مستفید ہوئے اور اپنے گم شدہ احوال کی دریافت میں مشغول رہے۔[۱۶۹]

حضرت میر روح الامین رحمۃ اللہ علیہ

آپ سونی پت (ہندوستان) کے سادات کبار میں سے ہیں۔ ایک بزرگ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور باطنی شغل میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے سلسلہ شطاریہ کے بعض اذکار بھی ایک بزرگ سے سیکھے، جس سے عجیب واردات حاصل ہوئیں۔

آپ فرماتے تھے: ''اسم ذات کے ذکر کا مجھ پر ایسا غلبہ ہوا کہ میں ہر جگہ اسم مبارک اللہ کا مشاہدہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ قبلہ کی طرف دیوار میں شگاف پڑ گیا ہے اور قبلہ شریف کا جمال بے حجاب نظر آنے لگا ہے۔ (متقدمین) اولیاء کرام کی میں نے اپنی ظاہری آنکھوں سے زیارت کی جس سے حرارت وشوق قلب حاصل ہوا، لیکن میرے دل کو اطمینان نہ آ سکا۔ یہاں تک کہ میں آپ (حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ) سے وابستہ ہوا تو مجھے جمعیت و طمانیت حاصل ہوئی اور جو میری آرزو تھی وہ پوری ہوئی۔''

آپ نے کئی سال حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں اجازت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے مزید ترقی کی۔ آپ کی نسبت کمالات تک پہنچی تھی۔ قوی استقامت رکھتے تھے۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

> ''وہ محمدی المشرب ہیں، ان کی نسبت بھی قوی ہے، عمر کے آخری حصہ میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا، سارا قرآن مجید حفظ نہیں کیا تھا کہ انتقال ہو گیا۔ شرح الصدور میں سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جس کسی نے قرآن مجید مکمل حفظ نہ کیا (اور وہ مر گیا)، تو فرشتے اسے ایک سیب دیتے ہیں، جس کی خوشبو سونگھتے ہی اسے سارا قرآن یاد ہو جاتا ہے۔''

آپ کے صاحبزادے میر غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ انہوں نے خواب میں اپنے ایک عزیز

کی روح سے پوچھا کہ میرے والد کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ وہ میری ہمسائیگی میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (امام) سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کتاب (شرح الصدور) میں مردوں کے قبروں میں تلاوت کرنے کے بہت سے واقعات لکھے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

"کما تعیشون تموتون و کما تموتون تبعثون":

یعنی جس حال میں تم زندہ رہو گے، اسی طرح مرو گے اور جس حال میں مرو گے، اسی طرح اٹھائے جاؤ گے۔

اس بیان کے مطابق احتمال ہے کہ وہ بھی قرآن (مجید) کی تلاوت کرتے ہوں گے۔ مردوں کی یہ تلاوت ان کی (زندگی کی) عادت اور حفظ نفس کے مطابق ہے۔ اس میں کوئی تکلیف نہیں ہے، کیونکہ تکلیف کا مدار تو دنیا ہے۔ ایک ولی نے کہا ہے: "اگر جنت میں نماز نہیں تو اس کی احتیاج نہیں"۔ نماز اور مناجات کی لذت کو اخروی لذت سے زیادہ سمجھ کر عبادت کی آرزو کی گئی ہے۔ بہشت میں جو کچھ چاہو گے وہ ملے گا، اللہ کی رضامندی کی دولت میسر آئے گی۔ [۱۷۰]

حضرت شاہ بھیک رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ شجرہ نسب درج ذیل ہے۔

شیخ محمد عرف شاہ بھیک بن شیخ محمد زکی بن شیخ محمد ابوحنیف بن شیخ عبدالاحد وحدت ملقب بہ شاہ گل بن حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

بھیک ہندی زبان میں دریوزہ (گداگری) کو کہتے ہیں، چونکہ شیخ محمد زکی کے ہاں اولاد نہیں تھی، اس لیے جب آپ پیدا ہوئے تو انھیں بھیک کہنے لگے، یعنی خدا سے مانگا ہوا۔ آپ نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات سے اپنے آباء کرام کی نسبت خاصہ سے حظ وافر حاصل کیا اور کار باطن کو کمالات تک پہنچا کر آپ کی اجازت سے ہدایت وارشاد راہ

مولیٰ میں مصروف ہو گئے۔ آپ اتباع سنن حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ پر استقامت رکھتے تھے۔

آپ قصبہ مالنیر (ہندوستان) میں رہتے تھے۔ یہیں رحلت فرمائی اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نعش مبارک کو سرہند شریف لا کر آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ بعد ازاں جب سکھوں نے سرہند شریف کے متبرک مزارات خراب کیے تو اس دوران انہوں نے آپ کا جسم مبارک قبر سے باہر نکالنا چاہا۔ آپ نے ایک کافر کے سر پر ایسا مارا کہ وہ فوراً ہلاک ہو گیا اور اس کے ساتھی جان کے خطرہ سے بھاگ گئے۔

آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادہ شاہ پیر اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کا ایک مکتوب گرامی حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی ملاحظہ فرمائیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذوی الاحترام حضرت میرزا صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی خدمت مبارک میں فقیر شاہ بھیک عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ (آپ کی) قدم بوسی کا اتنا اشتیاق ہے کہ وہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ دو ماہ کے قریب ہوئے فقیر خیریت سے مالنیر پہنچ کر (یہاں) مقیم ہے اور رات دن یہی فکر ہے کہ صورت ہاتھ لگے کہ قدم بوسی کی دولت نصیب ہو جائے۔ راستے کے اسباب اور وہاں حاضری کے لیے، کچھ میسر آ جائے تو سر کو پاؤں بنا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفیض ہوں گا۔ علاوہ ازیں اپنے پرضرر احوال سے کیا عرض کروں کہ خطرات کے ہجوم کا اس حد تک زور ہے کہ اگر دین واسلام باقی رہے تو یہی بڑی دولت ہے۔ اللہ اور (اس کے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے توجہ، اعانت اور مدد کی ایک نگاہ فرمائیں زیادہ کیا عرض کروں۔ [۱۷۱]

حضرت شیخ صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ علم ظاہری حاصل کیا۔ دینی کتب کی تحصیل بھی کی تھی۔ آپ نے حضرت

میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا اور جوانی میں ہی رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ [۱۷۲]

حضرت ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت نواب ارشاد خان رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ) کے صاحبزادے تھے اور آپ نے بھی طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور خلیفہ مجاز قرار پائے۔ آپ حضرت مظہر کے کنار پروردہ تھے اور وہ آپ پر بہت زیادہ التفات فرماتے تھے۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولوی ثناء اللہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۹ھ/ ۸۵-۱۷۸۴ء) کو آپ کے بارے میں لکھا تھا:

> ''جو کچھ آپ نے برخوردار ظفر علی خان کے بارے میں لکھا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے...... اس کی انہی خوبیوں نے مجھے اپنا شکار کر رکھا ہے، ورنہ مجھ جیسے آزاد انسان کو جسے خود اپنی فکر نہیں، کسی دوسرے سے کیا مطلب...... مجھے دنیا میں اس سے زیادہ کوئی عزیز نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی ماں باپ کی جگہ اس کی خبر گیری کرنے والے کی بجائے سب کچھ میں ہی ہوں، وہ میرے ساتھ ارادت، فرزندی وغلامی وبندگی کے آداب بجالاتا ہے۔ وہ ایسا انمول ہیرا ہے جس کی کوئی قیمت نہیں، فقیر بے وجہ اس کا عاشق نہیں ہے۔ حافظ رحمت خان صاحب نے ان کو اپنے ساتھ رکھنے اور روزگار دینے کا وعدہ کیا تھا، اس لیے ظفر علی نے پہلی بھیت کا قصد کیا ہے۔ وہ اپنے اقربا کے ساتھ قضیہ کی وجہ سے شجاع الدولہ کے لشکر میں چلا گیا ہے''۔

آپ کے نام حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی بھی ہے۔ [۱۷۳]

حضرت میر عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ ظاہری علوم سے بھی بہرہ ور تھے۔ سالہا سال حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر کسب و اخذ کرتے رہے اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے انتہائی مقامات تک رسائی حاصل کی۔ کمال علم اور عزت سے آراستہ تھے۔ اچھے اخلاق سے متصف اور عالم مثال سے پوری مناسبت رکھتے تھے۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ اپنے احباب کے امور مرجوعہ کے استخارہ کے لیے آپ ہی کو حکم فرماتے تھے اور آپ کی معلومات واقعہ کے مطابق ہوا کرتی تھیں۔

آپ نے آغاز جوانی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کی اولاد میں سے ایک صاحب سے اشغال طریقہ سیکھے۔ پھر ایک مرتبہ اتفاق سے قلعہ فیروزی میں حضرت مظہرؒ سے ملاقات ہوئی اور عرصہ کے بعد حضرت مظہرؒ کو جامع مسجد شاہ جہانی میں نماز جمعہ ادا فرماتے دیکھا۔ حضرت مظہرؒ اپنی خانقاہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے ان سے حصول طریقہ کے لیے استدعا کی، جو مراقبہ کے بعد انہوں نے قبول فرمالی۔ اس وقت آپ (حضرت میر عبدالباقی) کی عمر ۳۴ یا ۳۵ برس تھی۔ اس کے بعد آپ حضرت مظہرؒ کی خانقاہ میں ہی مقیم ہو گئے، پھر حضرت مظہرؒ نے آپ کو ارشاد کی اجازت عنایت فرمائی۔ حضرت مظہرؒ جب کبھی پانی پت یا سنبھل جاتے تو خانقاہ (مظہریہ) میں مقیم مریدوں کی خدمت آپ کے سپرد فرماتے تھے۔ آخر آپ نے حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت لی اور اکبر آباد کی طرف چلے گئے۔ یہ آپ کی حضرت مظہرؒ سے آخری ملاقات تھی، کیونکہ الہ آباد میں ہی آپ کو حضرت مظہرؒ کی شہادت کی اطلاع مل گئی تھی۔ آپ اسی وقت دہلی پہنچے، تدفین کا مسئلہ درپیش تھا۔

آپ کو نظم و نثر میں کمال حاصل تھا۔ آپ کی بے شمار تصانیف ہیں، آپ نے جو مکتوبات اپنے دوستوں کو لکھے تھے، آپ کے احباب نے ان کو کتابی صدر میں جمع کیا۔ یہ مکاتب نصائح سے پر ہیں۔

آپ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے ان خلفاء میں سے تھے جنھیں حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ جیسے تذکرہ نگار نے معمولات مظہریہ دکھا کر اطمینان (حاصل) کیا تھا۔

آپ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بھی عرصہ تک خانقاہ مظہریہ شریف دہلی میں مقیم رہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) نے ان کی خانقاہ مظہریہ شریف میں موجودگی کی اطلاع حضرت ملا نسیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۱ھ/ ۱۶-۱۸۱۵ء) کو دی تھی۔

آپ کی دستیاب ہونے والی کتب میں سے ایک مآل الکمال تصوف کے اہم مسائل پر مشتمل ہے، جس میں جابجا آپ نے حضرت مظہرؒ کے اقوال سے اپنے بیانات کو موثر بنایا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کتاب حضرت مظہرؒ کے افکار کی تشریح و توضیحات کے سلسلے میں بھی اہم ہے۔ یہ غیر مطبوعہ ہے اور اس کا قلمی مخطوطہ خانقاہ حضرت ملا نسیمؒ نور محل، دیر (ریاست اوچ) میں محفوظ ہے۔[۱۷۴]

حضرت مولوی عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت عبدالاحد وحدت سرہندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) کے چوتھے صاحبزادے حضرت شیخ نورالحق رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ شجرہ نسب یوں ہے:

عبدالحق بن معزالحق بن عزیزالحق بن حضرت عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہم۔

آپ نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ آپ کا نسبت باطن کا کام فنائے قلب تک پہنچ چکا تھا۔ آپ کے حالات صحیح تھے۔ ظاہری علم کا درس دیتے تھے۔ عین عالم شباب میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔[۱۷۴]

حضرت مولوی عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ سن کر ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد بردوان (بنگال) سے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے حضور پرنور میں پہنچے اور سلسلہ

نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا۔ چند سال حضرت مظہرؒ سے انوار کا کسب کیا اور تعلیم طریقہ کی اجازت سے مشرف ہوئے اور ''حضور و آگاہی'' کے طالبوں کی رشد و ہدایت کے لیے مامور ہو کر اپنے وطن چلے گئے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) نے مقامات مظہری (مصنفہ ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء) میں آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔[۱۷۶]

حضرت شیخ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (خادم خاص حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ) کے بھائیوں میں سے ہیں۔

آپ نے حضرت مظہر کی توجہات سے عالی احوال حاصل کیے۔ نسبت مع اللہ کے حالات سے مغلوب تھے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) فرماتے ہیں:

> ''ان کی نسبت کی کیفیات کے ظہور کی وجہ سے انھیں دیکھتے ہی دل تعظیم و تکریم کے لیے بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اذا رؤوا ذکر اللّٰہ (یعنی جب ان کو دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے، سنن ابن ماجہ ص ۳۰۳) انھی کے وصف حال تھا، رحمۃ اللہ علیہ۔''[۱۷۷]

حضرت ملا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم فقہ اور اصول میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ آپ کی فقاہت کے معترف تھے اور اس سلسلے میں انھیں آپ پر اعتماد تھا اور وہ آپ کو اچھا فقیہ تسلیم کرتے تھے۔

حضرت مظہرؒ کی صحبت مبارک کے التزام سے آپ کو صحیح حالات حاصل تھے اور مدارج قرب الٰہی میں ترقی کر کے کمالات پر فائز ہوئے۔ آپ تعلیم طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت

سے مشرف ہوئے۔

آپ اپنے نیک اوقات ظاہری و باطنی علوم کے اضافہ میں صرف کرتے تھے۔ ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۰ء تک رام پور (ہندوستان) میں مقیم تھے اور طالبوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف تھے۔ سنہ مذکور میں حضرت نعیم اللہ بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/ ۰۴-۱۸۰۳ء) نے آپ سے ملاقات کی۔ حضرت مظہرؒ کا ایک مکتوب گرامی ان کے نام بھی ہے۔ حضرت مظہرؒ کے ایک دوسرے مکتوب گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ ملا عبدالرزاقؒ پیلی بھیت (ہندوستان) میں بھی مقیم رہے۔[۱۷۸]

حضرت عبدالرزاق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا ذکر لوائح خانقاہ مظہریہ میں شامل مکاتیب میں آیا ہے اور ایک مکتوب (نمبر ۱۹۲/ص ۲۶۲) میں آپ کے نام کے ساتھ پشاوری تحریر ہے۔[۱۷۹]

حضرت مولوی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سن کر ظاہری علوم سے فراغت کے بعد بردوان (بنگال) سے ان کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ شرف بیعت حاصل کیا اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات کسب و اخذ کیے۔

آپ نے گوشہ نشینی اختیار فرمائی اور ترک ماسوئ اللہ اور یاد الٰہی پر قانع بن گئے۔ دوپہر کے وقت تھوڑا سا بے مزہ کھانا کھاتے اور پھر تنہائی میں مراقبہ اور ذکر میں مشغول ہو جاتے۔ اس لیے آپ کی نسبت میں بہت قوت پیدا ہو گئی اور آپ سے بہت کرامات ظاہر ہوئیں۔ ایک امیر آپ کے پاس پندرہ ہزار روپیہ بطور ہدیہ لایا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے اپنے زہد کی وجہ سے یہ قبول نہ فرمایا۔

ایک مرتبہ ایک کوڑھی نے آپ کے وضو کی تراشیدہ مٹی بدن پر ملی اور وضو کا پانی شفا جان کر پی لیا اور اسے چند دن میں شفا ہو گئی۔ اس قسم کی کرامات کے ظہور سے انھیں قبولیت حاصل

ہوگئی اور لوگ آپ کے پاس آنے لگے۔ آپ کے اوقات، اعمال اور احوال آپ کے متعلقین کے لیے فخر اور دلیری کا مقام رکھتے تھے۔ آپ کا دل ماسویٰ اللہ سے یوں اچاٹ اور یادِ مولیٰ میں یوں محو ہو گیا کہ آپ نے اپنا دروازہ لوگوں کے لیے بند کر لیا، یہی سعادت دوستانِ الٰہی کا مقصود ہوتی ہے۔[180]

حضرت عجیبہ خانم رحمۃ اللہ علیہا

آپ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) کی اہلیہ محترمہ ہیں۔ آپ نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے باطنی فیوض کا کسب کیا تھا اور احوال فناء و بقا جو صرف اس خاندان کے صاحب نسب حضرات ہی کو ہوتے ہیں، آپ کو بھی حاصل تھے۔ آپ نے تعلیم طریقہ کی اجازت کا شرف بھی پایا تھا۔ وظائف، طاعت ذکر و مراقبہ جیسے نیک اوقات نے آپ کو مقبول بارگاہ بنا دیا تھا۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب گرامی میں آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

> اگر مستورات کو توفیق ہو اور تم سے توجہ چاہیں تو میری طرف سے اجازت ہے۔ جناب پیران (کے وسیلے) سے قوی اُمید ہے کہ اس میں تاثیر پیدا ہوگی، نیز تمہیں کبھی کبھار توجہ دی جاتی ہے تو ترقی معلوم ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو ذکر الٰہی جل شانہ اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لیے مقید کر لو۔ ذوی الحقوق کی رعایت اور اچھا اخلاق پیدا کرنا لازم ہے، جو نیک نامی اور کامیابی دارین کا موجب ہے۔"[181]

حضرت ملا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالم، ادیب اور صالح آدمی تھے۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکت سے صاحب حضور و آگاہی بن گئے۔ آپ نے حضرت نور محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

سے بھی چند روز صحبت فرمائی۔ پھر اپنے وطن رام پور چلے گئے۔ ذکر اور مجاہدہ کی کثرت نے آپ کے احوال قلبی میں رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ آپ کے گرد طالبوں کا ہجوم رہنے لگا، جو آپ کی توجہات سے (مقام) جمعیت و حضور پر فائز ہونے لگے۔

آپ کے وصال مبارک کے بعد آپ کے برادر گرامی جنھیں آپ سے تعلیم طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت حاصل تھی، ذکر کا حلقہ گرم رکھا۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مقامات مظہری (مصنفہ ۱۲۱۱ھ/ ۱۷۹۶ء) میں تحریر فرمایا ہے کہ اب ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ انہوں نے ایک بزرگ کو اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ لوگ ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔[۱۸۲]

حضرت میر علی اصغر عرف میر مکھو رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت میر محمد مبین خانؒ کے اقربا میں سے ہیں اور آپ کا شمار حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے برگزیدہ خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ ظاہری وجاہت اور باطنی حلاوت اور آداب کاملہ سے متصف تھے۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ سلوک باطن کے کام کو انتہا تک پہنچایا اور احوال مقامات طریقہ پر فائز ہوئے۔ آپ نے نہایت اخلاص کے ساتھ ذکر رابطہ دوام کو پہنچایا، نیز حضرت مظہرؒ کی عالی واردات کے انعکاس سے مستفید و منور تھے۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ حالات و کیفیات الٰہیہ کے حصول کے لیے محبت شیخ اور ذکر رابطہ ہی مضبوط جڑ ہے اور یہ طریقہ ذکر اور مراقبہ کے دونوں طریقوں سے بہتر موصل ہے۔ آپ صاحب مجمع فیوض الٰہی اور انوار آ گاہی کا مظہر تھے۔ طریق باطن کی اجازت آپ کو حاصل تھی۔ طالبوں کو ذکر اور مراقبہ کی تعلیم دی۔ مرشد آباد میں بہت سے (لوگ) ان کے مرید ہوئے اور صاحب دل حضرات کے ایک مجمع کا انعقاد ہو گیا۔ رزق حلال کے حصول کے لیے تجارت کا پیشہ اپنایا، لیکن یہ تجارت ان کے وظائف و عبادت سے تعمیر شدہ اوقات میں حائل نہیں تھی۔ یہ آیت شریفہ آپ کے حال کے مطابق ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ النور ۳۷):

یعنی ایسے لوگ جن کو خدا کے ذکر سے تجارت اور خرید وفروخت غافل نہیں کرتی۔

آپ کی صحبت خاصی موثر تھی۔ آپ کے مریدین میں سے حافظ ضیاء رحمۃ اللہ علیہ صاحب استقامت تھے۔

آپ کے دو بھائی میر عاشوریؒ اور میر جکنؒ بھی حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ آپ کے خاندان کے اکثر مرد اور عورتیں بھی داخل طریقہ تھیں۔

آپ کے دو مکتوب گرامی بنام حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ حضرت ملا اخوند نسیم رحمۃ اللہ علیہ اوچ، دیر میں محفوظ ہیں۔ دوسرے مکتوب میں نجیب الدولہ کے کوچ کر جانے اور اگلے دن حافظ رحمت خان کے کوچ کرنے کی اطلاع ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مقامات مظہری (مصنفہ ۱۲۱۱ھ/ ۱۷۹۶ء) میں تحریر فرمایا ہے کہ عرصہ ہوا آپ کا انتقال ہو چکا ہے۔ [۱۸۳]

حضرت میر علیم اللہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء، شیفتہ جمال ومعرفت افزاء قدیم ہم نشینوں میں سے تھے۔ آپ نے حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) کی صحبت بھی حاصل کی تھی اور انھیں کے حکم سے آپ نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا التزام اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک مکمل کیا۔

آپ حالات عالیہ اور واردات بلند کے حامل تھے۔ آپ کی نسبت میں ایسے سکر کا غلبہ تھا کہ مجددی نسبت کا صحو اور ہوشمندی غالب نہیں آ سکتی تھی۔ آپ محبت الٰہی کی شراب طہور میں سرشار اور حضور وآ گاہی کے ذوق سے مخمور تھے۔ آپ کی زبان پر اہل محبت کا تذکرہ رہتا اور عاشقانہ حکایات سے ان کی آنکھیں اشک ریز رہتی تھیں۔ گریہ آپ کے احوال کو آبرو بخشتا تھا۔ شورانگیز نالے آپ کے سینے میں سوز پیدا کرتے تھے۔ آپ کی صحبت خدا کی محبت کا شوق

بخشتی۔ آپ کی جبین سے ''نسبت مع اللہ'' کے انوار چمکتے تھے اور آپ پر استغراق قوی اور طویل بے خودی طاری ہوتی تھی۔ آپ پر حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی محبت غالب تھی اور غلبہ محبت کی وجہ سے سلام کی بجائے حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کو ''قربانت شوم'' (میں آپ پر قربان ہو جاؤں) لکھ بھیجا۔

جب آپ اپنے وطن گنگوہ سے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے چلتے تو راستے کی تکلیف سے تھک جانے پر حضرت مظہرؒ کے مناقب کے ذکر سے پھر جوش و ولولہ پیدا ہو جاتا اور بیابان نوردی کے لیے تیار ہو جاتے۔

ایک مرتبہ آپ کو خواب حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ نے حضرت شیخؒ کی قدم بوسی کرنی چاہی۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ آپ نے عرض کیا کہ اے ابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں ہم فقیروں کی سعادتمندی ہے۔ اس سے حضرت شیخ بہت مسرور ہوئے اور انہوں نے آپ کے حال پر بہت لطف فرمایا۔

ایک رات خواب میں آپ نے دیکھا کہ سلسلہ چشتیہ کے اکابر، مثلاً حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور انہوں نے آپ کے باطن سے نقشبندی نسبت سلب کر لی اور اپنے خاندان کی نسبت القا کی۔ ان کے تشریف لے جانے کے بعد نقشبندی بزرگوں، مثلاً حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ اور حضرت میرزا مظہر قدس سرہ تشریف لائے اور آپ کے باطن سے چشتی نسبت کشید کرنے کے بعد پھر سے آپ کا سینہ نقشبندی نسبت سے معمور کر دیا۔ اس سلب اور القا کے عمل سے آپ کو اکابر کی زیارت کا شرف حاصل ہو گیا، جس سے آپ پر ایک حالت طاری ہو گئی اور ایسا ''اضمحلال'' حاصل ہوا کہ آپ میں بالکل طاقت نہ رہی۔

آپ صبح کے وقت حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ حضرت مظہرؒ آپ کو اپنے مرشد و پیر حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے اور ابھی آپ کے حال کے بارے میں کسی قسم کا اظہار نہیں کیا تھا کہ حضرت

شیخ محمد عابد سنامیؒ نے نورِ فراست سے آپ کے حال کو بھانپ لیا اور ارشاد فرمایا:

"بزرگوں نے ان کے حال پر تصرف کیا تھا اور اپنی نسبت القا کی تھی لیکن نقشبندی حضرات پہنچ گئے اور انہوں نے اپنے خاندان کی نسبت انھیں دوبارہ عطا فرمادی، انہوں نے طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) کے جو مقامات حاصل کیے ہیں، وہ صحیح اور بجا ہیں۔"

آپ کی طینت میں گرم جوشی، استعداد اور آثارِ حرارت اور چشتی نسبت کی حرارت کے اذواق موجود تھے، کیونکہ یہ حالات راہِ مولیٰ کے طالبوں کے لیے رشک کا باعث ہیں۔ تمام عمر گرم جوشی محبت میں بسر فرمائی اور حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مبارک ہی میں ۱۲۱۱ھ (۹۷-۱۷۹۶ء) میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا نعیم اللہ بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/ ۰۴-۱۸۰۳ء) حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک دبا رہے تھے کہ آپ گنگوہ سے حاضرِ خدمت ہوئے۔ حضرت مظہرؒ نے آپ سے معانقہ فرمایا اور پھر حضرت نعیم اللہ بہڑائچیؒ سے معانقہ کرایا اور فرمایا کہ یہ (مولانا نعیم اللہ) فقیر (حضرت مظہر) کے قدیم احباب میں سے ہیں اور انہوں نے طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مبارک میں کسب کیا...... [۱۸۴]

حضرت شیخ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ محمد احسان رحمۃ اللہ علیہ کے رشتے میں بھائی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) کی اولاد میں سے ہیں۔ شجرہ نسب یوں ہے:
غلام حسن بن کمال الدین بن صبغۃ اللہ بن سیف الدین بن شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خاص اصحاب اور زبدہ احباب میں سے تھے۔ آپ کو حضرت مظہرؒ کی مزید عنایات کا اختصاص بھی حاصل تھا۔ آپ نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت مظہرؒ سے حاصل کیا تھا اور خاندان نقشبندیہ مجددیہ کی نسبت کے مقامات سے

مشرف ہوئے۔ آپ نے یادالٰہی میں اپنے اوقات بخوشی بسر کیے۔

آپ حضرت مظہرؒ کے ''کنار پروردہ اور تعلیم وتربیت کردہ'' تھے۔ آپ کو حضرت مظہرؒ کے مزاج میں اس قدر دخل تھا کہ باوجود کثرت صحبت کبھی حضرت مظہر کی نازک مزاجی کے خلاف آپ سے کوئی حرکت سرزد نہ ہوئی۔ حضرت مظہرؒ آپ کے بارے میں فرماتے تھے: ''خدا انھیں سلامت رکھے اور ان کی رحلت کا داغ مجھے نصیب نہ ہو''۔ اسی قسم کی دعا آپ بھی کیا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ مجھے حضرت (مظہر) کی رحلت کا داغ نصیب نہ کرے۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کہ آپ کی وفات اور حضرت مظہر کی وفات یوں ہوئی کہ دونوں کو ایک دوسرے کی رحلت کا علم نہ ہو سکا۔ [۱۸۵]

حضرت شیخ غلام حسین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے پسندیدہ اور ریاضت کرنے والے اصحاب میں سے تھے۔ آپ نے بٹالہ (ہندوستان) میں علم فقہ پڑھا۔ طریقہ قادریہ حضرت شیخ غلام قادر شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) سے حاصل کیا۔ پھر حضرت صوفی محمد میر رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ) سے سات برس صحبت رہی۔ حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) کے خلیفہ حضرت صوفی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی اور ان سے توجہات لیں۔ سات سال تک جس نفس سے ہر روز پانچ ہزار مرتبہ ذکر نفی و اثبات کرتے تھے۔ اس کثرت ذکر سے جمعیت حاصل کر کے آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کئی سال تک صحبت مبارک کا التزام کیا اور طریقہ کے مراتب سلوک میں آپ کی توجہات علیہ سے ترقی کی۔ سیر و سلوک باطنی کو تجلیات ''اسم الظاہر'' سے گزار کر اپنے باطن کے معاملہ کو تجلیات اسم الباطن تک پہنچایا۔ لہٰذا حبس نفس اور کیفیات ولایت کی گرمی سے آپ کے نفس کی تاثیر بہت گرم، شوق افزا، آزاد اور بے تکلف ہو گئی۔ باطنی حالات کے ادراک کے لیے آپ کی وجدانیات صحیح تھیں۔ رام پور (ہندوستان) میں افغانوں نے آپ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا اور آپ کی توجہات سے گرمی اور

حرارت قلبی کا کسب کیا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) نے آپ کے اصحاب کو آپ کی صحبت کی کیفیات و برکات سے بہرہ ور پایا اور اس جماعت میں سے دو کو ممتاز دیکھا۔

درویشی خدا کا ہو جانے کا نام ہے اور سعادت یہی ہے کہ اپنی عمر یاد الٰہی اور اتباع رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر کی جائے اور اسی کو اپنی زندگی کا سرمایہ بنانا چاہیے۔

آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور زیارت حرمین الشرفین سے مشرف ہو کر بخیریت واپس تشریف لائے۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں غلام عسکری خان کو تحریر فرمایا:

''مولوی غلام حسین نام ایک فاضل جو اخوانِ حلقہ اور یاران قدیم میں ہیں، قصبہ تھانہ کے رہنے والے، فاروقی النسب، نجیب اور مہذب، نجیب الدولہ کے ہاں بہ عنوان فضیلت ملازم ہیں۔ اس سے پہلے انہوں نے اپنی قوم میں شادی کی تھی لیکن ان کے ہاں لڑکا نہیں ہوا اور (بیوی) کی موافقت بھی پسند نہیں آئی، بلکہ سکونت وطن سے بھی خوش نہیں۔ فقیر کی صحبت پسند کی اور دہلی میں مستقل قیام کر لیا اور دوسری شادی کا ارادہ کیا۔''[۱۸۶]

حضرت مولوی غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ صحیح النسب سادات میں سے تھے۔ آپ کا نسب حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء) تک پہنچتا ہے۔ آپ علوم معقول و منقول کے عالم تھے۔ قرآن مجید کے حافظ، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہر، زاہد و عابد، ماسویٰ اللہ سے متنفر اور مقام توکل پر پہنچے ہوئے تھے۔ طلب خدا کے غلبہ سے واقف و ناواقف کا فرق جاتا جارہا تھا۔ اپنے وقت کے مشائخ کی صحبت میسر آئی تھی۔ بزرگوں کی عنایت سے بہرہ ور ہوئے۔ اہل

اللہ کے طریقوں کا ذکر و شغل کرتے۔ اذواق قلب کی کیفیت حاصل ہوئی، لیکن اس راہ کی آپ کو کمال خواہش تھی اس لیے تسلی نہ ہوئی۔

آپ دکن کے رہنے والے تھے، حصول فیض کے لیے دکن سے نکلے اور حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رسائی نصیب ہوئی۔ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے فیض و خرقہ حاصل کرنے کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت کے لیے اکارٹ جانے کی اجازت چاہی، ابھی راستے میں ہی تھے کہ آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کی وفات کی خبر ملی۔

حضرت مولوی غلام یحییٰ بہاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء)، حضرت مولوی عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور آپ ایک ہی روز حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور طریقہ کی طلب کا اظہار کیا۔ حضرت مظہرؒ نے ان دونوں بزرگوں کو تو قبول کر لیا، لیکن آپ سے فرمایا کہ تم میں وحشت معلوم ہو رہی ہے، تھوڑا عرصہ طلب فقراء کی کوشش کرو، لہٰذا آپ دو سال تک دہلی شریف کے مشائخ اور جہاں کہیں کسی درویش کا سنتے پہنچ جاتے، لیکن کسی جگہ تسلی نہ ہوتی۔ آخر حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چھ سال حضرت مظہرؒ کی صحبت مبارک کا التزام کیا۔ تجلیات صفات و شیونات سے گزر کر دائمی تجلیات ذاتیہ پر فائز ہوئے اور تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل ہوئی۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے جس روز آپ کو خرقہ خلافت و اجازت طریقہ عطا فرمائی، اس روز آپ سے فرمایا کہ تمہیں غیب سے کوئی بشارت ملے گی۔ آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو (اس بشارت کے ضمن میں) بتایا کہ میں نے خواب میں ایک اجل بزرگ کو دیکھا کہ انہوں نے سورہ والضحیٰ آخر تک مجھ پر پڑھی جو کہ ہدایت، ترقیات اور مقام رضا کے حصول کی بشارت ہے۔

جن دنوں آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دیکھا کہ حضرت مظہرؒ کے حلقہ ذکر میں حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی جگہ بیٹھے ہیں، نیز ایک بار آپ نے دیکھا کہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور حضرت مظہرؒ نے اپنے حجرہ سے نیاز لا کر حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کی۔

اس سے آپ کو یقین ہو گیا کہ اس خاندان (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ) میں سلسلہ قادریہ کا فیض بھی شامل ہے، کیونکہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض التفات حضرت مظہرؒ کی صورت میں متمثل ہو کر دوبار نظر آیا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ثقہ شخص کی زبانی سنا ہے کہ مولوی غلام محی الدینؒ کے استاد مولوی باب اللہؒ نے حضرت غوث الثقلین (شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار فائض الانوار کی زیارت کا ارادہ کیا۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ان کے خواب میں آئے اور فرمایا: ''میرا فرزند غلام محی الدین تمہارے پاس پڑھتا ہے، اس کی زیارت میری ہی زیارت ہے، اس لیے سفر اختیار کرنے کی صعوبت نہ اٹھاؤ۔''

حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/ ۴۰-۱۸۰۳ء) نے ایک بار آپ کا پیراہن تبرکاً پہنا تو انھیں اتنے فیض و برکات حاصل ہوئے کہ وہ کبھی ان حالات پر نہیں پہنچے تھے۔

آپ اورنگ آباد میں تھے کہ فیض کے طالب بہت سے اصحاب آپ کے گرد جمع ہو گئے جو آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ آپ عرصہ دراز تک یہی رہے، پھر حج کے لیے تشریف لے گئے۔ انھیں حرمین الشریفین کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق جب آپ حضرت مظہرؒ سے حصول فیض کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت کے لیے اکارٹ جا رہے تھے اور راستے میں ہی والدہ ماجدہ کے انتقال کی خبر ملی تو وہیں سے اکارٹ جانے کی بجائے حرمین الشریفین کا رخ کیا۔ زیارت حرمین کے بعد آپ نے مکہ مکرمہ ہی میں طرح اقامت ڈالی تو بہت سے طالبان حق نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کو وہاں بہت نیک نامی نصیب ہوئی۔

آپ نے یہیں ۱۲۰۳ھ/ ۸۹-۱۷۸۸ء میں رحلت فرمائی اور جوار خانہ خدا (مکہ مکرمہ) یا مدینہ منورہ کے قریب آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔ حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑائچیؒ نے بشارات مظہریہ (سال تصنیف ۱۲۰۵ھ) میں لکھا ہے کہ دو سال

ہوئے ہیں ان کا انتقال ہو گیا ہے۔

آپ نے حرمین الشریفین جاتے ہوئے ایک عریضہ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا، جس میں تحریر فرمایا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

حضرت میرزا صاحب قبلہ مدظلہ العالی

(یہ) غلام اللہ تعالیٰ کے فضل، اس کے حبیب (حضرت محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور آپ قبلہ حقیقی کی وجہ سے دہلی میں بخیریت پہنچا اور آپ کی خدمت عالی کی جدائی سے جو غم و الم لاحق ہوا، (اس کے بارے میں) کیا لکھوں؟ لیکن اس حالت پر صبر کیا اور ارشاد عالی کے مطابق حاجی جمال الدین کو یہاں سے ایک بہانہ کے ذریعے رخصت کیا، اگرچہ مشارٌ علیہ ناراض ہو گئے اور کل جو اس ماہ کی پانچویں تاریخ ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ جے نگر کی طرف روانہ ہوں گا۔ جناب عالی سے یہ امید ہے کہ (آپ اس) غلام کے حق میں ہر معاملہ میں مددگار رہیں گے۔ (آپ کا) ہاتھ (مبارک) او جھل رہنے والوں پر کوتاہ نہیں ہے۔ سوائے قدم بوسی کے زیادہ کیا عرض کروں۔ [۱۸۷]

حضرت غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء) کے اصحاب میں سے تھے۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ تربیت کی بدولت آپ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی نسبت میں حظ وافر نصیب ہوا۔ آپ نسبت باطن کے سلوک میں تجلیات ذاتیہ دائمیہ تک پہنچے اور تعلیم طریقہ کی اجازت کا شرف پایا، چند اشخاص کو یاد الٰہی میں مصروف کیا۔

آپ پاکیزہ اخلاق سے آراستہ تھے۔ خلق خدا کی تعظیم کا ان پر غلبہ تھا جو کمالات الٰہی کا مظہر ہے، اپنے متوسلین میں سے کسی ادنیٰ کو بھی کبھی تو سے خطاب نہیں کیا، آپ سب کے ساتھ احترام سے پیش آتے تھے۔ اپنے نوکروں کو تنخواہ دیتے وقت مقررہ اجرت سے زیادہ دیتے تھے۔

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے بہت اخلاص رکھتے تھے۔ حضرت مظہرؒ کی پسندیدہ خدمات بجالاتے تھے۔ جناب الٰہی میں آپ کو قبولیت حاصل ہوئی، کیونکہ درویشوں کے خادم کو ہی فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ نعم المال الصالح للرجال الصالح (مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۳۴۰)، یعنی نیک آدمی کے لیے حلال مال بہت اچھا ہے، آپ ہی کا وصف تھا۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے مزار پر تشریف لے گئے اور دیر تک مراقبہ فرمایا۔ پھر سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: ''سبحان اللہ! اگر مجھے یقین سے یہ معلوم ہو جائے کہ میری قبر بھی اسی طرح کے انوار الٰہی سے معمور ہوگی تو میں (آج ہی) خوشی کا شادیانہ اپنے دروازے پر بجواؤں۔''

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس تمام مغفرت اور رحمت کے ظہور کی وجہ آپ کا حسن اخلاص ہے۔[۱۸۸]

حضرت مولوی غلام یحییٰ بہاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا نام نجم الدین اور مولد و منشاء قریہ باڑہ من مضافات بہار تھا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کا مولد و مسکن موضع اکرا متصل نگرنہسہ تھا، جو بہار سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر پٹنہ اور بہار کے درمیان واقع ہے۔ آپ نے سندیلہ جا کر مروجہ کتب، مدرسہ منصوریہ میں مولانا باب اللہ جونپوری سے پڑھیں اور مدت تک طلبہ کو علم کی روشنی سے بہرور کرتے رہے۔ آپ حافظ قرآن تھے۔ آپ اجل اور زیرک عالم اور خوش تقریر فاضل اور اعلیٰ صفات کے حامل تھے۔

آپ نے علم معقول کی کتب پر مفید حواشی لکھے۔ طبیعت رسا اور ذہن انتہائی ذکی تھا۔ آپ نے طریقہ قادریہ حضرت شیخ بدر عالم بن محمد باقر قدوائی سادا موی اودھی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۰ھ/ ۶۷-۱۷۶۶ء) سے حاصل کیا۔ کئی سال تک باطنی ذکر و شغل میں مصروف رہے اور اپنی زندگی صبر و قناعت اور امراء سے استغناء میں بسر کی، جس سے آپ نے اعلیٰ شان اور

وجاہت پیدا کی۔

آپ نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا شہرہ سنا تو آپ کے دل میں جذبہ پیدا ہو گیا اور آپ اپنے وطن سے حضرت مظہرؒ کے آستانہ ولایت نشان پر حاضری کے لیے کمربستہ ہوئے اور اس قبلہ خدا پرستان کی زیارت کا شرف حاصل کر کے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا۔ طریقہ کے مقامات سلوک کی تحصیل پر ہمت صرف کی۔ چھ ماہ تک انھیں کوئی کیفیت محسوس نہ ہوئی، لیکن باطنی اشغال میں پیش قدم تھے، کیونکہ اوّلین توفیق الٰہی تو اس کی یاد ہے، حالات و کیفیات کا ادراک تو اس دوام شغل باللہ کا ثمر ہے جو اپنے وقت پر حاصل ہوتا ہے۔ اگر احوال صوفیہ میں سے کوئی چیز دنیا میں نہ مل سکے تو آخرت جو کہ دار جزاء ہے، میں ان کیفیات عمل اور اخلاص کا ظہور ہوتا ہے:

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن

کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

یعنی تو منگتوں کی طرح اُمید صلہ پر بندگی نہ کر، ترا مالک بندہ پروری کے طریقے سے خوب واقف ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے:

"التلذ ذ بالبکاء ثمن البکاء":

یعنی رونے سے لطف اندوز ہونا ہی رونے کی قیمت ہے۔

دوسرا قول ہے:

"اللذت فی الصلوٰۃ شرک":

یعنی نماز میں لذت شرک (خفی) ہے۔

حکمت الٰہی کسی کو اذکار کی کیفیات سے محظوظ کرتی ہے اور کسی کو علم کے اسرار سے سرفراز فرماتی ہے، کسی کو محض اپنی یاد اور اطاعت کی توفیق سے ممتاز کرتی ہے۔ یہ تینوں درگاہ خدا کے مقبولوں میں سے ہیں۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے:

"منا من علم ومنا من جھل":

یعنی ہم میں سے بعض نے جان لیا اور بعض نے نہ جانا۔

جیسے علم اسرار و حقائق اور مشاہدہ تجلیات الٰہیہ کا تفصیلی مشاہدہ شاذ و نادر ہوتا ہے، اسی طرح باطنی حالات کی جہالت بھی بہت کم ہوتی ہے، اصل کام تو محبت اور رضائے الٰہی کی توفیق ہے:

"اللّٰھم وقفنا لما تحب وما ترضی":

یعنی اے اللہ! ہمیں اپنی پسند اور رضا کی توفیق عطا فرما۔

عنایت الٰہی سے آپ پر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے حالات و کیفیات وارد ہونا شروع ہو گئے۔ آپ نسبت نقشبندیہ مجددیہ کے جذبات سے فائز ہوئے۔ پانچ سال تک حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت شریفہ میں رہ کر کسب فیوض کیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ مسلسل پانچ سال حضرت مظہر کی خدمت میں نہیں رہے، بلکہ مختلف اوقات کے قیام کی مجموعی مدت پانچ سال ہوگی۔ حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑائچیؒ لکھتے ہیں کہ آپ نے دو برس تک اس طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) کا کسب کمال حاصل کر کے حضرت (مظہرؒ) سے خرقہ اور اجازت مطلقہ کا شرف پایا اور پھر لکھنو کی طرف مراجعت فرمائی۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب گرامی میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا کہ یاران حلقہ، خصوصاً مولوی غلام یحیٰی صاحب جو ایک ماہ کے بعد وطن کا قصد رکھتے ہیں اور وہ کمالات رسالت پر پہنچ چکے ہیں۔

جب آپ کو تجلی ذات تک سلوک کی دائمی سیر حاصل ہوئی تو تعلیم طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت لے کر سالم اور بامراد اپنے وطن لوٹے۔ آپ کو وہاں قبولیت حاصل ہو گئی۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت کے بعد ان کا قیام لکھنو میں مسجد شیخ محمود قلندر کے قریب "خانقاہ شیخ پیر محمد لکھنویؒ" میں تھا۔ یہ خانقاہ بتل ساحل گومتی معروف بہ بتل شیخ پیر محمد، لکھنو میں ہے۔

طالبوں کا آپ کی طرف رجوع ہونے لگا۔ ظاہری علم کا درس موقوف کر کے باطنی احوال کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔ تنہائی میں توجہ الی اللہ کا مراقبہ کرتے۔ آپ کو باطنی نسبت کے حالات و غلبات کے ورود کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی تھی۔

حضرت شیخ بدر عالم ساداموی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے قادری سلسلہ میں شیخ و مرشد تھے، وہ بیمار ہوئے تو آپ نے سلب مرض کے لیے ان پر توجہ کی، جس سے حضرت شیخ کا مرض آپ میں منتقل ہو گیا اور حضرت غلام یحییٰ بہاریؒ نے اسی مرض میں رحلت فرمائی۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی رحلت کا بہت زیادہ غم اور دکھ ہوا۔ اس سلسلے میں وہ اپنے ایک عزیز کو تحریر فرماتے ہیں:

''مولوی غلام یحییٰ کی رحلت سے جو زخم لگا ہے، اس کے لیے مرہم نہیں ہے، ان کی وفات کے جانکاہ واقعہ سے میرے سینے میں آگ سی لگ گئی ہے اور زہرہ آب ہو گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ صبر کے سوا چارہ ہی کیا ہے، کیونکہ کل ہمیں بھی یہاں سے جانا ہے۔''

آپ نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر ایک رسالہ کلمات الحق (مصنفہ ۱۱۸۴ھ) حضرت مظہر جان جاناںؒ کی فرمائش پر تصنیف کیا تھا۔ حضرت مظہرؒ نے اس کی یوں ستائش فرمائی ہے:

"نحمد الله و نصلی علی رسوله، جید علماء کے سردار اور جامع معقول و منقول سید غلام یحییٰ (اللہ تعالیٰ انھیں وہ چیز نصیب کرے، جس کی وہ آرزو رکھتے ہیں)، جو اخوت طریقت کی نسبت اس ہیچ مدان جان جاناں سے رکھتے ہیں، نے میرے ایما پر مسئلہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے بیان میں ایک مختصر رسالہ لکھ کر مجھے دکھایا۔ حق بات یہ ہے کہ اختصار کے باوجود، انہوں نے پورے موضوع کا احاطہ کیا ہے۔ خدا انھیں جزائے خیر دے''۔

آپ کی تصانیف میں لواء الهدیٰ فی اللیل والدجی، شرح میر زاہد اور حاشیہ علی شرح السلم شامل ہیں۔

آپ نے ۱۱۸۶ھ/۷۳-۱۷۷۲ء میں رحلت فرمائی اور تکیہ شاہ پیر محمد لکھنویؒ میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔ [۱۸۹]

حضرت مولوی فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مولوی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) کے بڑے بھائی تھے اور ظاہری علم میں بہرہ کامل رکھتے تھے۔ انہوں نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) سے حاصل کیا تھا اور حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ حضرت مظہرؒ کی توجہات مبارک سے آپ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات پر فائز ہوئے۔ آپ کثیر الذکر اور اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ رکھنے والے تھے۔

آپ کی وفات کے بعد حضرت مولوی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بڑے آزردہ رہنے لگے تھے۔ آپ ان کے خواب میں آتے اور کہتے: ''بھائی یہ اس قدر غم والم کیسا ہے؟ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ، نص قرآنی ہے۔ اس دنیا (آخرت) میں مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت آسائش اور نعمتیں عطا کی ہیں جو بیان و حساب سے بہت زیادہ ہیں۔''[190]

حضرت مولوی قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ ظاہری علم سے بہرہ ور تھے اور طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ کی صحبت اختیار کی تھی۔ ذکر کا سبق اس سلسلہ کے ایک بزرگ سے لیا۔ حضرت خواجہ موسیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا شرف بھی حاصل کیا اور سات سال تک ان کی خدمت کا التزام کیا۔

آپ کے باطنی سلوک کا کام ان دو مقامات یعنی ''فنائے قلب وفنائے نفس'' کے حالات و واردات تک پہنچا۔ حضرت محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۹ء) کے خلفاء میں سے حضرت خواجہ ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعدل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شاہ عبدالحفیظ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت آپ کو میسر آئی تھی، آپ نے ان بزرگوں سے اپنی نسبت میں قوت حاصل کی۔ بعد ازاں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ

اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی اور کئی سال ان سے استفاضہ کیا اور مقامات عالیہ پر فائز ہوئے اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک کے انتہائی مقامات حاصل کیے۔

فنا اور نیستی کا آپ پر غلبہ ہو گیا۔ آپ مہذب اور نرم دل تھے۔ آخری عمر میں نسبت باطنی کا ''استہلاک واضمحلال'' آپ پر غالب آ گیا، جس نے آپ کو بے خود بنا دیا اور اسی حالت میں آپ نے رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔

آپ ۱۲۰۵ھ/ ۹۱-۱۷۹۰ء میں بقید حیات تھے، جب حضرت مولوی نعیم اللہ بہرائچیؒ نے ''معمولات مظہریہ'' مکمل کی تو اسی سن میں انہوں نے آپ سے اس کتاب پر اپنی رائے لکھوائی۔ [191]

حضرت میر مبین خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا نام سید حشمت خان تھا۔ آپ کے والدین فرخ آباد میں مقیم تھے اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ان سے تعلق خاطر رکھتے تھے۔

آپ سادات کبار میں سے تھے اور حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے عمدہ اصحاب و برگزیدہ احباب میں سے تھے۔ ہر قسم کے ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔ حضرت مظہرؒ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کر کے انتہائی مقامات پر فائز ہوئے۔ تعلیم طریقہ کی اجازت سے مشرف ہو کر طالبوں کی ہدایت میں مشغول ہو گئے۔

بہت سے طالبوں نے آپ کی صحبت کی برکت سے حضور و جمعیت کا کسب کیا، آپ کو حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت تھی اور آپ کے اوضاع اور اطوار کی اتباع کے لیے آپ نے بڑی کوشش کی اور آپ اور آپ کے اہل و عیال حضرت مظہرؒ کی محبت و عقیدت میں سرشار و مستغرق رہتے تھے۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میر مبین خدا کے بڑے اولیاء میں سے ہیں اور جان جاناں صغیر اولیاء میں سے۔''

آپ نے ذی قعدہ ۱۱۸۹ھ (۷۶-۱۷۷۵ء) رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔

آپ کے چار مکاتیب بنام حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ، خانقاہ حضرت ملا اخوند نسیم رحمۃ اللہ علیہ، اوچ، دیر میں محفوظ ہیں جو لوائح خانقاہ مظہریہ میں (ص ۸۹-۹۴) موجود ہیں۔

آپ کے اصحاب میں سے حضرت مظہرؒ کی عنایات سے حضرت پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ باطنی نسبت میں لطیفہ نفس کی فنا تک پہنچے۔ انھیں صحیح کشف کونی حاصل ہوا اور آنے والے دن کے حالات دعویٰ کے ساتھ بیان کرتے تھے جو اسی طرح ہوتے تھے۔ وہ فرشتوں اور روحوں کو ظاہری طور پر دیکھتے تھے۔ کہتے تھے کہ ایک دن میں سردی کے موسم میں دریا میں غسل کر رہا تھا کہ اتنے میں بھیڑیے دریا کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ مجھے تیرنا نہیں آتا تھا، میں نے حضرت میر مبین کی طرف توجہ کی، تو کیا دیکھتا ہوں کہ میر صاحب ہاتھ میں عصا لیے ہوئے آئے اور بھیڑیوں کو وہاں سے مار بھگایا۔[۱۹۲]

حضرت شیخ محمد احسان رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم اصحاب اور اکمل خلفاء میں سے تھے۔ حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴ء) کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا نسب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۵۲ء) سے ملتا ہے جو یہ ہے:

> ''شیخ محمد احسان بن خیر اللہ بن ابوالحیات بن علیم اللہ بن شیخ نور اللہ بن شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہم''

جوانی کے ابتدائی دنوں میں آپ کے عقیدہ میں انحراف اور بظاہر صراط مستقیم سے انصراف پیدا ہو گیا۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے دودھ چاول تناول فرمائے اور بقیہ آپ کو دے دیا۔ پس آپ نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ

اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک پر توبہ کر کے واردات حاصل کیں۔ اس راہ میں کمال استقامت سے ثابت قدم رہ کر بہت ترقی کی۔ آپ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہوئے۔ اپنے باطن کو انوار اور آ گاہی کا مظہر بنایا۔ آپ کی نسبت میں جذبہ اور شورش قوی تھی۔ ولایت قلبی کی سیر میں بے تابی اور نالہ ہائے بے خودی بہت کرتے تھے۔ باطن کی حرارت شوق اور گرمی طپش کی وجہ سے سردی کے موسم میں بھی آپ کو اونی لباس کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

جذبات محبت کے غلبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے سننے اور سماع کی آواز کی آپ میں تاب نہ تھی۔ ایک روز حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں فریاد لائے اور بے خود ہو گئے۔ حضرت مظہرؒ نے فرمایا کہ تمہاری نسبت میں ذوق وشوق پیدا ہو گیا ہے۔ اگر تم اسی نسبت گرم اور جذبہ وحالات عشق ومحبت پر کفایت کرنا چاہتے ہو تو ہماری صحبت ترک کر دو ورنہ اس قسم کی فریاد اور نعرہ تمہارے لیے نقصان کا موجب بن سکتے ہیں۔ اس وقت ذکر ومراقبہ میں فرشتوں کا مجمع تھا۔ تمہاری فریاد کی وجہ سے وہ منتشر ہو گیا۔ ان میں سے ایک تمہاری طرف تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اگر تم اپنے باطن کا کام میرے حوالے کر دو تو میں ایسے توجہ کروں گا، جس سے تم اس شورش کے مقام سے نکل کر طمانیت میں پہنچ جاؤ گے، کیونکہ نسبت اطمینان، نسبت ''قرن'' کے مشابہ ہے جو شائبہ ریا سے دور ہے۔ آپ نے عرض کی کہ مجھے شورش اور طمانیت سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میرا مقصد تو صرف آپ کی رضا کا حصول ہے۔ حضرت مظہرؒ نے آپ کو (سابقہ مقام سے) پھلانگ کر (بطور طفرہ) بالا مقام پر پہنچا دیا اور وہاں کے احوال پر فائز کر دیا، جس سے آپ کی بے تابی اطمینان میں بدل گئی لیکن آپ کی گرم استعداد کا تقاضا ابھی باقی تھا، کبھی کبھار بے اختیار ہو کر فریاد کر اُٹھتے تھے، جس سے بے خود ہو جاتے۔

ایک روز کسی نے آپ کے سامنے کہا کہ مولوی ثناء اللہ سنبھلی کا روزینہ مشتبہ مال سے مقرر ہوا ہے۔ کہنے لگے: ''حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے سینے سے انوار کی ایسی سبیل آتی ہے جو ان تمام کدورتوں کو بہا کر لے جاتی ہے۔'' اس بات سے آپ کو بہت فیض پہنچا، آپ نے آہ بھری اور بے خود ہو گئے۔ ایک مرتبہ یہ شعر سننے سے بہت بیتابی پیدا ہو گئی:

رفتم از میکدہ اما بدعا می خواہم

کہ ازین در نروم لغزش مستان مددی

یعنی اگرچہ میں مے خانہ سے چلا گیا ہوں، لیکن یہ دعا کرتا ہوں کہ اے لغزش مستانہ میں اس دروازے سے جانے نہ پاؤں۔

محبت کی یہی شورش آپ کو مضطرب رکھتی۔ بسا اوقات آپ کو عاشقانہ گیت بے خود کر دیتا۔ یہ عشق ہی ہے جو طالبوں کے دلوں کے لیے حیات افزا ہے اور یہ عشق ہی ہے، جو سالکوں کی جانوں کو بقا بخشتا ہے۔ حافظ شیرازی کے بقول:

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یعنی وہ شخص کبھی نہیں مرتا جس کا دل عشق سے زندہ ہو گیا ہو، دفتر عالم (لوح محفوظ) پر ہماری زندگی جاوید کی مہر ثبت ہے۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

گر عشق ترا نیست بہ تحقیق ز تقلید

چاکی بہ گریبان زن و خاکی سر افگن

یعنی اگر تجھے عشق حقیقی و مجازی حاصل نہیں تو اپنا گریبان پھاڑ لے اور اپنے سر پر خاک ڈال لے۔

کار ما عشق و بار ما عشق است

حاصل روزگار ما عشق است

یعنی ہمارا کام عشق اور ہمارا بار عشق ہے، ہمارے روزگار کا حاصل عشق ہے۔

آپ کچھ عرصہ رام پور میں مقیم رہے۔ وہاں کے نواب فیض اللہ خان نے آپ کو تین روپے نذر کیے تو آپ پورب کی طرف روانہ ہو گئے۔

آپ روہیلہ سردار ملا رحیم داد کے لشکر میں بحیثیت ملازم مختلف مہمات پر اس کے ساتھ

رہے، چنانچہ حملہ سرہند میں بھی آپ اس کے لشکر میں تھے۔

آپ فرخ آباد میں بھی مقیم رہے۔ آپ کے دوسرے بھائیوں میں حضرت شیخ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ، غلام عسکری خان اور میاں محمدی شامل ہیں۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے تین مکتوب گرامی (نمبر ۲۷، ۳۷، ۴۷، مجموعہ خلیق انجم) آپ کے نام ہیں اور آپ کے پانچ عریضے حضرت مظہرؒ کے نام خانقاہ حضرت اخوند ملا نسیمؒ، اوچ، دیر میں موجود ہیں جو لوائح خانقاہ مظہریہ میں (ص ۵۷-۶۳ پر) مذکور ہیں۔

آپ کے ایک فرزند گرامی بھی تھے جن کا نام محمد حسن، خود حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا۔

آپ فرماتے تھے کہ میں نے چھ ماہ تک حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہنے کی سعادت حاصل کی، جس سے اس کثرت سے فیوض حاصل ہوئے کہ کسی ریاضت اور مجاہدہ میں اس قسم کی ترقی میسر نہ آئی۔

آپ فرماتے تھے کہ احمد شاہ درانی کے ہنگامہ غارت گری میں میں اپنے کوچہ کے دروازہ میں پوری ہمت سے متوجہ ہو کر بیٹھ گیا، تا کہ غارت گروں میں سے کوئی کوچہ میں داخل نہ ہونے پائے۔ فضل الٰہی سے ساری رات اس کوچہ میں کوئی نہ آیا۔

ایک روز ایک آدمی جو درد پہلو میں مبتلا تھا، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت اس مرض کے سلب کرنے کے لیے توجہ فرمائیں، جونہی اس کے کان میں اسم مبارک اللہ پہنچا، اس نے نعرہ مارا اور درد اسی وقت ختم ہو گیا۔

آپ فرماتے تھے کہ ملا رحیم داد کے لشکر کی کفار سے شکست کے وقت میں بھی اس لشکر میں موجود تھا۔ اس قیامت انگیز وقت میں بھی میری نسبت کا کامل غلبہ کے ساتھ ظہور ہو رہا تھا، گویا مجھے سردی کی شدت اور قتل و غارت کفار کی خبر ہی نہیں تھی اور میں مشائخ کرام کی توجہ کی بدولت محفوظ رہا۔

آپ فرماتے تھے کہ کسب سلوک کے دنوں میں میں نے سخت فقر و فاقہ اختیار کیا۔ پے در پے تین فاقوں کو ایک فاقہ خیال کرتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت مظہر جان

جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے میرے احوال پوچھے۔ میں نے اپنی بے سامانی کا ذکر کیا۔ حضرت مظہر کو افسوس ہوا۔ تھوڑا سا آٹا اور کرتہ خاص عنایت فرمایا۔ اس تبرک شریف کی برکت سے تنگی فراخی میں بدل گئی۔[۱۹۳]

حضرت خلیفہ محمد جمیل رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا نام شیخ محمد رفیع ؒ تھا جو حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ مخصوص میں سے تھے۔

آپ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ چھوٹی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ آئے اور آپ سے ایک توجہ لی۔ تحصیل علم اور طب کا شغل اختیار کیا۔

آپ فرماتے تھے کہ علم سے حظ وافر حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے مجھے اپنے راستے کی طلب عطا فرمائی۔ میں مقصود کی جستجو میں بے شمار درویشوں کی خدمت میں گیا، کسی جگہ دل کو آرام نہ آیا۔ آخر حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور طلب حق کے لیے ریاضات کیں، یہاں مقصود مل گیا۔ حضرت مظہر کی عالی توجہات سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات پر پہنچ کر اجازت وخلافت کا شرف حاصل کیا۔

آپ تحمل، تمکین اور امور شریعت و طریقت میں راسخ استقامت رکھتے تھے۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے انتہائی مقامات تک آپ کی نسبت قوی تھی۔ ظاہری اور باطنی امراض کے علاج کے لیے ممتاز تھے۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مبارک میں ہی دہلی شریف میں رحلت فرمائی اور اپنے بزرگوں کی مقابر کے قریب آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑا ئچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/۰۴-۱۸۰۳ء) بھی آپ کی وفات کے وقت موجود تھے۔

آپ دہلی شریف سے ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء میں لکھنو گئے تو حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑائچی آپ کی زیارت کے لیے پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تھے۔ اسی سال حضرت مولوی نعیم اللہؒ حضرت

مظہرؒ کی خدمت میں دہلی شریف حاضر ہوئے۔ دو ماہ بعد واپس چلے گئے۔ پھر دو سال کے بعد ۱۱۸۹ھ/ ۱۷۷۵ء میں دوبارہ حضرت مظہر کی خدمت میں دہلی شریف گئے اور کامل چار سال (۱۱۸۹ھ/۱۱۹۳ھ) وہاں رہ کر باطنی فیض پایا۔ گویا انہی سالوں میں حضرت خلیفہ محمد جمیل رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی۔[۱۹۴]

حضرت محمد حسن عرب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی اصحاب میں سے تھے۔ آپ کا مجاہدہ قوی تھا اور ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ تائید الٰہی سے چالیس ہزار مرتبہ لسانی طور پر کلمہ طیبہ اور دس ہزار مرتبہ حبس نفس سے قلبی طور پر نفی و اثبات کا ذکر کرتے تھے۔ ہزار بار سورۂ اخلاص، درود شریف اور استغفار آپ کا ہر روز کا وظیفہ تھا۔ آیت شریفہ "وَاذْکُرُ اللّٰہَ کَثِیْرًا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورہ الانفال ۵۴) ترجمہ: اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم مراد کو پہنچو۔ آپ کے حال کے مطابق تھی۔ راتوں کو جاگتے اور دن کو حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی "خدمت گاری" کرتے تھے۔ روزہ، شب بیداری (قیام) اور کثرت ذکر سے صحیح کشف اور وجدان سلیم حاصل ہو گیا اور تین سال میں ہی طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک مکمل کر کے خلافت کا شرف پایا اور اپنے وطن جا کر طالبوں کا مرجع بنے۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ساری زندگی میں صرف ایک ہی طالب خدا اور راہِ مولیٰ کا مجاہد میرے پاس آیا ہے اور وہ محمد حسن عرب تھا۔ شیخ و مرشدؒ کے یہ الفاظ آپ کی تعریف کے لیے کافی ہیں۔ فَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔[۱۹۵]

حضرت محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ

آپ ٹھٹھہ سے دہلی شریف وارد ہوئے اور خواجہ محمد زمان زبیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۵ء) لواری (سندھ) سے منسلک ہو گئے۔ اٹھارہ سال ان کی خدمت میں گزارے اور فیوض و برکات حاصل کیے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ

اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض حاصل کیے۔

آپ نے کئی سال تک حضرت مظہر جاں جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا التزام کیا اور خوب ترقی کی اور اچھی کیفیتیں پیدا کر لیں۔ ولایت قلبی کی سیر کے دوران عاشقانہ اشعار پڑھتے تھے:

خنجر ناز تو تنہا نہ مرا کشتہ و بس
یعلم اللہ کہ جہاں جملہ قتیل است و قتیل

یعنی تیرے خنجر ناز نے تنہا مجھے ہی قتل نہیں کیا، (بلکہ) اللہ جانتا ہے
کہ (اس نے) سارا جہان قتل ہو گیا ہے۔

اس حالت میں دل خوشی سے جھوم اُٹھتے اور ذوق پاتے تھے۔ آپ کے سلوک کی سیر نسبت کمالات تک پہنچی تھی، چونکہ نسبت قلبی کے استغراق سے خوگر ہو گئے تھے، اس لیے مجددی نسبت کی بیرنگی و لطافت سے چنداں محظوظ نہیں ہوتے تھے۔

ایک روز حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) نے آپ کے حال پر توجہ فرمائی اور آپ کو ہر مقام کی کیفیات سے آگاہ کیا۔ آپ نے عرض کیا کہ ہر مقام کی کیفیات و حالات مجھے جدا جدا معلوم ہیں، لیکن نسبت کمالات میرے ادراک سے باہر ہے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام طریقہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نسبت کے حصول کے لیے جہل اور نکارت کا ہونا ضروری قرار دیا ہے، جس کا ادراک وجدان و تجلیات ذاتیہ کرنے سے قاصر ہیں۔

آپ تھوڑا عرصہ مزید صبر و جبر سے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے تو اس لطافت بے رنگی میں قوت پیدا ہو گئی اور اس مقام میں آپ کا قدم راسخ ہو گیا۔ آپ کی شکایت تشکر میں تبدیل ہو گئی اور آپ کو طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم کی اجازت کا شرف نصیب ہوا اور اپنے وطن ٹھٹھہ چلے گئے۔[196]

حضرت شاہ محمد سالم رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم اور گزیدہ خلفاء میں سے ہیں۔ دس سال تک آپ کی صحبت مبارک میں کسب فیوض کر کے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات سلوک طے کیے اور تعلیم طریقہ کی اجازت کے بعد طالبان خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔

بہت سے لوگ آپ کی توجہات سے "حضور و آگاہی" کے مرتبے کو پہنچے جو آپ کی وضع اور آداب پر استقامت رکھتے تھے۔ تقویٰ و طہارت میں پیش قدم تھے۔ کھانے پینے میں بہت زیادہ احتیاط برتتے تھے، یہاں تک کہ کھانا اپنے ہاتھ کا کھاتے اور نظافت و لطافت آپ کے مزاج میں بہت زیادہ تھی اور آپ لباس و غذا اور پانی کے استعمال میں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ تقلید کرتے تھے۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب گرامی میں آپ کو تحریر فرمایا:

> "ہم خیریت سے ہیں، تمہیں شریعت اور شغل طریقت کی پابندی کا التزام کرنا چاہیے۔ لوگوں سے خاکساری اور بے نفسی سے پیش آؤ، کیونکہ نفس کا کمال نیستی ہے اور حق تعالیٰ کی ہستی مسلم۔ میاں محمد انور برے حالوں پر تمہارے پاس آ رہے ہیں، حتی المقدور ان کی خاطر مدارات سے دریغ نہ کرنا، جانتے ہو دنیا میں طالب کم ہیں، اگر کوئی آئے تو اسے خدا کا نام سکھاؤ، کیونکہ اس کا بہت اجر ہے۔ فقراء اور علماء کی صحبت لازم قرار دو، زمانہ کے مکروہات پر صبر کرو، کیونکہ یہ دنیا مومنین کے لیے قید ہے اور آخرت میں راحت ملنے کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنا واجب ہے، اگر کوئی طریقہ کی طرف رجوع کرے تو اس کی خدمت کرنی چاہیے، تا کہ اس سے خدمت لی جائے، مگر غلبہ محبت کی وجہ سے اگر وہ خود (خدمت) کرنا چاہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تم جہاں رہو، خدا تمہارے ساتھ ہے، استقامت سے رہو اور پیران طریقہ کی محبت دل میں رکھو۔ والسلام"۔ [197]

حضرت محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۶۰ھ/۴۷-۱۷۴۷ء) کے خلیفہ حضرت صوفی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ حاصل کیا اور حضرت مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ ان کی تربیت روحانی کی برکت سے آپ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہو کر طالبان حق کی ہدایت وارشاد کی اجازت سے مشرف ہو گئے اور اپنے مسکن قصبہ سہسوان میں باجمعیت حلقہ ذکر ومراقبہ میں مصروف رہے۔

حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۱۸ھ/۰۴-۱۸۰۳ء) نے لکھا ہے کہ آپ اس وقت بہت معمر ہیں۔ آپ کے ایک عزیز محمد مکرم نے ان سے آپ کی بہت تعریف کی تھی، لیکن مولوی نعیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔ [198]

حضرت شاہ محمد شفیع علوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد گرامی کا نام محمد داؤد علوی قریشی تھا اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت محمد حنفیہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آبائی وطن شہر جلال آباد، افغانستان تھا اور بٹالہ نزد گورداس پور، مشرقی پنجاب (ہندوستان) کے رہنے والے تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے معروف شیخ وعالم حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) آپ کے خاندان میں سے تھے اور رشتے میں آپ ان کے خالو ہیں۔

آپ نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہونے سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء) سے اس طریقہ کا ذکر حاصل کیا تھا۔ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت مبارک کا التزام کیا اور پھر اپنے باطنی کام اور روحانی اقدار کو بلند مقامات پر پہنچایا اور تجلیات ذاتیہ پر فائز ہوئے۔ آپ اپنے اوقات کو یاد الٰہی میں بسر فرماتے تھے۔

آپ نے حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مبارک ہی میں فتق کی بیماری میں رحلت

فرمائی اور احاطہ مزار شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، (قبرستان مہندیاں، شاہراہ لاہور، موجودہ بہادر شاہ ظفر مارگ) دہلی شریف میں آسودہ خاک ہوئے، جس کا ذکر خود حضرت مظہرؒ نے فرمایا ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَه۔

آپ کے دو صاحبزادوں کے حالات کتب میں ملتے ہیں:

(۱) حضرت مولانا مولوی عبدالرسول بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء بٹالہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے مشہور جید عالم اور نامور مدرس تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد علی مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ، بانی خانقاہ مکھڈ (ضلع اٹک) تھے، جو انہی کے شاگرد تھے۔ ایک بار حضرت عبدالرسول بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ مکھڈ تشریف لائے تھے۔ لوائح خانقاہ مظہریہ، مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب میں حضرت مظہرؒ کے متوسلین کی آپس میں مکاتبت میں ان کا نام کئی بار آتا ہے۔

(۲) حضرت مولانا مولوی محمد علی بٹالوی ثم مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۶۵ھ/ ۱۷۵۱ء) حضرت شاہ محمد شفیع علویؒ کے گھر بٹالہ میں ہی پیدا ہوئے۔ تعلیم صوبہ سرحد اور پنجاب (پاکستان) میں حاصل کی۔ اپنے وقت کے جید عام، مشہور شیخ طریقت، مدرس اور شاعر تھے۔ سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء) کے خلیفہ مجاز تھے۔ مکھڈ، ضلع اٹک کی مشہور خانقاہ شریف، جہاں حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور عالم کتب خانہ واقع ہے، آپ اس کے بانی تھے۔ ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء میں رحلت فرمائی اور مکھڈ ہی میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔ [۱۹۹]

حضرت محمد قائم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ موسیٰ خان مخدوم اعظمی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ نے مقصود حاصل کرنے کے لیے سفر کی بہت تکلیفیں اٹھائیں اور بہت سے درویشوں کے پاس گئے۔ روزہ اور شب بیداری آپ کا دائمی عمل تھا۔ حضرت خواجہ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ

اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور آپ کی حسن تربیت کی بدولت تین سال میں ہی طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہو کر تعلیم طریقہ کی اجازت سے مشرف ہوئے۔

آپ حضرت موسیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے بخارا گئے تو آنمحترم کو سفر آخرت میں پایا۔ ان کے وصال کے بعد خواب دیکھا کہ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ آپ (حضرت محمد قائم) کے حال پر رحم فرما رہے ہیں۔ پس ان کی توجہ کی برکت سے آپ کو وہاں بخارا میں مقبولیت نصیب ہوئی اور بہت سے طالبوں نے حصول طریقہ کے لیے آپ کی طرف رجوع کیا، لیکن آپ کے دل کو وہاں قرار نہ آیا۔

ایک بار آپ نے خواب دیکھا کہ مدینہ منورہ میں آپ کا ایک باغ ہے اور حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نہر جاری ہے اور اس نہر کا پانی اس باغ میں آتا ہے اور درخت و پھول نشوونما پاتے ہیں۔ اس خواب کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کا شوق ایسا غالب ہوا کہ عازم حج ہو گئے۔

آپ فرماتے تھے کہ میرے دو بیٹے ہیں۔ میں نے منت مانی ہے کہ ان میں سے ایک کو خانہ خدا کا مجاور اور دوسرے کو مسجد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم بناؤں گا۔ [۲۰۰]

حضرت مولوی محمد کلیم بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

باپ کی طرف سے آپ کا نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے اجداد میں سے عبدالرحیم پہلے بزرگ ہیں جو مدینہ منورہ سے بغداد منتقل ہوئے۔ پھر بغداد سے ہرات چلے گئے، ان کا شغل تعلیم و تعلم تھا۔ آپ کے اجداد میں سے عبدالکریم کو ہرات سے نکال دیا گیا۔ وہ وہاں سے بنگال (ہندوستان) آ کر مقیم ہو گئے، وہاں انہوں نے نکاح کیا، جس سے ایک فرزند محمد صالح تولد ہوئے تو وہ بیوی بچوں کے ساتھ پھر ہرات گئے، لیکن دوبارہ بنگال آ گئے۔ محمد صالح کے فرزند ملا محمد رفیع تھے اور ان کے صاحبزادے آپ (حضرت مولوی محمد کلیم بنگالیؒ) تھے۔

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ طریقہ

نقشبندیہ مجددیہ حضرت مظہرؒ سے ہی حاصل کیا۔ آپ اٹھارہ سال دہلی شریف میں مقیم رہے اور کئی سال تک حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے باطنی فیض پایا۔ کمالات کی نسبت حاصل کر چکے تو اجازت ملی اور اپنے وطن مرشد آباد (بنگال) روانہ ہو گئے۔ آپ کہتے تھے کہ مجھے حضرت مظہر (رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات (گرامی) کے مطالعہ سے محبت اور قوی عقیدت نصیب ہو گئی۔ حضرت کے کلام شریف (مکتوبات) اور تحقیقات کے انوار سے دل کو دائمی حضوری اور آگاہی ملی۔

ایک مرتبہ مرشد آباد کے قاضی کے ہاں دعوت طعام تھی، قاضی کا کھانا کھاتے ہی آپ کے باطن سے حضور اور صفا زائل ہو گئے اور دل پر کدورت چھا گئی، جو کسی عمل سے بھی دور نہیں ہوتی تھی۔ درویشوں کی صحبت کا اشتیاق غالب آیا کہ شاید کسی بزرگ کے التفات کی وجہ سے وہ صفا اور حضور دوبارہ مل جائے، چنانچہ آپ نے بزرگوں سے رجوع کیا، لیکن کسی جگہ بھی جمعیت اور آگاہی نہ مل سکی۔ آخر آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صرف آپ کے دیدار فائز الانوار سے ہی آپ کے دل کو اطمینان حاصل ہو گیا۔

بعد ازاں آپ نے حضرت مظہر جان جاناںؒ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم لی اور حضرت نے آپ کے حال پر توجہات فرمائیں۔ پندرہ پندرہ دن تک توجہ کا اثر باطن نہیں ہوتا تھا۔ حضرت مظہرؒ فرماتے تھے کہ تمہارے لطائف خوب جاری ہیں، لیکن آپ ساکن تھے۔ ایک روز آپ راستے میں جا رہے تھے کہ اچانک آپ کا دل حرکت میں آیا اور اسم ذات کی آواز آپ کے کان میں آئی۔ جس نے آپ کو مضطرب کر دیا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی حرکت ذکر اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ حرکت ذکر مبتدی کو بہت خوش کرتی ہے، لیکن اصل کام تو ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہنا اور ادراک کو ماسوئ اللہ سے خالی کرنا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ میرے اوپر ایک ایسی مشکل آ پڑی جس کا کوئی حل نظر نہیں آتا تھا میں نے حاجت روائی کے لیے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ختم شروع کیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک دریائے زخار ہے، جس میں سخت طوفان ہے۔ آندھی نے طوفان کی

شکل اختیار کر لی ہے۔ میں ایک کاغذی کشتی پانی کے الٹے رخ بہا کر باہر آنا چاہتا ہوں، جس سے مجھے بہت تشویش ہو رہی تھی کہ اس حالت میں ساحل تک پہنچنا ممکن نہیں۔ ایک شخص غیب سے آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ ڈرومت! حضرت مجدد کی مدد سے تمہاری کشتی منزل مقصود تک پہنچ گئی۔ دو تین روز کے بعد وہ مشکل حل ہو گئی۔ حاجت بر آری کے لیے میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی جناب میں التجا کرتا ہوں، تو غیب سے خود بخود حل ہو جاتی ہیں، رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ ایک محمد اسرائیلؒ جو مرشد آباد کے قاضی القضاۃ اور پھر کلکتہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ دوسرے ابوسعید محمد محمودؒ، جن کا نواب و ناظم عاقبت محمود خان سے قریبی تعلق تھا اور تیسرے احمدؒ جو کہ ڈھاکہ میں مفتی تھے۔

آپ کے نبیرے مولوی عبدالرحمٰن سلہٹی بن محمد ادریس بن محمد محمودؒ ایک ذی علم بزرگ تھے اور احسن العقائد، سیف الابرار المسلول علی الفجار (فارسی) ان سے یادگار ہیں۔ انہوں نے سیف الابرار کے خاتمہ پر اپنے اجداد کے حالات لکھے ہیں۔

حضرت مظہر جان جاناںؒ کے مکتوبات گرامی آپ کے نام موجود ہیں۔ ایک مکتوب میں حضرت مظہرؒ آپ کو لکھتے ہیں:

"اس وقت اس علاقہ کے لوگوں کی حالت خراب ہے۔"

اس مکتوب گرامی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے نواب بنگال قاسم علی خان سے قریبی تعلقات تھے۔

آپ کا ایک مکتوب بنام حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ، خانقاہ حضرت ملا نسیمؒ، اوچ، دیر میں محفوظ ہے۔ جسے حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) نے لوائح میں نقل کیا ہے۔[۲۰۱]

حضرت شیخ محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم اصحاب میں سے تھے۔ آپ نے حضرت مظہرؒ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا۔ پینتیس سال تک ہر روز حلقہ ذکر میں حاضر

ہوتے رہے اور حضرت مظہرؒ کی صحبت کی برکت سے طریقہ نقشبندیہ کے مصطلحہ مقامات پر فائز ہوئے اور بلند نسبت حاصل کی۔ آپ کو حضرت مظہرؒ کی خدمت میں ایسی خصوصیت حاصل تھی کہ جس میں دوسرے اصحاب شریک نہیں تھے۔ حضرت مظہرؒ کے گھریلو معاملات آپ ہی کے ذمے تھے اور حضرت مظہرؒ نے اپنے گھریلو معاملات میں آپ سے مشورہ کرنے کے بارے میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) کو تحریر فرمایا:

''فقیر کے گھر کے امور کے بارے میں میاں محمد مراد جیو سے مشورہ، مدد اور اعانت لازم سمجھیں''۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ''ہمارے اصحاب میں رفعت نسبت کے اعتبار سے ان کے مساوی کوئی نہیں ہے۔ آپ کی ذات میں بہت سے کمالات جمع ہیں، چونکہ وہ تجارت پیشہ ہیں، اس لیے طالب ان کی طرف رجوع نہیں کرتے، گویا ایک شیخ کے لیے علم و عقل سلیم، کشف صریح، وجدان صحیح، شرف نسب، ظاہری شوکت، دولت فقر اور قناعت بھی ہونی چاہیے''۔

حضرت مولوی نعیم اللہ بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/ ۰۴-۰۳-۱۸۰۳ء) نے لکھا ہے:

''وہ مستجاب الدعواۃ ہیں اور اس کا بارہا تجربہ بھی کیا گیا ہے، واللہ اعلم''۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں: ''فقیر...... کہتا ہے کہ قبولیت دعا کے لیے باطنی کمالات کا ہونا لازم نہیں ہے۔ اللہ کی عظمت کے سامنے تسلیم کے سوا چارہ کار نہیں۔ قبولیت دعا کے لیے رزق حلال، راست گوئی اور اخلاص شرط ہے۔ قبول دعا کے لیے یہ تینوں امور ضروری ہیں۔ میرے نزدیک ان (شیخ محمد مراد) کی نسبت کے حالات اس قسم کے نہیں جو ہر کسی کے ادراک میں آسکیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھیں۔''

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے خادم خاص تھے۔ آپ نے خانقاہ کے صوفیہ کی خدمت میں کبھی کوتاہی نہیں کی تھی، جس کی وجہ سے حضرت مظہرؒ نے آپ کو ''ام الصوفیہ'' کا لقب دیا تھا۔ آپ نے کفش فروشی کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ مقامات مظہری (فارسی) کے مطبوعہ نسخے کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ حضرت مولانا شاہ محمد رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸ء) بن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء) نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔ [۲۰۲]

حضرت میر محمد معین خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت میر مبین خان (م ۱۱۸۹ھ/ ۷۶-۱۷۷۵ء) بن سید حشمت خان رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہیں۔ آپ نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور اخلاص و محبت میں حضرت کے اصحاب میں سے اکثر پر سبقت لے گئے۔ حضرت مظہرؒ نے آپ کو طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت سے مشرف فرمایا۔ آپ اعلیٰ ادب میں مؤدب اور حسن اخلاق سے مہذب تھے، چنانچہ حضرت مظہرؒ نے جو مکتوب گرامی آپ کے نام لکھا ہے، اس میں تحریر فرماتے ہیں:

"آدمیت کے وہ آداب جن کا ظہور تم سے ہوا، اس میں دوسروں کو شریک کرنا بڑا ظلم ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری وضع و قطع اس سے بھی بہتر بنائے۔"

آج جب کہ شوال (۱۱۸۴ھ/ جنوری ۱۷۷۱ء) کی دس تاریخ ہے، میں تمہارے والد جو کہ ہزاروں خوبیوں کے مالک تھے، جو اپنی یاد کے داغ (دل پر) چھوڑ گئے، کی تعزیت کے لیے آنولہ آیا ہوں۔ تعزیتی عبارت لکھنا تکلف سے خالی نہیں، کیونکہ ہم اور وہ ہم عمری کی وجہ سے اس دنیا میں آنے کے وقت چند ہی قدم تقدیم اور تاخیر سے ہم سفر تھے، اب جبکہ اصلی وطن کو واپس جانے کا وقت آیا ہے، چند ہی نفس کے فاصلے سے ہم قافلہ ہوں گے:

امروز گر از رفتہ حریفان خبری نیست
فرداست درین بزم کہ از ما اثری نیست

یعنی آج گزشتہ حریفوں کی کوئی خبر نہیں ہے اور کل اس بزم میں ہمارا بھی نشان نہیں ہوگا۔

کمزوری اس قدر ہے کہ پہلو کے بل لیٹ کر حلقہ کرواتا ہوں، اگر چہ زندگی کا اب کوئی

لطف نہیں رہا، لیکن پھر بھی صوفی کی زندگی غنیمت ہے۔ ایک تو خود اس کے لیے، دوسرے دیگر لوگوں کے لیے بھی۔ تمہاری اہلیہ کو حق تعالیٰ نے قائدہ طفرہ سے ولایت کبریٰ تک پہنچا دیا ہے۔ وہ انوکھی عفیفہ (بیوی) اچھی استعداد رکھتی ہے۔ عقیدت اور اخلاص کے معاملے میں وہ مردوں کی پیش رو ہے۔ میر مکھو کمالات نبوت کے ابتدائی مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ میر مبین خان کو شیخ مقرر کر دیا ہے۔

آج کل صبح و شام خوب حلقہ ہو رہا ہے، اچھی استعداد والے لوگ آ گئے ہیں۔ حق تعالیٰ انھیں فرصت دے کہ اصطلاحی سلوک کی سیر مکمل کریں۔ تمہاری جگہ خالی ہے۔ اس آخری عمر کے فیوض و برکات اس قدر ہیں کہ تحریر میں نہیں آ سکتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نَوَالِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَآلِہٖ۔[۲۰۳]

حضرت شیخ محمد منیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۰ھ/۱۲۷۱ھ) کی اولاد امجاد سے تھے اور حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ (شروع میں) طریقہ عالیہ چشتیہ کے اشغال کرتے اور اس نسبت شریفہ کے اذواق و اشواق سے حظ اٹھاتے تھے۔ (بعد ازاں) طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھ پر بیعت ہوئے اور حضرت مظہرؒ کی صحبت شریفہ کا التزام کر کے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہو کر شرف اجازت حاصل کیا۔

آپ کی نسبت قوی اور حالات بلند تھے اور ہمیشہ گوشہ قناعت و توکل میں یاد خدا میں مصروف رہے۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں فرماتے تھے:

> ”ان کی نسبت بہت قوی ہے، اگر کوئی قطب وقت ہو تو اسے بھی ان سے استفادہ کرنا چاہیے۔“

سلوک کے ابتدائی دنوں میں وہ ساری رات مراقبہ کرتے تھے اور کثرت مراقبہ کی وجہ سے ان کا کشف و وجدان صحیح تھا۔ طالب ان سے رجوع کرتے۔ ارباب ذکر کا حلقہ خوب

جمعیت کے ساتھ منعقد کرتے تھے۔ تقریباً ستر اسی طالب آپ کی صحبت مبارک میں بیٹھے ہوتے تھے لیکن آپ کی عمر نے وفا نہ کی اور آپ نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مبارک ہی میں دردسینہ کے مرض میں رحلت فرمائی اور بیرونِ ترکمان دروازہ دہلی شریف میں مسجد کے صحن میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

آپ کے وصال سے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں بہت غم اور دکھ ہوا، جس کا اظہار حضرت مظہرؒ نے اپنے مکتوب گرامی بنام مولوی ثناء اللہ سنبھلیؒ (م ۱۱۹۹ھ/ ۸۵-۱۷۸۴ء) میں یوں فرمایا ہے:

> ''شیخ محمد منیر اکثر یاران طریقت میں ممتاز تھے، انہوں نے ۱۹ ذی الحجہ کو رحلت کی، جس سے مجھے سخت صدمہ ہوا، چنانچہ ہمارا انتقال بھی طبعی عمر کے موافق قریب ہے، اس لیے تسلی ہے۔
>
> انہوں (محمد منیر) نے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا نہ خلیفہ، (اس لیے) ان کے مریدوں کی تربیت اور پس ماندگان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری فقیر کی گردن پر پڑی ہے۔''

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کی اولاد میں سے حضرت خواجہ عباد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا اور آپ کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی اور ان کی توجہات سے بلند مقامات پر پہنچے اور طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت بھی حاصل ہوئی۔ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ''ان (خواجہ عباد اللہؒ) کی نسبت بہت قوی ہے''۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مقامات مظہری (مصنفہ ۱۲۱۱ھ/ ۱۷۹۶ء) میں لکھتے ہیں کہ کئی سال ہوئے ان کی وفات ہو چکی ہے۔

حضرت حاجی جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت شیخ محمد منیر رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے، نے حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت مبارک کی برکت سے نسبت عالیہ کا کسب کیا اور حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور یاد مولیٰ میں محو ہو کر گوشہ قناعت میں خوش رہے۔[۲۰۴]

حضرت محمد واصل رحمۃ اللہ علیہ

آپ ٹھٹھہ کے رہنے والے تھے، شروع میں حضرت محمد زمان زبیری نقشبندی مجددی (م۱۱۸۸ھ/۱۷۷۵ء) کے بیعت ہوئے اور اٹھارہ برس ان کی خدمت میں رہ کر ذکر اور مراقبہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے اور جمعیت کا کسب کیا۔ انھیں سکر احوال حاصل ہوا۔ ساری رات بے خودی اور مراقبہ میں گزار دیتے۔ اپنے پیر و مرشد کے وصال کے بعد حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض حاصل کیے۔

اسی اثنا میں رحلت فرمائی اور حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے جوار میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۲۰۵]

حضرت شیخ مراد اللہ عرف غلام کاکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قصبہ سنبھل، ضلع مراد آباد (یوپی انڈیا) کے مشہور انصاری خاندان کے فرزند تھے جو دنیوی وجاہت اور علم و فضل کے لیے مشہور رہا ہے۔

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے، علم و عمل میں اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے۔ آپ اس جماعت میں سے تھے، جنھیں حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) نے تربیت کے لیے حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کیا تھا۔ آپ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کی برکت سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے انتہائی مقامات حاصل کر کے خلافت یاب ہوئے۔

آپ کے ذریعے بنگال میں اصلاح و تذکیر کا بہت کام ہوا۔ آپ ملک بنگال میں طالبوں کے مرجع و مآب بنے۔ آپ کے کمالات کا شہرہ اس دیار کے دلوں کو مسخر کرتا رہا اور آپ کے اخلاق حسنہ اور صفات کاملہ کی خوشبو دماغوں کو معطر کرتی رہی اور آپ سے بہت سے طالب سرمایہ جمعیت و آگاہی حاصل کر کے مقبول بارگاہ الٰہی بنے اور یاد خدا میں مصروف ہوئے۔

بنگال میں آپ کے تربیت یافتہ اصحاب میں حضرت محمد غوث، حضرت محمد دانش اور حضرت محمد درویش رحمۃ اللہ علیہم خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے حضرت محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ علیہ حالات عالیہ کے حامل تھے۔ حضرت محمد دانشؒ اور حضرت محمد درویشؒ نے حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا تھا۔ حضرت محمد دانش رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی نسبت حضرت مظہرؒ کی عنایات سے فنائے قلب اور فنائے نفس سے بھی بلندی پر پہنچ گئی تھی۔ ''حضور و آ گاہی، کیفیات استہلاک و اضمحلال'' جو کہ فنائے نفس کا خاصہ ہیں، بھی انھیں حاصل تھیں۔ ان کو کثرت سے باطنی ترقیات ملی تھیں اور نسبت کمالات سے مشرف ہوئے تھے۔

آپ نے طالبوں کی آسانی کے لیے ہندی (اردو) زبان میں قرآن مجید کے تیسویں پارے ''عم یتسآءلون'' کی تفسیر لکھی جو نہایت مقبول ہوئی اور ''خدا کی نعمت'' اور ''تفسیر مرادیہ'' کے نام سے مشہور و معروف ہے اور بار ہا طبع ہو چکی ہے۔ مثلاً (۱) ہوگلی ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء، نیز ۱۲۷۱ھ/۵۵-۱۸۴۵ء، (۲) بمبئی، مطبع اسماعیل، ۱۲۷۱ھ، (۳) کلکتہ، مطبع برکتی، ۱۲۸۰ھ/۶۴-۱۸۶۳ء، (۴) بمبئی، مطبع کریمی، ۱۳۱۰ھ/۹۳-۱۸۹۲ء۔ جب آپ نے تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا تو حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو منع فرمایا کہ طریقہ کے انوار کی اشاعت اخلاص اور مرتبہ احسان کا موجب ہے۔ اپنے اوقات اسی شغل میں صرف کرنے چاہئیں۔ ذکر اور مراقبہ کے علاوہ کوئی عمل نہیں کرنا چاہیے۔

معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آپ نے حضرت مظہرؒ سے اجازت حاصل کر لی تھی، یا قبل از اجازت مذکورہ بالا تفسیر مکمل کر چکے تھے، باقی تفسیر حکما مکمل نہیں کی۔ آپ نے یہ تفسیر ۲۴ محرم ۱۱۸۵ھ/ ۱۰ مئی ۱۷۷۱ء کو مکمل کی اور اپنے پیر و مرشد حضرت مظہر جان جاناں قدس سرہ کے وصال (۱۰ محرم ۱۱۹۵ھ/ ۶ جنوری ۱۷۸۱ء) سے قبل رحلت فرمائی اور سنبھل میں ہی آخری آرامگاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

آپ کے صاحبزادے حضرت مولوی ثناء اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ اور نہایت متوکل بزرگ تھے۔

آپ کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا اور آپ نے تفسیر مرادیہ میں کہیں کہیں اپنے اشعار نقل کیے ہیں۔[۲۰۶]

حضرت میر مسلمان رحمۃ اللہ علیہ

آپ صحیح النسب سادات کبار میں سے تھے۔ آپ نے دنیا اور اسباب دنیا سے قطع تعلق کر کے رضائے الٰہی کی تحصیل میں زندگی بسر کی۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم کی تحصیل میں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق تھے اور آپ نے حضرت مظہرؒ کے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی صحبت میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات حاصل کیے اور حضرت مظہرؒ سے بھی استفادہ کیا۔

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ آپ کا بہت احترام کرتے تھے، کیونکہ پیران کبار کی نظر التفات آپ پر تھی۔ بزرگوں کی زیارت اور استفادہ سے سالکوں کی قدر پیدا ہوتی ہے۔ ان کے آپس کے روابط راسخ اتحاد پر مبنی تھے۔

ایک روز حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے کہ جناب حضرت میر صاحب (مسلمان) کا مرتبہ اخلاص واتحاد اور درجہ رسوخ اعتقاد فقیر کے ساتھ یوں ظاہر ہوتا تھا کہ اس زمانہ کے مخلص یاروں میں وہ بہت کم ملتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کی حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے عرصہ دراز کے بعد ملاقات ہوئی تو انہوں نے بے اختیار اپنا سر ان کے پاؤں پر رکھ دیا اور اسے دیر تک سہلاتے رہے اور زار و قطار روتے رہے۔ یہ مصرعہ زبان پر تھا:

ع۔ اے بہ قربان سراپائے تو سرتاپائے من

یعنی اے وہ شخصیت کہ جن کے سراپا پر میں از سرتاپاؤں قربان ہوں۔

حضرت مظہر اپنے ایک مکتوب گرامی میں آپ کو لکھتے ہیں:

"قدیم زمانے کی یاد سے میرے دل پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے اور مجھے اپنی تنہائی پر ایسا رحم آنے لگتا ہے کہ وہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا:

سقی اللّٰہ وقتا کنت اخلو بوجھکم
وثغر الھوی فی روضۃ الانس ضاحک

اقمنا زمانا والعیون قریرہ
واصحبت یوما والجفون سوافک

یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت کو شاداب رکھے، جب تم سے خلوت میں صحبتیں رہتی تھیں اور ہم محبت کے باغ میں نغمات محبت گایا کرتے تھے، اس زمانے میں آنکھیں ٹھنڈی تھیں اور اب یہ حال ہے کہ میری پلکوں سے خون گر رہا ہے۔

فیض اللہ خان کو اپنے سامنے بٹھا کر ہر روز پانچ سو نفس کے بقدر اس کا مرض سلب کریں، تاکید ہے۔ سفر حجاز کا ارادہ مبارک ہو، لیکن اس نیک عمل کے لیے قدرے تامل ہونا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ کسی کا شرعی حق تلف ہو جائے۔"[۲۰۷]

حضرت ملا محمد نسیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص و اجل خلفاء میں سے تھے۔ آپ موضع اوچ، ریاست دیر، صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے۔

آپ نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا باطنی سلوک حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی عالی توجہات سے انتہائی مقامات تک پہنچایا۔ کسب مقامات میں خلافت کے کمالات تک تربیت کی اور طریق طفرہ (بلا توقف، پھلانگ کر) وہاں تک پہنچے جہاں تک خدا نے چاہا۔ صحیح حالات رکھتے تھے۔ ہر سال اپنے وطن سے حضرت مظہرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے، طریقہ پاک کے انوار حاصل کرتے اور واپس تشریف لے جاتے آپ اپنے علاقہ میں مشیخت اور شہرت کشف و کرامات کے لحاظ سے بہت مشہور تھے۔

آپ اخلاص و محبت اور حضرت مظہرؒ کی اتباع میں راسخ تھے۔ حضرت اقدس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قے کرنا چاہی، لیکن اپنا گلا بند کر لیا اور حضرت مظہرؒ کی خدمت مبارک میں پہنچ کر عرض کیا: "اجازت ہو تو قے کر لوں؟" حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی کمال اتباع کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو گئے۔ طالبوں کا آپ کی طرف رجوع

ہونے لگا اور آپ کی توجہ کی برکت سے انھیں جمعیت اور حضور حاصل ہوتا تھا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) نے ایک ثقہ شخص کی زبانی سنا تھا کہ ایک بار حضرت ملا نسیمؒ نے ایک آدمی پر پورے جذبے سے توجہ کی تو وہ تاب نہ لا سکا اور دیر تک مضطرب اور بے تاب رہا، آخر اسی حالت میں انتقال کر گیا۔

آپ کی کثیر البرکت ذات بہت غنیمت تھی۔ آپ اپنے اوقات علم کے درس اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم میں صرف فرماتے تھے۔

حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) نے حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ملا نسیم رحمۃ اللہ علیہ مع متوسلین کے مابین مکاتبت کو کتابی صورت میں ''لوائح خانقاہ مظہریہ'' کے نام سے حیدر آباد سندھ سے ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں شائع کر کے نہ صرف اس خانوادے کو علمی دنیا سے روشناس کروایا ہے، بلکہ ایک عظیم الشان علمی ذخیرہ ان کی اس کاوش سے محفوظ ہو گیا ہے۔

آپ کی خانقاہ شریف (اوچ، دیر، صوبہ سرحد) پر حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے نادر تبرکات کا ذخیرہ محفوظ ہے، جن میں وہ چغہ بھی موجود ہے، جس میں حضرت مظہرؒ کی شہادت ہوئی تھی اور سلسلہ مظہریہ کے دو سوایسے مکتوبات بھی محفوظ ہیں جو اس سلسلے کے متوسلین نے ایک دوسرے کو لکھے تھے۔ ان میں سے اکثر مکتوبات ایسے ہیں جو اس سے پہلے کبھی شائع نہیں ہوئے تھے۔ جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے جولائی ۱۹۷۷ء میں اس خانقاہ اور تبرکات مظہریہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا، وہ لکھتے ہیں کہ گویا خانقاہ حضرت مظہرؒ کے ریکارڈ کا ایک بڑا حصہ ہے جو یہاں محفوظ رہ گیا ہے اور دہلی کے نشیب و فراز سے دور پر سکون پہاڑوں (اوچ) کے دامن میں اپنی بہار دکھا رہا ہے۔

خانقاہ شریف میں محفوظ ذخیرہ کتب میں علم صرف کی ایک قلمی کتاب پر آپ کی یہ مہریں ثبت ہیں:

(۱) ''ز لطف عزیز الحکیم بر آمد ز باغ محمد نسیم''

۱۲۲۲ھ/ ۱۸۰۷ء (دو عدد مہریں)

(۲) ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ز باغ محمد نسیم''

آپ کے نام حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے سات مکتوبات گرامی ''لوائح خانقاہ مظہریہ'' میں (ص ۳۰-۴۰ پر) نقل ہوئے ہیں۔

آپ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) سے بھی منسلک رہے ہیں۔ اوچ کے اس مجموعے میں (مکتوب نمبر ۱) حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی بنام قاضی ثناء اللہ صاحبؒ، جس میں حضرت ملا نسیمؒ کے لیے سفارش کی گئی ہے کہ وہ آپ کے پاس آ رہے ہیں، انھیں توجہ دیں۔ مکتوب نمبر ۵، مکتوب گرامی حضرت مظہرؒ بنام ملا نسیم ہے۔

آپ نے ۱۲۳۱ھ/ ۱۶-۱۸۱۵ء میں رحلت فرمائی اور اوچ (دیر، صوبہ سرحد) میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۷ء میں حضرت صاحبزادہ جمیل احمد آپ کی خانقاہ کے سجادہ نشین تھے۔[۲۰۸]

حضرت خواجہ موسیٰ خان مخدوم اعظمی دہ بیدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ متورع و متقی، صاحب کشف و کرامات تھے، ولایت ماوراء النہر میں طالبان خدا کی ہدایت و ارشاد میں یگانہ روزگار تھے۔

آپ کے والد گرامی کا نام خواجہ عیسیٰ دہ بیدی تھا۔ شروع میں آپ خواجہ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) کے خلفاء میں شامل تھے اور حضرت میرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ آخر میں حضرت میرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض پایا اور ان سے خلافت پائی۔ حضرت شاہ محمد مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حضرت شیخ عابد سنامیؒ کے خلفاء میں شامل کیا ہے۔ میرزا مقصود دہ بیدی نے کتاب تراجم علماء المشائخ الاحرار یہ (قلمی مخطوطہ مخزونہ کتاب خانہ حکمت عارف۔ مدینہ) میں حضرت مرزا مظہرؒ کا ایک مکتوب گرامی آپ کے نام نقل کیا ہے۔

آپ کی ایک تصنیف کا نام ''نوادر المعارف'' ہے جو علم سلوک و طریقت کے موضوع پر ہے۔ اس میں آپ نے شیخ محمد عابد سنامیؒ کے بعض اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ حافظ محمدؒ آپ کے یاروں میں سے تھے جو آپ کے حکم سے حضرت میرزا مظہرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت

ہوئے اور کسب فیض کرتے رہے۔

حضرت مظہر جان جاناںؒ کے بعض خلفاء پہلے آپ سے ہی منسلک تھے۔ آپ اپنے جد بزرگوار حضرت مخدوم اعظمؒ کے مزار واقعہ قصبہ دہ بید میں سجادہ نشین رہے۔ ہزاروں لوگ آپ کے فیض سے صاحب نسبت ہوئے۔ آپ کے بارہ خلفاء تھے۔ آپ کے ایک خلیفہ حضرت صدیق رحمۃ اللہ علیہ کا مزار سمرقند میں ہے۔ آپ کی اولاد سے کچھ افراد حضرت مظہرؒ کے متوسلین سے فیض حاصل کرنے کے لیے ہندوستان آ گئے تھے۔

آپ نے ایک درویش سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے، مجھے تمہارے باطن میں کدورت معلوم ہوتی ہے، کیا تم نے مشتبہ لقمہ کھایا ہے؟ اس نے کہا نہیں، خانقاہ کے طعام کے علاوہ میں نے کوئی چیز نہیں کھائی۔ آخر اس نے اعتراف کیا کہ میں نے ایک امیر کے ہاں سے حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز کا کھانا کھایا ہے۔ اس کو آپ نے تنبیہ فرمائی کہ میں نے تم سے نہیں کہہ رکھا کہ ہر کس و ناکس کا کھانا نہ کھایا کرو"۔ [۲۰۹]

حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑا ایچی رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ نسب ہے: حضرت مولوی نعیم اللہ بن غلام قطب الدین عرف ملک کالے بن ملک غلام محمد بن ملک آدم رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ حضرت خواجہ عماد خلجیؒ کی اولاد میں سے تھے، جو جہاد کی نیت سے مسعود سالار غازی کے ساتھ ہندوستان آئے اور شہید ہو گئے، ان کی اولاد ہندوستان کے مختلف حصوں میں آباد ہو گئی۔ یہ خاندان دراصل علوی نسب اور حنفی مشرب تھا، لیکن مختلف زمانوں میں اس خاندان کے افراد کو سلاطین کی طرف سے ملک کا خطاب ملا، جس کی وجہ سے یہ ان کے نام کا جز بن گیا۔ اس خاندان کے افراد موروثی طور پر عالم تھے۔

آپ نے ۱۱۵۳ھ/ ۱۷۴۰ء میں ولادت پائی۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز سات سال کی عمر میں ہوا اور محمد روشن بہڑا ایچیؒ کے حوالے کیا گیا۔ ایک سال میں قرآن مجید ختم کیا۔ تحصیل فارسی کے بعد عربی پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور ۱۱۷۱ھ/ ۵۸-۱۷۵۷ء میں حاجی فتح علیؒ کے ہمراہ لکھنو چلے گئے اور وہاں مولوی خلیل احمدؒ سے جو اجل عالم تھے، صرف و نحو پڑھی۔ پھر شاہ جہان پور اور بریلی

وغیرہ کی سیاحت کی، بریلی میں دو سال قیام کیا، جہاں مولوی شہاب الدینؒ سے تحصیل علم کی۔ پھر مختلف اساتذہ مولوی برکت الہ آبادیؒ اور مولوی سالمؒ کی خدمت میں رہنے کے بعد واپس چلے گئے۔ پھر ۱۱۷۷ھ/۶۴-۱۷۶۳ء میں لکھنؤ آ کر تکیہ شاہ محمد عاقل میں قیام کیا، جہاں مولوی محمد محبوبیؒ، مفتی عبدالرب لکھنویؒ، شیخ الحدیث حاجی احمدؒ شاگرد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء) سے پڑھا۔

۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء میں آپ کو خدا طلبی کا شوق دامن گیر ہوا، انہی دنوں میں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل حضرت شیخ محمد جمیل رحمۃ اللہ علیہ لکھنو گئے تو آپ نے ان سے ذکر قلبی اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا جذب حاصل کیا اور دہلی شریف آ کر حضرت مظہرؒ کی خدمت میں رہنے لگے۔ چار دن کے بعد رخصت ہوئے۔ پھر ۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء میں دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور چار سال تک خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف میں قیام کیا اور اجازت مطلقہ کا شرف پایا۔ بعد ازاں واپس بہرائچ آئے اور شادی کی۔ پھر ۱۲۰۵ھ/۹۱-۱۷۹۰ء میں حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی تعمیر کے لیے دہلی شریف گئے، چوتھی مرتبہ ۱۲۰۸ھ/۹۴-۱۷۹۳ء میں دہلی شریف جانا ہوا۔ ایک مرتبہ پورا ایک سال پانی پت میں حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں رہے اور چالیس روز تک حضرت مولوی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) کی خدمت میں بھی قیام رہا۔

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے قابل اعتماد خلفاء میں سے تھے، علم معقول ومنقول کے جامع تھے۔ تحصیل علم کے دوران چاہا کہ باطنی شغل بھی اختیار کریں تو آپ کو خواب میں یہ بشارت ملی کہ اس دولت کے حصول کے لیے شیخ کامل کی ضرورت ہے اور اس کا وقت ابھی نہیں آیا۔ اس لیے تحصیل علم کے بعد حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت محمد جمیل رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا اور بعد ازاں حضرت مظہرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور چار سال ان کی صحبت وخدمت کا التزام کرنے سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے بلند مقامات یعنی دائمی تجلیات ذاتیہ پر فائز ہوئے اور خرقہ اجازت وخلافت حاصل کیا اور اپنے وطن جا کر طالبوں کا مرجع بنے۔

آپ کی صحبت میں دلوں کو جمعیت اور حضور حاصل ہوتا تھا۔ آپ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ پر کمال استقامت، سنن نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اخلاق حسنہ سے آراستہ تھے۔ آپ اپنے اوقات صبر وقناعت سے یادخدا سے معمور رکھتے تھے۔ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حال پر بہت عنایت فرماتے تھے، چنانچہ آپ نے اپنے بارے میں لکھا ہے:

"آپ (حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ) میرے بارے میں فرماتے ہیں،
تمہاری چار سالہ صحبت دوسروں کی بارہ سالہ صحبت کے برابر ہے،
تمہاری ہمت کے نور سے ایک دنیا منور ہوگی اور دونوں جہانوں کی
فتوحات اللہ تعالیٰ عنایت کرے گا۔"

آپ کے صاحبزادے حضرت مولوی کرامت اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ سے فیض یافتہ اور صاحب اجازت تھے۔ ان کے نام کے ساتھ "نسبت اخوت قبول فرزند طریقت" لکھا ہے۔

آپ کے ایک دوسرے صاحبزادے نور محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے داماد بشارت اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن کے صاحبزادے حضرت مولوی ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولوی نعیم اللہ بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر متولی تھے۔ مولوی بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولوی نعیم اللہ بہرائچیؒ کے حلقہ یاراں میں شامل تھے اور حضرت مولوی نعیم اللہ بہرائچیؒ کے اصحاب میں حضرتؒ اسد علی بیگ رحمۃ اللہ علیہ اچھے احوال سے ممتاز تھے۔

آپ کے خلفاء میں سے حضرت مولوی محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ متوطن اٹک، متصل کلکتہ اور حضرت مولوی مراد اللہ فاروقی تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۸ھ) بن مولوی قلندر بخش رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت مظہرؒ) قابل ذکر ہیں۔ حضرت مولوی مراد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ حضرت مظہرؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ ان کی نوعمری میں حضرت مظہرؒ شہید ہو گئے تو حضرت مولوی مراد اللہؒ، حضرت مولوی نعیم اللہؒ سے وابستہ ہو کر ان کے خلیفہ وجانشین بنے۔ ان کے خلفاء میں سے حضرت مولوی غلام رسول کانپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولوی ابوالحسن نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔

آپ نے ۱۲۱۸ھ/۰۴-۱۸۰۳ء میں رحلت فرمائی اور بہرائچ میں آخری آرامگاہ پائی۔ آپ کا مزار بہرائچ میں متصل آبادی واقع ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے اوّلین سوانح نگاروں میں سے ہیں۔ حضرت مظہرؒ سے متعلق جتنی ثقہ روایات اب تک دستیاب ہوئی ہیں، وہ آپ ہی کی تصانیف کے ذریعہ محفوظ ہیں۔ اس ضمن میں آپ کی کتب: بشارات مظہریہ، معمولات مظہریہ، رسالہ در احوال خود، مجموعہ مکتوبات حضرت مظہر (مطبوعہ مطبع فتح الاخبار، کول)، انفاس الاکابر اور انوار الضمائر (درشرح کلمات حضرت مظہرؒ) کا تعلق حضرت مظہرؒ سے ہے۔ آپ کی بعض تصنیفات درج ذیل ہیں:

۱-بشارات مظہریہ (فارسی):

اس کا قلمی مخطوطہ برٹش میوزیم (نمبر OR-۲۲۰، مخطوطات فارسی) لندن میں محفوظ ہے۔ مائیکروفلم جناب محمد اقبال مجددی (لاہور) کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

۲-معمولات مظہریہ (فارسی):

یہ کانپور، مطبع نظامی سے ۱۲۷۵ھ/ ۵۹-۱۸۵۸ء اور مطبع محمدی لاہور سے ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء میں طبع ہوئی۔ اس کا اردو ترجمہ از قدیر محمد قریشی حیدرآباد سندھ سے عبدالغفار نے ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء شائع کیا۔

۳-انفاس اکابر وانوار الضمائر (فارسی):

یہ کلمات حضرت مظہرؒ کی شرح ہے، ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء میں مطبع اسدی لکھنو سے شائع ہوئی۔

۴-رسالہ در احوال خود (فارسی):

اس کا قلمی مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن میں محفوظ ہے۔

۵-مجموعہ مکتوبات حضرت مظہرؒ (فارسی):

مطبوعہ، مطبع فتح الاخبار، کول۔

۶-حاشیہ میر زاہد (فارسی)

۷-حاشیہ ملا جلال (فارسی) [۲۱۰]

حضرت اخون نور محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم دین سے بہرہ ور تھے اور طریقہ اخون فقیر سے حاصل کیا۔ پھر اسی خاندان کے اذکار کی مشق کرتے رہے، تعلیم طریقہ کی اجازت پائی۔ اگرچہ آپ کے سینہ میں سوز اور دل میں گداز موجود تھا، لیکن آپ کے درد دل کو تسکین نہیں ہوتی تھی، چنانچہ آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہو گئے۔ کئی سال حضرت مظہر کی صحبت مبارک میں فیوض کا کسب کیا۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک کا کام انتہا کے قریب پہنچ گیا تو نورانی نسبت حاصل ہوئی۔ خلوت و گوشہ نشینی میں زندگی بسر کرنے لگے۔

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد کہنے لگے کہ حضرت مظہر کی نیابت کا منصب اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج کا شرف مجھے عطا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ سے اویسی طریقے پر مجھے تازہ نسبت حاصل ہوئی ہے۔ باطنی افاضات کی دولت مغل گھرانہ (یعنی حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ) سے منتقل ہو کر اب افغانوں (اخون نور محمد قندھاری) کے گھر آ کر طالبوں کے احوال کو رونق بخشتی ہے۔

ایک شخص جنہیں حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۹ء) اور اس خاندان کے دیگر حضرات گرامی کی صحبت حاصل تھی، سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) نے نقل فرمایا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ان (اخون نور محمد قندھاری) کے انوار و برکات اتنے زیادہ تھے کہ گویا ایک خشک نہر ہے، جو نور کی شعاعوں سے بھر گئی ہے۔

چند اشخاص نے اخذ طریقہ کے لیے آپ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ کی صحبت میں بہت سے فیض حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لیے آپ بڑے بڑے دعوے کرتے تھے کہ وہ فیض اور مقامات جو حضرت مظہرؒ کی صحبت میں مدت دراز کے بعد جا کر بھی حاصل نہیں ہوتے تھے، میری فوری توجہ سے ہی طالبان خدا کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت آپ طریقہ

نقشبندیہ مجددیہ کے مطابق علم وعمل اور ضبط اوقات سے آراستہ تھے، لیکن آپ کی عمر نے وفا نہ کی اور چند ہی دنوں میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

حضرت مولوی نعیم اللہ بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/۰۴-۱۸۰۳ء) نے لکھا ہے کہ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) کے بعد "ملا نور محمد" نے بہ کمال بے ظرفی عرق کبر وافغانیت دعویٰ کیا کہ مجھے حضرت خواجہ محمد معصومؒ اور حضرت (بہاء الدین) نقشبندؒ سے براہ راست فیض پہنچا ہے، درمیان کے واسطے نہیں ہیں، جب یہ خبر عام ہوئی تو حضرت مظہرؒ نے انھیں خواب میں تنبیہ کی تو انہوں نے مزار حضرت مظہرؒ پر حاضر ہو کر معافی چاہی لیکن شفا باطنی نہ ہو سکی اور اسی حالت میں انتقال ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب [۲۱۱]

حواشی باب سوّم

۱- نعیم اللہ بہڑائچیؒ: معمولات مظہریہ، کانپور، مطبع نظامی، ۱۲۷۵ھ، ص ۱۱ غلام علی دہلویؒ، شاہ/محمد اقبال مجددی (مترجم): مقامات مظہری، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء ص ۲۵۹، ۲۷۰/ دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور: ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء، جلد ۲۱، ص ۲۷۲-۲۷۳/ فقیر محمد جہلمیؒ، مولوی: حدائق الحنفیہ، لاہور: مکتبہ حسن سہیل، ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء (بار سوم)، ص ۴۷۱/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۸۵/ ابوالحسن علی ندویؒ: مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، ص ۳۸۵/ ۴:۳۶۶

۲- مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکاتیب (شامل کلمات طیبات)، ۱۳۰۹ھ، ص ۱۲/ فقیر محمد جہلمیؒ، مولوی: حدائق الحنفیہ، ص ۴۷۱

۳- غلام علی دہلویؒ، شاہ/محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ۲۵۹، ۴۷۴

۴- غلام علی دہلویؒ، شاہ/محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۵۹، ۲۷۰، ۲۷۱/ مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکتوب اوّل (مشمولہ) مقامات مظہری، ص ۴۷۴-۴۷۵

۵- نعیم اللہ بہڑائچیؒ: معمولات مظہریہ، ص ۱۴-۱۵/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۵۹

۶- دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۱: ۲۷۳/ غلام علی

دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۵۹-۲۶۰۔

۷- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۶۰، ۲۷۳، ۲۷۴/ نعیم اللہ بہڑا یچیؒ: معمولات مظہریہ، ص ۱۱-۱۴/ نعیم اللہ بہڑا یچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۱-ب/ عبدالرزاق قریشی (مقالہ): ''بشارات مظہریہ''، مجلّہ معارف، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، مئی ۱۹۶۸ء، ص ۳۳۳/ مناظر احسن گیلانی: تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ، کراچی: نفس اکیڈمی، س ن، ص ۱۸۴

۸- نعیم اللہ بہڑا یچیؒ: معمولات مظہریہ، ص ۶/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۶۰، ۲۷۴، ۲۷۵/ عبدالرزاق قریشی: میرزا مظہر جان جاناںؒ اور ان کا اُردو کلام، بمبئی: ۱۹۶۱ء (طبع ثانی)، ص ۴۵-۴۶/ خلیق انجم: مرزا جان جاناںؒ کے خطوط، دہلی: مکتبہ برہان، ۱۹۶۲ء، ص ۱۳/ محمود خان شیرانی، حافظ (مقالہ): اورینٹل کالج میگزین، لاہور: نومبر ۱۹۴۱ء، ص ۲۷-۲۸/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، میانوالی: خانقاہ سراجیہ کندیاں، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، ص ۲۴۲/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص ۶۴۵۔ Encyclopaedia of Islam, Leiden, E.j.Brill, 1991, vol6: 953.

۹- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۵۹-۲۶۱/ نعیم اللہ بہڑا یچیؒ: بشارت مظہریہ، ورق ۶-ب، ۸-الف، ۱۱-ب/ نعیم اللہ بہڑا یچی: معمولات مظہریہ، ص ۶/ فتح علی حسینی گردیزی/ عبدالحق (مرتب): تذکرہ ریختہ گویان، اورنگ آباد: ۱۹۳۳ء، ص ۲۰/ امیر احمد، ابوالحسن/ عبدالودود، قاضی (مرتب): تذکرہ مسرت افزا، مشمولہ رسالہ معاصر، پٹنہ: ۱۹۵۴ء، ص ۱۸/ محمد حسین آزاد: آب حیات، لاہور: س ن۔

ن،ص ۱۴۰

۱۰- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۲-۲۳،۳۰۳۔

۱۱- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۲/ دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۱: ۲۷۳

۱۲- دانشگاہ پنجاب، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۱: ۲۷۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۲۔

۱۳- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۶۲/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۷-ب/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۲۔

۱۴- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۶۲۔

۱۵- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۶۲-۲۶۳، ۲۶۷

۱۶- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۶۸/ نذیر احمد نقشبندی مجددی: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۳/ دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۱: ۲۷۳

۱۷- دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۱: ۲۷۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۳/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۶۸

۱۸- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۶۸/ دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۱: ۲۷۳

۱۹- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۳/ دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۱: ۲۷۳/ غلام علی

دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۶۹۔

۲۰- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۸۰/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۳-۲۴۴/ دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۲۷۳

۲۱- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۳/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۸۰-۲۸۱

۲۲- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۴۱-۲۴۴، ۲۸۰-۲۸۴/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۳-۲۴۴/ دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۱: ۲۷۳-۲۷۴/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, Vol.6:953/ محمد یعقوب ضیاء: اکمل التاریخ، بدایوں: مطبع قادری، ۱۳۳۳ھ، ۱: ۷۴

۲۳- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۴/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۸۷۔

۲۴- عبدالحی حسنیؒ: نزھۃ الخواطر، ۶: ۲۷۱/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۱: ۶۶۴/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۸۷-۲۹۰، ۳۰۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۴/ دانشگاہ پنجاب، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۱: ۲۷۳-۲۷۴۔

۲۵- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۴/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۹۳-۲۹۶۔

۲۶- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۹۴-۲۹۵/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۴/ غلام

سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۱:۶۶۹/ محمد عالم فریدی: مزارات اولیائے دہلی، دہلی: ۱۳۴۶ھ، ص ۱۲۲

۲۷- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۰۸-۱۰۹/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: حدیقۃ الاولیاء، لاہور: ۱۹۷۶ء، ص ۱۳۰-۱۳۱/ محمد عالم فریدی: مزارات اولیائے دہلی، ص ۱۴۴/ محمد حسین آزاد: آب حیات، لاہور: ۱۹۱۷ء، ص ۱۳۷-۱۴۱/ دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۱:۲۷۴/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۲۹۸-۳۰۱، نیز ۲۴۸-۲۵۲/ E.J. Brill; The Encyclopaedia of Islam, Vol. 6:953

۲۸- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۳۰۳-۳۰۵/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۶۔

۲۹- مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکاتیب (شامل کلمات طیبات)، ص ۱۵۹ (مکتوب ۳،۴)/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۳۰۵-۳۰۶/ نعیم اللہ بہڑایچیؒ: انفاس الاکابر و انوار الضمائر، لکھنو: مطبع اسدی، ۱۲۹۱ھ، ص ۲۴/ دانشگاہ پنجاب: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۱:۲۷۵/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۶۴۵-۶۴۶/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا سید تاریخ دعوت وعزیمت ۴:۳۶۶

۳۰- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۳۰۶

۳۱- ایضاً۔

۳۲- ایضاً، ص ۳۰۷

۳۳- ایضاً۔

۳۴- ایضاً۔

۳۵- دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۱: ۲۷۴/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۳۱۰-۳۱۱/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۶

۳۶- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۳۰۹-۳۱۳/ دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۱: ۲۷۵/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۴۶

۳۷- مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکاتیب (شامل کلمات طیبات)، ص ۵۱/ دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۱: ۲۷۴

۳۸- دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۱: ۲۷۵-۲۷۶

۳۹- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۳۱۵-۳۱۹

۴۰- ایضاً، ص ۳۵۱

۴۱- ایضاً، ص ۳۷۷/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۳۵۱، ۳۵۲

۴۲- ایضاً / مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکاتیب (شامل کلمات طیبات)، ۳۵/ ۴۵

۴۳- غلام علی دہلویؒ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۳۷۸/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۲/ دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۱: ۲۷۶/ آفتاب رائے لکھنوی/ حسام الدین راشدی: تذکرہ ریاض العارفین، راولپنڈی: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۸۲ء، ۲: ۲۱۴/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام، ص ۲۵۲/ دانشگاہ پنجاب: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۱: ۲۷۶

۴۴- نعیم اللہ بہڑا یچیؒ: معمولات مظہریہ، ۱۴۰/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال

مجددی: مقاماتِ مظہر، ص ۳۸۴

۴۵- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقاماتِ مظہری، ص ۳۷۸، ۳۷۹/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۲/ محمد حسن کرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۴۰۰/ دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۱:۶ ۲۷/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۲: ۶۴۷/ فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، ص ۴۷۱/ E.J.Brill: The Incyclopaedia of Islam, Vol. 6:953, 7:938/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ/ قدیر محمد قریشی (مترجم): معمولاتِ مظہریہ، حیدر آباد (سندھ)، عبدالغفار، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء، ص ۳۳۶

۴۶- محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقاماتِ مظہری، ص ۱۵۷/ ابو الحسن زید فاروقی: مقاماتِ خیر، ص ۲۰۱-۲۰۲/ ابو الحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت و عزیمت، ۴: ۳۶۳ (حاشیہ ۲)

۴۷- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقاماتِ مظہری، ص ۳۸۰/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۲۔

۴۸- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقاماتِ مظہری، ص ۳۸۰

۴۹- ایضاً، ص ۳۸۱

۵۰- ایضاً، ص ۳۰۸۷/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): لوائح خانقاہ مظہریہ، حیدر آباد سندھ: ۱۹۷۵ء، ص ۲ (حاشیہ)۔

۵۱- E.J.Brill: The Encyclopaidia of Islam, Leiden: E.J. Brill, 1995, Vol.7:938/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشاراتِ مظہریہ، ورق ۱۶۶-ب/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): لوائح خانقاہ مظہریہ، حیدر آباد (سندھ)، ۱۹۷۵ء،

۲۳۷:۱۷۴/ مظہر جان جاناں شہیدؒ/ عبدالرزاق قریشی (مرتب): مکاتیب میرزا مظہرؒ، بمبئی: ۱۹۶۶ء، ۸۳/۵۹۔

۵۲- محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۳۹/ مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکاتیب (شامل کلمات طیبات)، دہلی: ۱۳۰۹ھ، ۷۹/۶۶/ مظہر جان جاناں شہیدؒ/ عبدالرزاق قریشی: مکاتیب میرزا مظہر، ۴۶/۶۶۔

۵۳- فیاض محمود، سید/ وزیر الحسن عابدی، سید: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۲ء، جلد ۵، فارسی ادب (۳): ۶۵، ۳۱۲-۳۱۳/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ۱۳۹، نیز ۱۳۸-۱۵۴ (تصانیف)/ دانشگاہ پنجاب لاہور: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۷۶:۲۱/ فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، ص ۴۷۱/ ابو الحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت و عزیمت، ۴: ۳۶۶/ E.J.Brill: The Encyclopaedia of Islam, Vol.6:953/ میر درد دہلویؒ: علم الکتاب، دہلی: ۱۳۰۸ھ، ص ۸۵/ شبلی نعمانیؒ: مقالات شبلی، اعظم گڑھ: ۱۹۳۶ء، جلد ۵: ۳۹/ تبارک علی شاہ نقشبندی، سید: مرزا مظہر جان جاناںؒ: ان کا عہد اور شاعری، ۱۹۸۸ء، ص ۸۵/ میر درد دہلویؒ: نالہ درد، بھوپال: ۱۳۱۰ھ، ص ۷/ جمیل جالبی (ڈاکٹر): تاریخ ادب اُردو، لاہور: ۱۹۸۷ء، جلد ۲: ۳۶۰/ نعیم اللہ بہرائچیؒ/ قدیر محمد قریشی (مترجم): معمولات مظہریہ ص ۶۴، ۳۴۱

۵۴- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۳۳۸

۵۵- ایضاً، ص ۳۵۶-۳۵۷

۵۶- ایضاً، ص ۳۵۷

۵۷- ایضاً، ص ۳۵۳، ۳۵۷

۵۸- ایضاً،ص۳۴۸-۳۴۹

۵۹- ایضاً،ص۳۳۸

۶۰- ایضاً

۶۱- ایضاً،ص۳۳۹

۶۲- ایضاً،ص۳۳۸

۶۳- ایضاً،ص۳۳۴

۶۴- ایضاً،ص۳۲۸

۶۵- ایضاً،ص۳۲۷

۶۶- ایضاً،ص۳۳۳

۶۷- ایضاً،ص۳۴۰

۶۸- ایضاً،ص۳۲۶

۶۹- ایضاً،ص۳۲۷

۷۰- ایضاً

۷۱- ایضاً

۷۲- ایضاً،ص۳۲۸

۷۳- ایضاً،ص۳۲۹

۷۴- ایضاً،ص۳۳۰

۷۵- ایضاً،ص۳۳۹

۷۶- ایضاً

۷۷- ایضاً

۷۸- ایضاً،ص۳۳۸

۷۹- ایضاً،ص۳۵۲

۸۰- ایضاً،ص۳۵۲

۸۱- ایضاً، ص ۳۵۲/ محمد معصوم سرہندیؒ، خواجہ/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: مکتوبات معصومیہ، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، جلد۲: مکتوب نمبر۱۵۳، ۱۵۴ (ص ۲۷۳-۲۷۸)

۸۲- ایضاً، ص ۳۵۲

۸۳- ایضاً، ص ۳۵۳

۸۴- ایضاً، ص ۳۴۹

۸۵- ایضاً، ۳۴۵/ احمد سرہندیؒ، حضرت مجدد الف ثانی/ عالم الدینؒ، مولانا قاضی عالم الدینؒ: مکتوبات امام ربانیؒ، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء جلد۱: مکتوب ۲۰۹ (ص ۳۴۳-۳۴۹)، جلد۳: مکتوب ۸۸، ۹۲، ۱۲۱ (ص ۵۴۳-۵۵۲، ۵۶۵-۵۶۷، ۶۴۷-۶۵۹)

۸۶- ایضاً، ص ۳۴۵-۳۴۶، ۳۴۷/ محمد اقبال مجددی: احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری، لاہوری، لاہور: ۱۹۷۲ء، ص ۱۴۵-۱۵۰/ خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن، ص ۳۰۱-۳۳۳/ نسیم احمد فریدی: خواجہ باقی باللہؒ اور صاحبزادگان وخلفاء، لکھنو: مکتبہ الفرقان، ۱۹۷۸ء، ص ۹۹-۱۱۴/ عبدالحق محدث دہلویؒ، شیخ: اخبار الاخیار، میرٹھ: ۱۹۷۵ء/ غلام علی دہلویؒ، شاہ: رسائل سبعہ سیارہ (اعتراضات شیخ عبدالحقؒ برحضرت مجددؒ)، مطبع علوی، ۱۲۸۴ھ/ عبدالحی حسنیؒ: نزہۃ الخواطر ۵: ۱۲۸-۱۲۹

۸۷- ایضاً، ص ۳۴۶

۸۸- ایضاً، ص ۳۴۷

۸۹- ایضاً، ص ۳۵۵

۹۰- ایضاً، ص ۳۵۰-۳۵۱

۹۱- ایضاً،ص ۳۵۱
۹۲- ایضاً،ص ۳۴۷-۳۴۸
۹۳- ایضاً،ص ۳۲۳
۹۴- ایضاً،صظ ۳۲۶
۹۵- ایضاً،ص ۳۲۹
۹۶- ایضاً
۹۷- ایضاً،ص ۳۲۶
۹۸- ایضاً
۹۹- ایضاً،ص ۳۲۸
۱۰۰- ایضاً، ۳۳۱
۱۰۱- ایضاً،ص ۳۳۲
۱۰۲- ایضاً،ص ۳۲۸-۳۲۹
۱۰۳- ایضاً،ص ۳۲۹
۱۰۴- ایضاً
۱۰۵- ایضاً
۱۰۶- ایضاً،ص ۳۲۸
۱۰۷- ایضاً،ص ۳۲۳
۱۰۸- ایضاً،ص ۳۳۰
۱۰۹- ایضاً
۱۱۰- ایضاً،ص ۳۳۱
۱۱۱- ایضاً
۱۱۲- ایضاً
۱۱۳- ایضاً، ۳۲۷

۱۱۴- ایضاً، ۳۲۵-۳۲۶

۱۱۵- ایضاً، ص ۳۳۳

۱۱۶- ایضاً، ص ۳۳۲

۱۱۷- ایضاً

۱۱۸- ایضاً، ص ۳۳۳-۳۳۴

۱۱۹- ایضاً، ص ۳۲۴

۱۲۰- ایضاً، ص ۳۳۳

۱۲۱- ایضاً، ص ۳۵۰

۱۲۲- ایضاً، ص ۳۴۵/ مظہر جان جاناں شہیدؒ: دیوان مظہرؒ، کانپور: مطبع مصطفائی، ۱۲۷۱ھ، ص ۱۸

۱۲۳- ایضاً، ص ۳۲۳

۱۲۴- ایضاً، ص ۳۴۴

۱۲۵- ایضاً، ص ۳۴۵

۱۲۶- ایضاً، ص ۳۲۴

۱۲۷- ایضاً، ص ۳۱۸

۱۲۸- ایضاً

۱۲۹- ایضاً، ص ۳۱۸

۱۳۰- ایضاً، ص ۳۲۵

۱۳۱- ایضاً، ص ۳۲۴-۳۲۵

۱۳۲- ایضاً، ص ۳۳۳

۱۳۳- ایضاً، ص ۳۲۴-۳۲۵

۱۳۴- ایضاً، ص ۳۳۱-۳۳۲

۱۳۵- ایضاً، ص ۳۳۲

۱۳۶- ایضاً
۱۳۷- ایضاً، ص ۳۳۹
۱۳۸- ایضاً
۱۳۹- ایضاً
۱۴۰- ایضاً، ص ۳۳۹-۳۴۰
۱۴۱- ایضاً، ۳۵۶
۱۴۲- ایضاً، ۳۵۷
۱۴۳- ایضاً
۱۴۴- ایضاً
۱۴۵- ایضاً، ص ۳۵۷-۳۵۸
۱۴۶- ایضاً، ص ۳۵۸
۱۴۷- ایضاً
۱۴۸- ایضاً، ص ۳۴۲-۳۴۳
۱۴۹- ایضاً، ص ۳۴۳
۱۵۰- ایضاً، ص ۳۴۷
۱۵۱- ایضاً، ص ۳۷۳
۱۵۲- ایضاً، ص ۳۶۵
۱۵۳- ایضاً، ص ۳۶۶
۱۵۴- ایضاً، ص ۳۶۹/ نذیر احمد نقشبندی مجددی: حضرات کرام نقشبندیہ ص ۲۵۰
۱۵۵- ایضاً، ص ۳۷۰/ ایضاً، ص ۲۵۰-۲۵۱
۱۵۶- ایضاً، ص ۳۶۹/ ایضاً، ص ۲۵۰
۱۵۷- ایضاً، ص ۳۷۰
۱۵۸- ایضاً، ص ۳۷۱-۳۷۲/ ایضاً، ص ۲۵۱

۱۵۹- ایضاً، ص ۳۷۲

۱۶۰- ایضاً، ص ۳۷۲-۳۷۳

۱۶۱- ایضاً، ص ۳۹۴-۳۹۵/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۲۳۵/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۷۱- الف/ عبدالحی حسنیؒ: دہلی اور اس کے اطراف، دہلی: ۱۹۵۸ء، ص ۸۴/ مظہر جان جاناں شہیدؒ/ عبدالرزاق قریشی (مرتب): مکاتیب میرزا مظہرؒ، بمبئی، ۱۹۶۶ء، ص ۱۰۳، ۱۱۳، ۱۱۵، بہ بعد/ مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکاتیب (شامل کلمات طیبات)، ۸۰/۶۶

۱۶۲- ایضاً، ۴۲۶/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۲۰۲-ب، ۲۰۳/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۳۴/ خلیق انجم: مرزا مظہر جان جاناںؒ کے خطوط، دہلی: مکتبہ برہان، ۱۹۶۲ء، مکتوب نمبر ۴۴، ص ۱۵۳

۱۶۳- ایضاً، ص ۴۳۰/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۵-ب، ۱۸۶-الف

۱۶۴- ایضاً، ۱۳۹۰-۳۹۴/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۴۷- الف، ۱۵۰- الف/ عبدالحی حسنیؒ: نزہۃ الخواطر، ۶: ۳۲۷، ۷: ۱۱۳/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۲: ۶۴۹/ محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۴۰۷/ رحمٰن علیؒ، مولوی/ محمد ایوب قادریؒ: تذکرہ علمائے ہند، ص ۳۸/ فقیر محمد جہلمیؒ، حدائق الحنفیہ، ص ۴۸۴/ دانشگاہ پنجاب لاہور: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۶/۱۰۳۲-۱۰۳۴/ اللہ دیا چشتیؒ: سیر الاقطاب، لکھنو: نولکشور، ۱۹۱۳ء، ص ۲۳۳-۲۳۴/ فیض محمود، سید/ وزیر الحسن عابدی، سید: تاریخ مسلمانان پاکستان و ہند، جلد ۵، فارسی ادب (۳): ۳۱۳/ بروکلمان، کارل/ عبدالحلیم النجارو

یعقوب بکر (مترجمان): تاریخ الادب العربی، قاہرہ: درالمعارف، ۱۹۶۸ء، ۲: ۸۴۹/ مظہر جانجاناں شہیدؒ/ عبدالرزاق قریشی (مرتب): مکاتیب میرزا مظہرؒ، ص ۱۱، ۱۱۷، ۱۶۵، ۲۲۵، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۲-۲۳۳/ عبدالحی حسنیؒ: دہلی اور اس کے اطراف، ص ۸۴/ صدیق حسن خانؒ، نواب: اتحاف النبلاء، کانپور: مطبع نظامی، ۱۲۸۸ھ، ص ۲۴۰/ مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکاتیب (شامل کلمات طیبات)، ۷۵/ ۶۳/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۶۴۹/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۶/ محمود الحسن عارف: تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ، لاہور: ۱۹۹۵ء/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۲۴۷/ محب اللہ بہاری: مسلم الثبوت، قاہرہ: ۱۳۲۶ھ، ص ۵/ ثناء اللہ پانی پتیؒ، قاضی محمد/ عبدالدائم الجلالی، مولانا (مترجم): تفسیر مظہری، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۸۰ء، جلد ۱: ۳ (عرض ناشر)/ افتخار احمد بلخی، مولانا: تفسیر اور اس کا ارتقاء (مقالہ) مشمولہ سیارہ ڈائجسٹ، لاہور: قرآن نمبر، ۲: ۱۲۵/ زبید احمد، ڈاکٹر/ شاہد حسین رزاقی: عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۱ء، ص ۴۶، ۱۰۲، ۲۷۵/ اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستانی، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء، ص ۱۶، ۲۲، ۳۰، ۴۵، ۶۸، ۶۹، ۳۷۴، ۳۸۶، ۳۹۵، ۴۲۱/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، لاہور: میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۱۹۹۹ء، ص ۸۸، ۲۳۵، ۲۴۲، ۲۵۶/ E.J.Brill: The Encyclopaedia of Islam, Vol 7:938/ Beale: Oriental Biographical Dictoinary,

Madras: 1881A.H, P.236.

۱۶۵- غلام علی دہلویؒ، شاہ/محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص۴۰۵-۴۰۶/ نعیم اللہ بہڑا ایچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۸-ب، ورق ۱۸۹- الف، خلیق انجم: مرزا مظہرؒ کے خطوط، ۲۸/ ۱۲۹-۱۳۰/عبدالحی حسنیؒ، نزھۃ الخواطر ۷:۱۱۵

۱۶۶- غلام علی دہلویؒ، شاہ/محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص۴۳۰

۱۶۷- ایضاً، ص۴۱۴-۴۱۵

۱۶۸- ایضاً، ص ۳۹۶/ نعیم اللہ بہڑا ایچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۷۳-الف/ مظہر جان جاناں شہیدؒ/ عبدالرزاق قریشی (مرتب): مکاتیب میرزا مظہرؒ، ۸۴/۲۱۲

۱۶۹- ایضاً، ص۴۰۹-۴۱۰

۱۷۰- ایضاً، ص۴۲۲-۴۲۳

۱۷۱- ایضاً، ۴۰۸/ محمد احسانؒ، خواجہ/ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: روضۃ القیومیہ، ۱:۳۰۲/ نعیم اللہ بہڑا ایچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۶۹-الف، ۱۹۸-الف۔

۱۷۲- ایضاً، ص۳۹۶

۱۷۳- ایضاً، ص ۴۲۷، ۴۵۸/ نعیم اللہ بہڑا ایچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۵۳، ۲۰۳/ مظہر جان جاناں شہیدؒ/ عبدالرزاق قریشی (مرتب): مکاتیب میرزا مظہرؒ، ص ۱۰۵/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۳۳، ۳۴، ۶۷-۷۰، ۷۲، ۷۴-۷۹، ۸۴، ۹۳، ۱۰۰، ۱۶۳، ۱۷۶، ۱۸۹، ۲۰۴/ خلیق انجم: میرزا مظہر جان جاناںؒ کے خطوط، ص۱۵۱

۱۷۴- ایضاً، ص۴۰۷/ عبدالباقیؒ، میر: مآل الکمال، ورق ۳۸-ب، ۴۰، ۴۱/ نعیم اللہ بہڑا ایچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۷۸-الف/ نعیم اللہ بہڑا ایچیؒ:

معمولات مظہریہ، ص ۱۶۵/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ،ص ۲۳۷

۱۷۵- ایضاً،ص ۴۰۸/ احمد مکیؒ، ابوالخیر: ہدیہ احمدیہ،ص ۲۷۔

۱۷۶- ایضاً،ص ۴۲۶/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۵-الف/ Oxford: Imperial Gazetteer of India, 1990, Vol. 9, p.8-103

۱۷۷- ایضاً،ص ۳۹۷

۱۷۸- ایضاً، ۴۲۹/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۳-الف و ب/ خلیق انجم: میرزا مظہر جان جاناںؒ کے خطوط، ۴۹/ ۱۵۸، ۵۱/ ۱۶۱

۱۷۹- محمد اقبال مجددی: تعلیقات مقامات مظہری، ص ۴۷۲ (حاشیہ ۱۳۵)/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، ۱۹۲/ ۲۶۲

۱۸۰- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۴۲۶

۱۸۱- ایضاً، ص ۳۹۶، ۴۳۷/ مظہر جان جان شہیدؒ/ عبدالرزاق قریشی (مرتب): مکاتیب میرزا مظہرؒ، ۱۳۲/ ۱۹۲، ۲۳۱ (حاشیہ ۱)

۱۸۲- ایضاً،ص ۴۳۰/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۸۱۵-ب

۱۸۳- ایضاً،ص ۴۱۲-۴۱۳/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ ورق ۱۸۲-ب/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، ۹۴-۹۸، ۲۵۵

۱۸۴- ایضاً، ص ۳۹۷-۳۹۹/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۱:۶۸۹/ عبدالحی حسنیؒ: نزہۃ الخواطر، ۷:۳۳۸/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ ورق ۱۹۰-الف

۱۸۵- ایضاً،ص ۴۰۲/ خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، ص ۲۵۵/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۲۰۱-ب، ۲۰۲-الف

۱۸۶- ایضاً،ص ۴۲۵/ خلیق انجم: میرزا مظہر جان جاناںؒ کے خطوط، ۸۹/ ۲۱۷

۱۸۷- ایضاً، ص ۴۱۹-۴۲۰/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۹۸-الف، ۱۹۸ب، ۱۹۹-الف

۱۸۸- ایضاً، ص ۴۲۷

۱۸۹- ایضاً، ص ۴۱۶-۴۱۹/ عبدالحی حسنیؒ: نزھۃ الخواطر، ۹۷:۵، ۲۱۵:۶-۲۱۶/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ۱۹۲-الف، ۱۹۳-الف، ۱۹۴-الف/ رحمٰن علیؒ، مولوی/ محمد ایوب قادریؒ: تذکرہ علمائے ہند، ص ۳۷۱/ خلیق انجم: میرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ/ عبدالرزاق قریشی: مکاتیب میرزا مظہرؒ، ۳۰/ ۴۱/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، ۳۶۶:۴/ خورشید حسن بجنوری: مخزن برکت، لکھنو: ۱۳۰۹ھ، ص ۸۸-۹۲۔

۱۹۰- ایضاً، ص ۳۹۴/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۷۰-الف

۱۹۱- ایضاً، ص ۴۱۵-۴۱۶/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: معمولات مظہریہ ص ۱۴۶/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۴-الف

۱۹۲- ایضاً، ص ۴۱۰-۴۱۱/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، ۸۷-۸۸/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۹۴-الف/ خلیق انجم: میرزا مظہر جان جاناںؒ کے خطوط، ص ۱۷۶، ۲۱۷

۱۹۳- ایضاً، ص ۴۰۰-۴۰۲/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۶۸۸:۱/ خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، ص ۲۵۵/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، ۷۹، ۸۰، ۱۱۷، ۱۹۵، ۹۲/ ۲۵۹/ مظہر جان جاناں شہیدؒ/ عبدالرزاق قریشی (مرتب): مکاتیب میرزا مظہرؒ، ص ۱۷/ خلیق انجم: میرزا مظہر جان جاناںؒ کے خطوط، ص ۲۱۷

۱۹۴- ایضاً، ص ۴۰۷/ نعیم اللہ بہڑائچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۲-الف،

۱۹۰-ب، ۱۹۱-ب/ نعیم اللہ بہڑا ئچیؒ: معمولات مظہریہ، ص۲

۱۹۵- ایضاً، ص ۴۱۳

۱۹۶- ایضاً، ص ۴۲۴-۴۲۵/ نعیم اللہ بہڑا ئچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۶-الف

۱۹۷- ایضاً، ص ۴۰۸-۴۰۹/ خلیق انجم: میرزا مظہر جان جاناںؒ کے خطوط، ۳۲/ ۲۳۶/ نعیم اللہ بہڑا ئچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۲۰۱-الف

۱۹۸- ایضاً، ص ۴۱۰/ نعیم اللہ بہڑا ئچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۵-الف

۱۹۹- ایضاً، ص ۴۲۴/ مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکاتیب (شامل کلمات طیبات)، مکتوب نمبر ۳/ نعیم اللہ بہڑا ئچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۲۰۱-الف/ عبدالنبی قریشی، مولانا: تذکرۃ المحبوب، قلمی مخطوطہ مخزونہ کتب خانہ جناب راجہ نور محمد نظامی، بھوئی گاڑ، ضلع اٹک/ محمد دین مکھڈی، مولانا: تذکرۃ الولی، مکھڈ: مہر تاباں، س۔ن/ اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): تذکرہ علمائے پنجاب ۲: ۷۰۰-۷۰۱ ایضاً، ص ۴۱۳-۴۱۴

۲۰۰- ایضاً، ص ۴۱۳-۴۱۴

۲۰۱- ایضاً، ص ۴۲۱-۴۲۲/ عبدالرحمٰن سلہٹی: سیف الابرار، استنبول: ۱۹۷۷ء، ص ۶۵-۶۶، ۶۷/ خلیق انجم: میرزا مظہر جان جاناںؒ کے خطوط، مکتوب ۵۳، ص ۱۶۳/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۱۱۲

۲۰۲- ایضاً، ص ۳۹۶-۳۹۷/ محمد اقبال مجددی: تعلیقات مقامات مظہری، ص ۴۳۹ (حاشیہ ۳۲، بحوالہ مقامات مظہری، فارسی، ص ۶۷، حاشیہ)/ نعیم اللہ بہڑا ئچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۷۶- الف، ۱۷۶- ب، ۱۷۷- الف/ خلیق انجم: میرزا مظہر جان جاناںؒ کے خطوط، ص ۱۳۹/

مظہر جان جاناں شہید/عبدالرزاق قریشی: مکاتیب میرزا مظہرؒ، ۵/۶

۲۰۳- ایضاً، ص ۴۱۱-۴۱۲/ خلیق انجم: میرزا مظہر جان جاناںؒ کے خطوط، ۵۶/ ۱۶۷-۱۶۸

۲۰۴- ایضاً، ص ۴۰۳/ نعیم اللہ بہڑا ایچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۹۱-ب/ خلیق انجم: میرزا مظہر جان جاناںؒ کے خطوط، ۳۰/ ۱۳۲

۲۰۵- ایضاً، ص ۴۲۴/ نعیم اللہ بہڑا ایچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۶-الف

۲۰۶- ایضاً، ص ۳۹۹-۴۰۰/ محمد ایوب قادریؒ، ڈاکٹر: اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۸ء ص ۳۰-۴۲/ نعیم اللہ بہڑا ایچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۹۹-ب، ۲۰۰-الف/ مراد اللہ عرف غلام کاکیؒ: تفسیر مرادیہ، بمبئی: مطبع کریمی، ۱۳۱۰ھ/ نعیم اللہ بہڑا ایچیؒ: معمولات مظہریہ، ص ۱۰۹/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، ۸۳/ محبوب رضوی، سید: قرآن مجید کا ایک قدیم اُردو ترجمہ (مقالہ)، ماہنامہ برہان، دہلی: جون ۱۹۸۷ء، ص ۳۲۵-۳۴۷/ قیام الدین، ڈاکٹر: ہندوستان میں وہابی تحریک، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۰ء، ص ۳۰۵

۲۰۷- ایضاً، ص ۳۸۹-۳۹۰/ نعیم اللہ بہڑا ایچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۷-ب/ مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکاتیب (شامل کلمات طیبات)، ۲۴/ ۳۹

۲۰۸- ایضاً، ص ۴۲۹/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، ۲۷، ۳۰، ۴۰/ نعیم اللہ بہڑا ایچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۵-الف

۲۰۹- ایضاً، ص ۲۵۱/ محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۳۰/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا: ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۸۹-۹۰ (حاشیہ)/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ

مظہریہ، ۳۷/ ۸۵/ مظہر جان جاناں شہیدؒ/ عبدالرزاق قریشی (مرتب): مکاتیب میرزا مظہرؒ، ص۲۱۲

۲۱۰- ایضاً، ص۴۲۰-۴۲۱/ نعیم اللہ بہڑا یچیؒ: معمولات مظہریہ، ص۳، ۵/ نعیم اللہ بہڑا یچیؒ: رسالہ دراحوال خود، مخزونہ انڈیا آفس لائبریری، لندن/ نعیم اللہ بہڑا یچیؒ: انفاس الاکابر و انوار الضمائر، ص۲/ ابوالحسن سید: آئینہ اودھ، کانپور: مطبع نظامی، ۱۳۰۵ھ، ص ۱۳۵/ نعیم اللہ بہڑا یچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۷-الف/ محمد اقبال مجددی: تعلیقات مقامات مظہریہ، ص۴۶۳

۲۱۱- ایضاً، ص ۴۲۸/ نعیم اللہ بہڑا یچیؒ: بشارات مظہریہ، ورق ۲۰۴-الف/ نیز دیکھیے: غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، ص۱۵، ۱۶، ۲۴۲



باب چہارم:

احوال ومناقب قطب فلک الارشاد

غوث الاقطاب والاوتاد، مظہر کمالات خفی وجلی

حضرت شاہ عبداللہ المشتہر بہ شاہ غلام علی دہلویؒ

(۱۱۵۶ھ-۱۲۴۰ھ/۱۷۴۳ء-۱۸۲۴ء)

خاک نشینی است سلیمانیم
نیک بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش
کہنہ نشد خلعت عریانیم

مفلسانیم درکوئے تو
شیئً لِلّٰہِ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفرین بر دست و بر بازوئے تو

وفدت علی الکریم بغیر زاد
من الحسنات والقلب السلیم
فحمل الزاد اقبح کل شئ
اذا کان الوفود علی الکریم

مظہر کمالات خفی وجلی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حسب ونسب مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ برگزیدہ عصر اور صاحب مرتاض ومجاہدہ تھے۔ آپ کی ولادت مبارک سے پہلے آپ کے والد بزرگوار کو خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا۔

آپ حافظ قرآن تھے اور قرأت پر بھی خوب ملکہ تھا۔ وقت کے معروف اساتذہ سے کسب علوم ظاہری کیا۔ حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) سے حاصل کی۔ بائیس برس کی عمر میں قاصد غیبی نے حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) کی خدمت میں پہنچایا۔ بیعت کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا: ''جہاں ذوق وشوق پاؤ وہاں بیعت کرو، یہاں تو بغیر نمک پتھر چاٹنا ہوگا''۔ عرض کیا: ''مجھے یہی منظور ہے''۔ حضرت مظہرؒ نے فرمایا: ''تو مبارک ہو'' اور بیعت فرمالیا۔ پندرہ برس تک پیر ومرشد کی خدمت مبارک میں رہ کر زہد ومجاہدہ اور ریاضت کی کٹھن منازل طے کیں اور بفضل الٰہی اجازت مطلقہ اور بشارت ضمنیت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد ان کے جانشین معظم بنے اور طالبان حق اور خستگان راہ طریقت کے رہنما اور ملجا وماوی ٹھہرے اور پھر آپ کی ذات فیض آیات سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا فیض چار دانگ عالم میں ہر سو پھیل گیا۔ روم، شام، بغداد، مصر، چین اور حبش سے مستان الست خانقاہ مظہریہ شریف کے بقعہ نور کی زیارت کو دوڑ پڑے۔

قریب کے ملکوں اور شہروں کا کیا کہنا؟ شبہ قارہ پاکستان و ہندوستان، افغانستان اور بلخ و بخارا کے طالبین ٹڈی دل کی طرح اُمڈ آتے تھے۔ خانقاہ مظہریہ شریف پر آپ کے ہاں پانچ سو کے قریب طالبان حق کا مجمع ہوتا، جن کی رہائش، لباس اور خورد و نوش آپ کے ذمے تھی اور سب کام توکل الٰہی پر جاری تھا۔

آپ کو سلسلہ مجددیہ کا مجدد بلکہ تیرہویں صدی ہجری میں سلوک الی اللہ اور تزکیہ و احسان کا مجدد کہا جاتا تھا۔ آپ پر عجم و عرب کے طالبان حق پروانوں کی مانند گرتے تھے، ہندوستان کا کوئی ایسا شہر نہیں تھا، جس میں آپ کا خلیفہ مجاز نہ رہتا ہو، صرف ایک شہر انبالہ میں آپ کے پچاس خلفا موجود تھے۔

سینکڑوں علماء و صلحاء دور و دراز کے ممالک سے کشاں کشاں آپ کی خدمت میں خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف میں آ پہنچے۔ جن میں بعض ایسے تھے جن کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خواب میں حکم فرمایا تھا۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت میں بہت محنت و ریاضت فرمائی اور سچ تو یہ کہ جس قدر فیض سلسلہ آپ کی زندگی مبارک میں آپ سے جاری ہوا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کی اسی شہرت تامہ و عامہ کے ثبوت میں آپ کے خلیفہ نامدار حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) نے اپنے قصیدہ میں کہا تھا:

خبر از من دہید آن شاہ خوباں را بہ پنہانی
کہ عالم زندہ شد بار دگر از ابر نیسانی

اس باب میں انہی نابغۂ روزگار، مظہر کمالات خفی و جلی شیخ و مرشد اور آپ کے خلفائے عظام کے احوال و مناقب درج ہیں۔

فصل اوّل:

ولادت باسعادت تا اجازت مطلقہ و جانشینی

حسب ونسب شریف

آپ کا حسب ونسب شریف حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ برگزیدہ عصر اور صاحب مرتاض ومجاہدہ تھے۔ وہ اُبلے ہوئے کریلے کھاتے اور صحرا میں جا کر ذکر جہر کرتے تھے، چالیس روز تک مطلق نہیں سوئے اور رات کو بہت کم کھاتے تھے اور مہینوں جنگل کے پتوں پر قناعت فرماتے تھے۔ غرور نفس (کے خطرہ) سے روزے کی نیت بھی نہیں کرتے تھے اور وہ حضرت پیر ناصر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۴ھ/ ۱۷۱۱ء) کے مرید تھے۔ حضرت شاہ عبداللطیفؒ اور ان کے پیر ومرشد کا مزار دہلی شریف میں جیش پورہ، عقب عیدگاہ محمد شاہی میں واقع ہے۔[۱]

حضرت شاہ عبداللطیفؒ بٹالہ (پنجاب) کے باشندے تھے اور قادری، چشتی اور شطاری نسبتوں سے فیض یافتہ تھے۔ وہ اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں حاضری کے لیے دہلی شریف میں مقیم ہو گئے تھے۔ حضرت شاہ فاضل الدین قادری بٹالویؒ سے بھی ان کی رشتہ داری تھی۔ اس خاندان کے ایک صاحب سید حسن شاہؒ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پایا تھا۔ انہوں نے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کو ''خالِ محترم'' لکھا ہے۔[۲]

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت مبارک ۱۱۵۶ھ/ ۱۷۴۳ء بٹالہ میں ہوئی۔ حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) نے تاریخ ولادت ''مظہر جود'' سے ۱۱۵۸ھ/ ۱۷۴۵ء نقل کی ہے اور بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی اسے نقل کیا ہے۔[۳]

آپ کی ولادت مبارک سے پہلے آپ کے والد بزرگوار کو خواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ہوئی کہ فرماتے ہیں: ''اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا''۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی ولادت کے بعد آپ کا نام مبارک ''علی'' رکھا۔ جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو خود کو ادباً ''غلام علیؓ'' کہلوایا۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا، جنہوں نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کا نام عبدالقادر رکھنا۔ آپ کے چچا بزرگوار جو ایک بزرگ شخصیت تھے اور انہوں ایک ماہ میں قرآن حفظ کیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کا نام ''عبداللہ'' رکھا۔ آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام ''فقیر عبداللہ عرف غلام علی لکھتے تھے لیکن خاص و عام میں آپ کی شہرت ''حضرت شاہ غلام علی دہلوی'' کے نام گرامی سے ہے۔[۴]

تعلیم و تربیت

آپ حافظ قرآن تھے اور تحقیق قرأت بھی بہت خوب تھی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں، قیاس ہے کہ بٹالہ ہی میں ہوئی ہوگی، کیونکہ آپ سولہ برس کی عمر تک یہی رہے۔ آپ کے والد ماجد دہلی شریف میں رہا کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کو وہاں اپنے پیر و مرشد حضرت ناصر الدین قادریؒ، جو کہ حضرت خضر علیہ السلام کے ہم صحبت تھے، سے بیعت کرانے کے لیے بلا بھیجا، لیکن وہاں سے فیض آپ کے مقدر میں نہ تھا، لہٰذا جب آپ بروز ہفتہ ۱۱ رجب ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۱ء کو دہلی شریف پہنچے تو اتفاق سے اسی شب حضرت شاہ ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے۔[۵]

آپ کے والد ماجد نے فرمایا: ''میں نے تو تمہیں ان سے بیعت کے لیے طلب کیا تھا لیکن خدا کی مرضی یہ نہیں تھی، اب تم جہاں اپنا فائدہ دیکھو اور جس جگہ تمہیں قلبی اطمینان ہو وہاں بیعت ہو جاؤ''۔[۶]

۱۱۷۴ھ سے ۱۱۷۸ھ تک آپ چار سال دہلی شریف ہی میں حصول علم میں مصروف رہے۔ اسی دوران آپ نے حضرت شاہ ضیاء اللہؒ اور حضرت شاہ عبدالعدلؒ، خلفائے حضرت

خواجہ محمد زبیر سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۱ھ/ ۱۷۳۹ء)، خواجہ میر درد (م ۱۷۸۵ء/ ۱۱۹۹ھ)، حضرت شاہ فخر الدین (م ۱۷۸۴ء/ ۱۱۹۹ھ)، حضرت شاہ ناتوؒ اور حضرت شاہ غلام سادات چشتیؒ سے بھی استفادہ کیا۔ [۷]

آپ نے ان حضرات سے تفسیر و حدیث کا علم حاصل کیا۔ حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) سے لی اور انہی سے بخاری شریف پڑھی اور اپنے پیر و مرشد سے بھی حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ [۸]

بیعت طریقت

۱۱۸۰ھ/ ۱۷۶۷ء میں جب کہ آپ کی عمر بائیس سال تھی۔ آپ حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کی خدمت مبارک میں خانقاہ مظہریہ شریف وارد ہوئے اور بیعت کے لیے درخواست کی۔ اس پر حضرت مظہرؒ نے فرمایا: ''جہاں ذوق و شوق پاؤ، وہاں بیعت کرو، یہاں تو بغیر نمک کے پتھر چاٹنا ہوگا''۔ آپ نے عرض کی: ''مجھے یہی منظور ہے''۔ حضرت نے فرمایا: ''تو مبارک ہو'' اور پھر آپ کو بیعت فرمالیا۔ حضرت مظہرؒ نے آپ کو سلسلہ قادریہ میں بیعت فرمایا اور تلقین طریقہ نقشبندیہ مجددیہ فرمایا۔ بعدازاں آپ شب و روز ذکر و عبادت میں مصروف ہوگئے اور پندرہ سال تک پیر و مرشد کے ذکر و مراقبہ کے حلقہ میں شرکت کرتے رہے۔ [۹]

ریاضت و مجاہدت

(ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ جب میں نے طریقت میں قدم رکھا تو) ابتداء میں مجھے معاش کی بہت تنگی تھی، جو کچھ تھا وہ بھی چھوڑ کر توکل اختیار کرلیا۔ ایک پرانا بوری بستر اور اینٹ کا سرہانہ بنالیا۔ ایک مرتبہ شدت ضعف سے میں نے ایک حجرہ میں داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا کہ یہی میری قبر ہے، اس ذات پاک نے کسی کے ہاتھ فتوح بھیجی۔

اب پچاس سال سے میں اسی گوشہ قناعت میں بیٹھا ہوں۔ [۱۰]

کثرت فتوحات

ایک دفعہ آپ نے دروازہ بند کرلیا کہ اگر میں مروں گا تو اسی حجرہ میں، آخر اللہ تعالیٰ کی مدد آ پہنچی۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ دروازہ کھولیں، آپ نے نہ کھولا تو اس نے پھر کہا کہ مجھے آپ سے کچھ کام ہے (دروازہ) کھولو۔ آپ نے پھر بھی دروازہ نہ کھولا، وہ کچھ روپے (بذریعہ) شگاف اندر پھینک کر چلا گیا۔ پس اسی دن سے فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔[۱۱]

اجازت مطلقہ و بشارت ضمنیت

بیعت طریقت کے بعد آپ پندرہ برس تک پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر زہد و مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے۔ حلقہ ذکر اور مراقبہ میں شریک رہ کر فیوض و برکات حاصل کیے اور بالآخر اجازت مطلقہ اور بشارت ضمنیت کا شرف پایا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ شروع میں مجھے تردد ہوا کہ اگر میں طریقہ نقشبندیہ میں شغل اختیار کروں تو کہیں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ناراض ہونے کا باعث نہ ہو، اسی اثنا میں ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان میں حضرت غوث الاعظمؒ تشریف رکھتے ہیں اور اس کے سامنے ایک اور مکان ہے، وہاں حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز ہیں۔ میں نے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا تو حضرت غوث الاعظمؒ فرمانے لگے: "خدا کی مرضی یہی ہے، جاؤ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔"[۱۲]

جانشینی خانقاہ مظہریہ شریف

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) کے بعد ان کے جانشین ہوئے اور طالبان خدا کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے۔ اگرچہ آپ نے بیعت سلسلہ قادریہ میں کی تھی لیکن سب سلاسل کی اجازت سے مشرف ہوئے، لہٰذا آپ نے ذکر و اذکار و اشغال، طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں جاری کیا اور اسی طریقہ پاک کی اشاعت و ترویج فرمائی۔[۱۳]

اشاعت وترویج سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

تیرہویں صدی کے مجدد:

آپ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور صاحب ارشاد بنے اور تلقین وارشاد سلسلہ اپنے پیرو مرشد کے روبرو جاری فرمایا۔

آپ کا اپنے زمانے میں اتنا شہرہ تھا کہ عقیدتمند آپ کو تیرہویں صدی کا مجدد کہتے تھے اور اگر اس روحانی انقلاب کا اندازہ کریں جو خلیفہ راشد حضرت خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) کی بدولت بلادِ ترکی، شام، روم وعراق اور کردستان میں ہوا تو یہ اظہار عقیدت بالکل سچ دکھائی دیتا ہے۔ ہندوستان میں بھی آپ کا بڑا اثر واقتدار تھا اور دہلی شریف میں آپ کی خانقاہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے مدرسے کا مدمقابل سمجھی جاتی تھی۔ ایک میں ولی اللہی طریقے کی میانہ روی اور علم وعرفان تھا اور دوسرے میں مجددی مشرب کا احیائی ذوق وشوق اور متشرع تصوف تھا۔[۱۴]

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی عالمگیر اشاعت

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی عالمگیر اشاعت آپ کے لیے مقدر تھی، آپ کو سلسلہ مجددیہ کا مجدد بلکہ تیرہویں صدی ہجری میں سلوک الی اللہ اور تزکیہ واحسان (جس کا معروف نام تصوف ہے) کا مجدد کہنا صحیح ہوگا، جن پر عجم وعرب کے طالبین نے پروانوں کی طرح ہجوم کیا۔ ہندوستان کا کوئی شہر ایسا نہ ہوگا، جہاں آپ کا کوئی خلیفہ نہ ہو، صرف ایک انبالہ شہر میں آپ کے پچاس خلفائے عظام موجود تھے۔ بقول سرسید احمد خان:

> "آپ کی ذات فیض آیات سے تمام جہاں میں فیض پھیلا اور ملکوں ملکوں کے لوگوں نے آ کر بیعت کی۔ آپ کی خانقاہ شریف میں روم، شام، بغداد، مصر، چین اور حبش کے لوگ حاضر خدمت ہو کر بیعت ہوئے اور انہوں نے خانقاہ مظہریہ شریف کی خدمت کو سعادت ابدی

سمجھا اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان، پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دل کی طرح امنڈتے تھے، آپ کی خانقاہ شریف میں پانچ سو فقیر سے کم نہیں رہتا تھا اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا اور باوجودیکہ کہیں سے ایک حبہ مقرر نہ تھا، اللہ تعالیٰ غیب سے کام چلاتا تھا"۔[۱۵]

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) نے ایک روز کے طالبین میں سمرقند، بخارا، غزنی، تاشقند، حصار، قندھار، کابل، پشاور، کشمیر، ملتان، لاہور، سرہند، امروہہ، سنبھل، رام پور، بریلی، لکھنو، جائس، بہرائچ، گورکھپور، عظیم آباد، ڈھاکہ، حیدر آباد اور پونا وغیرہ کے نام لکھے ہیں جو ۲۸ جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۲۷-اپریل ۱۸۱۶ء کو خانقاہ مظہریہ شریف میں آپ کی خدمت میں استفادہ کے لیے حاضر تھے۔[۱۶]

آپ کے اس فیض عام کو دیکھ کر آپ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) کا یہ فارسی شعر بالکل واقعہ کی تصویر ہے:

خبر از من دھید آن شاہ خوباں را بہ پنہانی
کہ عالم زندہ شد بار دگر از ابر نیسانی[۱۷]

درویش و مرید نوازی

آپ کی فیاضی اور سخاوت اس قدر تھی کہ کبھی سائل کو محروم نہیں فرمایا، جو اس نے مانگا وہی دیا۔ جو چیز عمدہ اور تحفہ آپ کے پاس آتی اس کو بیچ کر فقرا پر صرف کرتے اور جیسا گاڑھا موٹا کپڑا تمام فقیروں کو میسر ہوتا، ویسا ہی آپ بھی پہنتے اور جو کھانا سب کو میسر ہوتا وہی آپ کھاتے۔[۱۸]

فضل الٰہی کی یاری

سینکڑوں علماء اور صلحاء دور دراز کے ممالک سے آپ کی خدمت میں حصول فیض و اخذ

طریقہ کے لیے حاضر ہوئے، ان میں سے بعض تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں حکم دینے سے خدمت میں پہنچے، مثلاً حضرت مولانا خالد رومی، حضرت شیخ احمد کردی اور حضرت سید اسماعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہم اور بعض نے بزرگوں کے شوق دلانے سے بیعت کی تھی، مثلاً حضرت مولانا جان محمد رحمۃ اللہ علیہ اور بعض نے آپ کو خواب میں دیکھا تو حاضر خدمت ہو گئے۔[19]

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت اور ترویج و ترقی میں بہت محنت و ریاضت فرمائی اور آخر کار آپ سے اس قدر فیض آپ کی زندگی مبارک میں جاری ہوا کہ شاید ہی کسی شیخ سے جاری ہوا ہو۔ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) نے اپنی کتاب ''ملفوظات شریفہ شاہ غلام علی دہلویؒ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز میں عصر کے بعد حاضر تھا، حضرت شاہ (غلام علی دہلوی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہمارا فیض دور دور پہنچ گیا ہے، مکہ مکرمہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے، مدینہ منورہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے، بغداد شریف، روم اور مراکش میں ہمارا حلقہ جاری ہے اور (پھر) مسکرا کر فرمایا کہ بخارا تو ہمارے باپ کا گھر ہی ہے۔''[20]



فصل سوّم:

عبادات وریاضات اور معمولات مبارک

نمازِ تہجد و تلاوت قرآن مجید:

آپ بہت کم سوتے تھے، اگر تہجد کے وقت لوگوں کو خواب غفلت میں پاتے تو انھیں بیدار کرتے تھے۔ خود تہجد کی نماز پڑھتے اور پھر مراقبہ اور تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو جاتے اور روزانہ دس پارے پڑھتے، مگر ضعف کی حالت میں کم کر دیتے تھے۔ [۲۱]

حلقہ و مراقبہ:

صبح کی نماز اوّل وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کر کے اشراق تک حلقہ و مراقبہ ہوتا۔ لوگوں کی کثرت کے سبب حلقہ ایک سے زیادہ مرتبہ کرتے۔ پہلے لوگ چلے جاتے اور ان کی جگہ دوسرے بیٹھتے۔ [۲۲]

درس حدیث و تفسیر:

اس کے بعد آپ طالبوں کو حدیث اور تفسیر کا درس دیتے۔ [۲۳]

زائرین کے ساتھ حسن سلوک

جو کوئی بھی آپ سے ملاقات کے لیے آتا، اسے تھوڑا وقت دے کر رخصت کر دیتے اور معذرت کرتے کہ فقیر ان دنوں فکر گور میں مصروف ہے اور اسے مٹھائی یا تحفہ بھی دیتے۔ [۲۴]

نواب محمد میر خان جو کہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۱/ ۱۱۶۶ء) کی اولاد امجاد اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے نواسے تھے اور آپ اسی بزرگی کی وجہ سے ان کی بہت عزت کرتے تھے، وہ آ کر تھوڑی دیر بیٹھتے تو آپ عذر

فرما کر رخصت کر دیتے۔ غلبہ محبت کی وجہ سے ان کا دل اٹھنے کو نہ چاہتا تو آپ اپنے خادم سے فرماتے کہ مکان کی چابیاں لا کر نواب صاحب کی نذر کرو کہ وہ تو اٹھتے نہیں، ہم مکان ان کی نذر کر کے خود ہی چلے جاتے ہیں، یہ سن کر وہ فوراً اٹھ جاتے۔[۲۵]

امراء کے گھروں کے کھانے اور نقدی کا استعمال

زوال کے قریب آپ تھوڑا سا کھانا کھاتے۔ امراء کے گھروں کا مکلف کھانا جو آپ کے لیے اکثر آتا تھا، خود بھی نہ کھاتے، بلکہ اسے طالبوں کے لیے بھی مکروہ خیال فرماتے، مگر اپنے ہمسایوں اور اس شہر میں اگر کوئی نووارد ہوتا تو ان میں تقسیم کر دیتے اور کبھی دیگوں کو کھلا چھوڑ دیتے کہ جو چاہے کھانا لے جائے۔ البتہ اگر کوئی نقد رقم بھیجتا اور اس پر کوئی شبہ نہ ہوتا تو سال گزرنے سے پہلے اس میں سے چالیسواں حصہ نکال لیتے، جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) کے نزدیک بشرط وجود نصاب زکوٰۃ جائز ہے۔ کیونکہ فرض کا صدقہ نفلی صدقہ سے زیادہ ثواب کا موجب ہے۔[۲۶]

نیاز تقسیم فرمانا

پھر اپنے پیران عظام خصوصاً حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کی نیاز کے لیے حلوا وغیرہ تیار کروا کر فقراء میں تقسیم کرتے اور اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز بھی دیتے۔[۲۷]

فقراء اور حاجتمندوں کی مدد

آپ وہ قرض بھی ادا کرتے جو خانقاہ شریف کے فقراء پر خرچ ہوتا، جو کوئی بھی حاجتمند آتا، اسے رقم دے دیتے اور کبھی کوئی شخص بغیر اطلاع کے بھی لے جاتا تو اسے لیتے ہوئے دیکھنے کے باوجود چشم پوشی فرماتے ہوئے اپنا چہرہ مبارک دوسری طرف کر لیتے تھے۔[۲۸]

کتاب چور پر ترحم وشفقت

بعض لوگ آپ کی کتابیں چرا کر لے جاتے اور وہی بیچنے کے لیے آپ کے پاس لے آتے تو آپ اس کتاب کی تعریف فرماتے اور اس کی قیمت دے دیتے۔ اگر اشارتاً کوئی کہتا کہ حضرت یہ کتاب تو آپ ہی کے کتب خانے کی ہے اور اس پر مہر علامت بھی موجود ہے تو آپ ناراض ہو کر منع فرماتے اور کہتے کہ صاحب ایک کاتب کئی کتابیں لکھتا ہے۔ [۲۹]

قیلولہ:

آپ دوپہر کا کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے۔ [۳۰]

مطالعہ کتب ودرس وتدریس:

پھر دینی کتب مثلاً نفحات الانس اور آداب المریدین وغیرہما کا مطالعہ اور ضروری تحریرات میں مشغول ہو جاتے۔ نماز (ظہر) ادا کرنے کے بعد تفسیر وحدیث کا درس دیتے۔ عصر کی نماز پڑھتے اور پھر حدیث اور تصوف کی کتابیں پڑھاتے، مثلاً مکتوبات امام ربانیؒ، عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ۔ [۳۱]

حلقہ ذکر وتوجہ:

اسی طرح شام تک حلقہ ذکر اور توجہ میں مشغول رہتے۔ شام کی نماز کے بعد خاص مریدوں کو توجہ دیتے۔ [۳۲]

رات کا کھانا اور معمولات:

رات کا کھانا کھا کر عشاء کی نماز پڑھتے۔ رات اکثر بیٹھ کر ذکر اور مراقبہ میں گزار دیتے۔ اگر نیند کا زیادہ غلبہ ہوتا تو مصلے پر ہی دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔ کبھی چارپائی پر بھی سوتے تھے۔ [۳۳]

مراقبہ میں بیٹھنے کا انداز مبارک:

آپ نے پاؤں مبارک کبھی دراز نہیں فرمائے، اکثر احتیاط کے طور پر اس حالت میں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور اولیائے کرام مثلاً حضرت حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے، مراقبہ میں بیٹھتے تھے اور بہت زیادہ حیا کی وجہ سے پاؤں مبارک بہت کم پھیلاتے تھے، یہاں تک کہ وفات بھی اسی حالت میں ہوئی۔ [۳۴]

فتوح:

جو فتوح (نذر و نیاز) آتی تھی، آپ اسے فقرا میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ [۳۵]

لباس مبارک:

آپ خود موٹا لباس پہنتے تھے۔ اگر کوئی نفیس لباس بھیجتا تو اسے بیچ کر کئی کپڑے خریدتے اور انھیں صدقہ میں دے دیتے تھے اور اسی طرح دوسری چیزوں کے بارے میں بھی کرتے، تاکہ ایک کی بجائے زیادہ لوگ پہن لیں تو بہتر ہے۔ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اکثر یہی عادت مبارک تھی کہ آپ موٹا لباس زیب تن فرماتے تھے، چنانچہ بخاری و مسلم میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک موٹی اور تہبند شریف بوسیدہ تھا، نیز فرمایا کہ اسی لباس مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔ [۳۶]

سخاوت:

آپ اعلیٰ درجے کے سخی تھے۔ یہ سخاوت خفیہ طور پر کرنا بہت پسند تھا۔ حلقہ کے وقت بھی لوگوں کو دیتے تھے۔ [۳۷]

حیاداری:

آپ پر حیا اس قدر غالب تھی کہ لوگوں کی شکل دیکھنا تو درکنار کبھی اپنا چہرہ مبارک بھی آئینہ میں نہیں دیکھا تھا۔ [۳۸]

مومنوں پر شفقت:

آپ مومنوں پر اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ اکثر رات کو ان کے حق میں دعا فرماتے تھے۔[۳۹]

ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک:

حکیم قدرت اللہ خان جو کہ آپ کا ہمسایہ تھا اور اکثر آپ کی غیبت میں اپنا وقت صرف کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی وجہ سے قید ہو گیا۔ آپ نے اس کی رہائی کے لیے بے حد کوشش فرمائی۔[۴۰]

آپ کی مجلس کا انداز مبارک:

آپ کی مجلس شریف میں دنیا کا ذکر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی امراء یا فقراء کا ذکر ہوتا، گویا یہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ/ ۷۷۷ء) کی مجلس تھی۔[۴۱]

غیبت اور آپ:

اگر کوئی آپ کی غیبت کرتا تو فرماتے واقعی برائی مجھ میں ہے۔[۴۲]

غیبت سے نفرت:

کسی نے شاہ عالم بادشاہ (م ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء) کی برائی (غیبت) بیان کی۔ آپ روزے سے تھے، فرمایا: ''افسوس کہ روزہ جاتا رہا''۔ کسی نے عرض کی کہ حضرت آپ نے کسی کی غیبت تو نہیں کی۔ آپ نے فرمایا: ''صاحب اگرچہ میں نے ایسا نہیں کیا، لیکن میں نے سنا ہے کہ غیبت کرنے والا اور سننے والا برابر ہوتے ہیں۔''[۴۳]

امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر آپ کا شیوہ تھا۔ بادشاہ کا سخت احتساب کرتے تھے اور اس باب میں آپ کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا تھا۔ وہ مکتوب جس میں آپ نے اکبر شاہ ثانی (۱۸۰۶-۱۸۳۷ء) کا احتساب کیا ہے، وہ آپ کے مکاتیب شریفہ (مرتبہ شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) میں (ص ۴۴ پر) شامل ہے۔[۴۴]

جامع مسجد، دہلی شریف سے تصاویر نکلوانا:

حضرت سید اسماعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ ہی کے حکم سے جامع مسجد، دہلی شریف میں موجود آثار نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کے لیے گئے اور واپس آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگرچہ وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات محسوس ہوتی ہیں، لیکن وہاں کفر کی ظلمت بھی موجود ہے۔ اس کی تحقیق کروائی گئی تو وہاں بعض اکابر کی تصویروں کی موجودگی کا علم ہوا۔ آپ نے اس سلسلے میں بادشاہ کو لکھا تو وہ تصویریں وہاں سے باہر نکال دی گئیں۔ [۴۵]

انداز احتساب:

بندیل کھنڈ کا رئیس نواب شمشیر بہادر ایک مرتبہ ہیٹ پہنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ غصے میں آ گئے اور اسے منع فرمانے لگے۔ اس نے عرض کی کہ اگر یہی احتساب ہے تو پھر نہیں آؤں گا۔ آپ نے فرمایا: ''خدا تمہیں ہمارے ہاں نہ لائے۔'' وہ غصے میں بھرا ہوا اُٹھا اور دالان کے چبوترہ کی سیڑھیوں تک جا کر اپنی ہیٹ خادم کو دے کر پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور بیعت کی اور بعد ازاں آپ کے مخلصین میں شامل رہا۔ [۴۶]

اسلوب اصلاح:

میر اکبر علی کہتے ہیں کہ میرے چچا نے ڈاڑھی نہیں رکھی ہوئی تھی، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھا اور نرمی سے فرمایا کہ عجب ہے کہ میر صاحب کی ڈاڑھی نہیں ہے، پھر خندہ پیشانی سے فرمایا کہ اسلام میں جو کچھ ہے، وہ آپ ہی کے خاندان سے ہے، ہم تو آپ کے گماشتے ہیں۔ آخر کار وہ چلے گئے اور پھر انہوں نے کبھی ڈاڑھی نہ منڈوائی۔ [۴۷]

ترک و تجرد:

آپ کا ترک و تجرد اس مرتبہ کا تھا کہ بادشاہ وقت اور دوسرے امراء یہ تمنا کرتے رہے کہ وہ آپ کی خانقاہ شریف کے خرچ کے لیے کچھ معین کریں، لیکن آپ کی زبان مبارک پر اکثر یہی قطعہ رہتا:

خاک نشینی است سلیمانیم　　نیک بود افسر سلطانیم

ہست چہل سال کہ می پوشمش　　کہنہ نشد خلعت عریانیم

یعنی خاک نشینی ہی میری بادشاہت ہے (اور) مجھے سلطانی عطا کرنے والا بہت ہی کریم ہے۔

چالیس سال سے میں نے اسے پہن رکھا ہے، (ابھی تک) میری خلعت عریاں بوسیدہ نہیں ہوئی ہے۔

آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہماری جاگیر تو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں۔ (جیسا کہ وہ فرماتا ہے):وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ (سورۃ الذاریات۲۲)،یعنی اور آسمان میں تمہارے لیے رزق ہے، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی تمام دینی و دنیاوی مشکلات حل فرما دیتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ خانقاہ کے اخراجات غیب سے پورے ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان چار چیزوں کا ہونا لازم ہے: ''شکستہ ہاتھ، شکستہ پاؤں، صحیح دین اور درست یقین''۔[۴۸]

طبع نازک:

آپ کی طبیعت مبارک اس قدر نازک تھی کہ اگر کوئی دور تمباکو کا دھواں چھوڑتا (حقہ پیتا) تو آپ ناراض ہو جاتے اور مکان کو دھونی دیتے۔ فرماتے کہ افغانوں نے ہماری مسجد کو نسوار دانی بنا دیا ہے۔[۴۹]

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے محبت وعقیدت وافرہ:

آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کا مرتبہ حاصل تھا۔ جب آپ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اسم گرامی لیتے تو بیتاب ہو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ خادم قدم شریف سے پانی کا تبرک لایا اور آپ کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلم کا آپ پر سایہ ہو، یہ بات سنتے ہی آپ بیتاب ہو گئے اور اس خادم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ (اور) فرمایا کہ میری ہستی ہی کیا ہے کہ مجھ پر حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سایہ مبارک ہو؟ اور (پھر) اس خادم پر بہت نوازش فرمائی۔[۵۰]

اتباع سنت کا ذوق وجذبہ عالی:

مرض وصال مبارک کے وقت ترمذی شریف آپ کے سینہ مبارک پر تھی۔ اگر حدیث شریف سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کسی عمل کا پتہ چلتا تو اس کے مطابق عمل کرتے۔ بکری کے شانے کا گوشت منگواتے اور اسے پکاتے کیونکہ وہ مسنون ہے۔[۵۱]

قرآن مجید کا ذوق وشوق:

آپ کو قرآن شریف کا نہایت ذوق تھا۔ اوابین اور تہجد کی نماز میں حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے ختم قرآن مجید سنتے اور کبھی غلبہ شوق سے زیادہ سنتے اور بیتاب ہوکر فرماتے: ''بس کرو مجھ میں بیتاب ہونے کی زیادہ طاقت نہیں ہے۔''[۵۲]

درد انگیز اشعار سننا:

آپ اکثر درد انگیز اشعار سنتے تھے جس سے آپ کو وجد آ جاتا تھا، لیکن چونکہ استقامت کا پہاڑ تھے، اس لیے ضبط کر لیتے تھے۔[۵۳]

حالت ضعف میں قوت توجہ:

آخر عمر میں آپ کو ضعف بہت زیادہ ہو گیا تھا، لیکن آپ حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر پڑھتے:

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم
ہرگہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

یعنی اگرچہ میں بوڑھا، شکستہ دل اور ناتواں ہو چکا ہوں لیکن جب تیرے چہرے کی مجھے یاد آتی ہے تو جواں ہو جاتا ہوں اور پھر شدید ضعف میں ہی اٹھ کر بیٹھ جاتے اور پوری قوت سے طالبوں پر توجہ فرماتے تھے۔[۵۴]

فصل چہارم:

سفر عالم بقا

شوق شہادت:

آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو تھی، لیکن فرماتے تھے: ''حضرت پیر و مرشد (مظہر جان جاناں) قدس سرہ کی شہادت سے لوگوں پر کس قدر مصائب نازل ہوئے۔ تین سال تک بہت بڑا قحط مسلط رہا، جس میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں اور لوگوں نے ایک دوسرے کو جو قتل کیا، وہ حیطۂ تحریر سے باہر اور کسی پر مخفی نہیں، اس لیے میں اپنی شہادت سے ڈرتا ہوں''۔ [۵۵]

مرض وصال شریف:

آپ کو آخری عمر مبارک میں بواسیر اور خارش کے مرض کا غلبہ ہوا۔ [۵۶]

حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی طلبی:

آپ کے خلیفہ نامدار حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) لکھنو میں تھے۔ آپ نے ان کو بہت سے مکتوب گرامی تحریر فرمائے، جن میں سے ایک میں انھیں لکھا:

> ''اس سے پہلے تمہاری طلب کے لیے میں متواتر خطوط مع تبرکات جدیدہ روانہ کر چکا ہوں۔ تعجب ہے کہ تم یہاں آنے کا قصد نہیں کر رہے، ظاہراً مجھے اب صحت ملنا محال ہے اور افسوس ہے کہ تم نے اس قدر دیر کر دی ہے:
>
> ع۔ خوباں دریں معاملہ تاخیر می کنند
>
> یعنی ''محبوب اس معاملے میں دیر ہی کیا کرتے ہیں''۔

میں دیکھتا ہوں کہ اس خاندان عالی شان (نقشبندیہ مجددیہ) کے مقامات کا آخری منصب تمہیں سے متعلق ہے۔'' [۵۷]

حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے سراسیمگی کے عالم میں اپنے اہل وعیال کولکھنؤ ہی میں چھوڑا اور خود آپ کی خدمت مبارک میں پہنچ گئے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

"میری آرزو تو یہ تھی کہ تم سے ملتے وقت بہت روؤں، لیکن نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مجھ میں رونے کی طاقت نہیں رہی۔"[۵۸]

وصیت نامہ:

آپ کی دائمی عادت مبارک یہ تھی کہ مشکوک مرض کے وقت وصیت نامہ تحریر فرماتے اور زبانی بھی تاکید کرتے کہ دوام ذکر، شغل نسبت، اخلاق حسنہ، مل کر رہنا، قضائے الٰہی پر چون و چرا کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ طریقہ اتحاد، فقر وقناعت، تسلیم ورضا اور توکل سے بافراغت رہنا۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (سورۃ النساء ۸۷):

یعنی اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ میرا جنازہ آثار شریف نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہ جامع مسجد (دہلی شریف) میں ہے، لے جائیں اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شفاعت کرنے کے لیے عرض کریں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ نماز (جنازہ) جامع مسجد (دہلی شریف) میں پڑھی گئی، آثار شریفہ کے پاس لے گئے، وہ تبرکات جو آپ کے پاس تھے، ان کے بارے میں فرمایا کہ انھیں تربت کے سرہانے چھوٹے گنبد میں رکھیں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میرے جنازے کے آگے فاتحہ، کلمہ طیبہ اور دیگر آیات شریفہ کا پڑھنا بے ادبی ہے (لہٰذا) یہ دو اشعار پڑھے جائیں:

مفلسانیم در کوئے تو — شَیئً لِلّٰہِ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما — آفرین بر دست و بر بازوئے تو

یعنی ہم مفلس آپ کے کوچہ میں آئے ہیں، خدا کے واسطے اپنے رُخ انور کی زیارت کرائیے۔

ہمارے کشکول کی طرف اپنے کرم کا ہاتھ کھولیے۔ آپ کے ہاتھ اور
بازو پر آفرین۔

(آپ نے فرمایا) میں بھی یہی کہتا ہوں کہ میرے جنازے پر یہی اشعار پڑھے جائیں،
نیز یہ دو عربی اشعار بھی پڑھیں:

وفدت علی الکریم بغیر زاد   من الحسنات والقلب السلیم
فحمل الزاد اقبح کل شیٔ   اذا کان الوفود علی الکریم

یعنی میں اپنے (رب) کریم کی طرف نیکیوں اور قلب سلیم جیسے زادراہ
کے بغیر جارہا ہوں۔
کیونکہ زادراہ کا اس وقت اُٹھانا بہت برا کام ہے، جب کسی کریم کے
پاس جانا ہو۔

وصال مبارک:

مرض وصال مبارک کے وقت ترمذی شریف آپ کے سینہ مبارک پر تھی اور یہ چیز آپ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کی علامت ہے۔ بروز ہفتہ ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ/ ۱۶؍اکتوبر ۱۸۲۴ء کو اشراق کے بعد آپ نے مولوی کرامت اللہ صاحب سے فرمایا کہ میاں صاحب (حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ) کو جلد بلاؤ۔ آپ نے بڑی دقت سے یہ مفہوم ادا فرمایا۔ مولوی کرامت اللہ صاحب جلدی سے گئے اور حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لائے۔ جب وہ دروازے سے داخل ہوئے تو آپ نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور اسی عالم میں اشراق کے بعد پاؤں کے بل بیٹھے ہوئے، عین مشاہدہ حق کے استغراق میں آپ نے وصال فرمایا۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔

اس وحشت ناک خبر کو سن کر ہزاروں لوگ خانقاہ مظہریہ شریف میں جمع ہو گئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ جامع مسجد دہلی شریف میں حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں پڑھی گئی اور بعد ازاں آپ نے خانقاہ مظہریہ شریف میں اپنے پیر و مرشد حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں جانب آخری آرام گاہ پائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

تاریخ سال وصال مبارک:

آپ کی تاریخ وفات ''نور اللہ مضجعہ'' اور مصراع فارسی: ''جاں بحق نقشبند ثانی داد'' سے (۱۲۴۰ھ) برآمد ہوتی ہے۔ حضرت شاہ رؤف احمد رأفت مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ وصال یوں کہی ہے:

چوں جناب شاہ عبداللہ قیوم زماں
زاین جہاں فرمود رحلت سوئے جناب کریم

سال او با حال او جستم چواے رافت ز دل
گفت ''فی روح وریحان وجنات النعیم''[۵۹]

(۱۲۴۰ھ)

جانشین معظم:

حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۵ء) آپ کے جانشین معظم قرار پائے۔[۶۰] (آپ کے حالات آگے فصل نہم میں درج ہیں)۔

فصل پنجم:

آثار و تصنیفات

آپ نے متعدد کتب و رسائل تصنیف و تالیف فرمائے، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱-احوال بزرگان (فارسی):

اس رسالہ میں آپ نے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر، حضرت شیخ نظام الدین اولیا، حضرت مخدوم صابر، حضرت شاہ (بہاء الدین) نقشبند، حضرت خواجہ (علاء الدین) عطار، حضرت خواجہ (عبیداللہ) احرار، حضرت خواجہ محمد باقی، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور آپ کی اولاد امجاد کے نہایت مختصر حالات لکھے ہیں۔

یہ رسالہ ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء کے بعد تالیف ہوا ہے۔ اس کا خطی نسخہ کتاب خانہ جی۔ معین الدین، لاہور میں موجود ہے۔[61]

۲-ایضاح الطریقہ (فارسی):

یہ رسالہ ۱۲۱۲ء کی تصنیف ہے اور بارہا چھپ چکا ہے۔ ایک بار مطبع علوی، لکھنو سے ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء میں شائع ہوا، اس کے ساتھ سبعہ سیارہ، اربعہ انہار اور حاشیہ اربعہ انہار بھی طبع ہیں۔ ایک دفعہ مطبع احمدی، رامپور سے ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں شائع ہوا۔[62]

۳-درالمعارف (فارسی):

یہ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء)، نے حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۰ھ/۱۸۳۵ء) کی فرمائش پر مرتب کیا تھا۔ اس میں منگل ۱۲ ربیع الاوّل ۱۲۳۱ھ/

۱۱ فروری ۱۸۱۶ء سے مسلسل اتوار عید الفطر (یکم شوال) ۱۲۳۱ھ/ ۲۵-اگست ۱۸۱۶ء تک کے ملفوظات جمع ہیں۔ آخر میں کچھ ملفوظات بغیر تاریخ جمع ہیں، جن میں جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ/ اپریل ۱۸۱۸ء کے بعض ارشادات بھی محفوظ ہیں۔

کئی بار چھپ چکی ہے۔ ایک بار مطبع نادری، بریلی سے ۱۳۰۴ھ/ ۸۷-۱۸۸۶ء میں طبع ہوئی۔ پھر محبوب المطابع، دہلی سے ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں چھپی۔ اس کے بعد ۱۹۶۰ء/ ۸۰-۱۳۷۹ھ میں کلیم آرٹ ملتان نے چھاپی۔ نیز استنبول ترکی سے مکتبہ ایشیق نے ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء میں اسے طبع کیا اور مطبع نامی نے نیاز علی بریلوی کے اہتمام سے اسے چھاپا۔[۶۳]

۴- رسالہ اذکار (فارسی):

یہ مختصر رسالہ، رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے۔[۶۴]

۵- رسالہ در احوال شاہ نقشبندؒ (فارسی):

یہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کے حالات و مناقب میں ہے اور رسائل سبعہ سیارہ میں طبع ہو چکا ہے، نیز مکاتیب شریفہ میں بھی شامل ہے۔[۶۵]

۶- رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجددؒ:

یہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اور ان کے خلفاء و اولاد کے احوال و مناقب میں ہے اور دراصل زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کی تلخیص ہے۔ بعض دیگر کتابوں اور صدری روایات کو بھی اس میں جمع کیا گیا ہے۔ اس کے مخطوطات کتب خانہ خانقاہ شریف مولوی غلام نبی للٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء)، للہ شریف، ضلع جہلم، کتب خانہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن (فہرست مخطوطات ۱: ۴۶۰) میں محفوظ ہیں۔[۶۶]

۷-رسالہ دررد اعتراضات شیخ عبدالحقؒ برحضرت شیخ مجددؒ (فارسی):

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض کشوف کے بارے میں اشکال تھے جو ایک مکتوب کی صورت میں موجود ہیں۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ محدث دہلویؒ حضرت مجددؒ کے بارے میں مطمئن ہو گئے اور انہوں نے اپنے اعتراضات واپس لے لیے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مخالفین نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اعتراضات کو آڑ بنا کر اپنے دلوں کی غبار نکالی ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں نہایت مثبت طریقے سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشکال کا جواب دیا ہے۔ یہ رسالہ بھی رسائل سبعہ سیارہ میں طبع ہو چکا ہے۔[۶۷]

۸-رسالہ دررد مخالفین حضرت مجددؒ (فارسی):

یہ رسالہ درج ذیل فصول پر مشتمل ہے: (۱) در بیان مجملی از احوال حضرت مجددؒ (۲) در رفع اعتراضات از کلام ایشان بطریق اجمال (۳) در اجوبہ بعضی اعتراضات شیخ عبدالحق کہ رسالہ ای در انکار معارف ایشان نوشتہ اند (۴) در بیان حواشی کہ استاد فقیر (حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) در ایام خردی بر رسالہ مذکور تحریر فرمودہ اند (۵) در رفع شبہاتی کہ بر السنہ عوام مذکور است۔

یہ رسالہ آپ کے اس موضوع پر دوسرے رسالہ سے زیادہ مفصل ہے اور رسائل سبعہ سیارہ میں طبع ہو چکا ہے۔[۶۸]

۹-رسالہ در طریق بیعت واذکار (فارسی):

یہ رسالہ آپ نے حضرت سید اسماعیل محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ سے بیعت ہونے کے بعد لکھا ہے اور اس میں بیعت کی قسمیں اور ذکر کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔ یہ رسالہ بھی رسائل سبعہ سیارہ میں چھپ چکا ہے۔[۶۹]

۱۰-رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبندؒ (فارسی):

اس مختصر رسالہ میں آپ نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔ یہ رسالہ ''رسائل سبعہ سیارہ'' اور آپ کے ''مکاتیب شریفہ'' میں چھپ چکا ہے۔[۷۰]

۱۱-رسالہ مراقبات (فارسی):

اس میں آپ نے طریقت کے مقامات کا ذکر کیا ہے اور یہ ۵ جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۴ فروری ۱۸۱۶ء سے پہلے تالیف فرمایا ہے۔ یہ مکاتیب شریفہ (۱۰۰/ ۱۳۹)، رسائل سبعہ سیارہ اور درالمعارف (درملفوظات ۵ جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۳-اپریل ۱۸۱۶ء) میں شامل ہے۔[۷۱]

۱۲-رسالہ مشغولیہ (فارسی):

اس میں لطائف کا ذکر ہے اور غیر مطبوعہ ہے اور حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۸ء) کی بیاض میں شامل ہے جو مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد کے کتاب خانہ گنج بخش میں موجود ہے۔[۷۲]

۱۳-سلوک راقیہ نقشبندیہ (فارسی):

یہ رسالہ کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مدینہ منورہ، سعودی عرب میں موجود ہے۔[۷۳]

۱۴-کمالات مظہریہ (فارسی):

یہ آپ نے اپنی عمر مبارک کے آخری حصہ میں ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۱ء میں تالیف فرمائی اور اس میں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے احوال وافکار درج ہیں اور یہ درحقیقت آپ کی اسی موضوع پر دوسری تصنیف مقامات مظہری کا خلاصہ ہے، جس میں آپ نے بعض ترمیمات بھی کی ہیں۔ اس کا خطی نسخہ کتابخانہ حضرت ابوالحسن زید فاروقی صاحبؒ (م ۱۹۹۳ء) کے ذاتی کتب خانہ میں موجود تھا۔[۷۴]

۱۵- مقامات مظہری (فارسی):

یہ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مقامات پر مشتمل ہے اور اس میں ان کے بعض ملفوظات و مکتوبات بھی شامل ہیں۔ اسے آپ نے ۱۲۱۱ھ/ ۱۷۹۶ء میں تالیف کیا اور یہ مولوی نعیم اللہ بہڑا یچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/ ۴۰-۱۸۰۳ء) کی کتاب "بشارات مظہریہ" کی تلخیص اور انتخاب ہے اور اس میں آپ نے اضافہ بھی کیا ہے۔

اس کا فارسی متن چند بار طبع ہوا۔ ایک بار مطبع احمدی، دہلی سے ۱۲۶۹ھ/ ۱۸۵۳ء میں بعنوان "رسالہ شریفہ در بیان حالات و مقامات حضرت شمس الدین حبیب اللہ جناب مرزا جان جاناں مظہر شہید قدس سرہ" بہ نگرانی حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ، ۱۸۳ص اور دوبارہ ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۲ء میں طبع مجتبائی، دہلی سے باہتمام مولوی عبدالاحد (مالک مطبع) بعنوان "لطائف خمسہ معروف بہ مقامات مظہری"، ۲۰۷ص، شائع ہوا تھا۔

اس کا پہلا اُردو ترجمہ ملک فضل الدین و ملک چنن الدین (مالک) اللہ والے کی قومی دکان، لاہور سے (تقریباً) ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء میں طبع ہوا تھا جو ۲۳۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ دوسرا اُردو ترجمہ محمد اقبال مجددی صاحب نے کیا جو اردو سائنس بورڈ کی طرف سے ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا اور ۷۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔[۵]

۱۶- مکاتیب شریفہ (فارسی):

آپ کے ۱۲۵ مکتوبات گرامی کا مجموعہ جو آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) نے ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۱۶ء میں جمع کیا تھا۔ یہ پہلی دفعہ مطبع عزیزی، مدراس سے ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں ۲۳۲ صفحات پر شائع ہوا۔ دوبارہ حکیم عبدالمجید سیفی نے لاہور سے ۱۳۷۱ھ/ ۵۲-۱۹۵۱ء میں ۱۷۴ صفحات کی ضخامت میں طبع کرایا تھا اور یہ طباعت ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں مکتبہ ایشیق، استنبول ترکی سے حسین حلمی کی کوشش سے عکسی صورت میں شائع ہوئی۔[۶]

۱۷-مکتوب گرامی (اُردو):

آپ کا ایک اُردو مکتوب گرامی ''ارشاد المسترشدین'' میں (ص ۱۳۷-۱۴۱) موجود ہے اور یہ ۱۸۵۷ء/۷۴-۱۲۷۳ھ سے پہلے کی اُردو نثر کا ایک اچھا نمونہ ہے۔[۷۷]

۱۸-ملفوظات شریفہ (فارسی):

یہ آپ کے خلیفہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء) نے تقریباً ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء (بتاریخ ۲۹ شعبان ۲۲-۲۳ رمضان اور عید الفطر) میں مرتب کیا اور اس میں آپ کے چالیس روز کے ملفوظات نقل ہیں جو مولف نے اپنی گیارہ ماہ کی حاضری میں وقتاً فوقتاً جمع کیے تھے۔ ان ملفوظات کو اگر ''دار المعارف'' کا ضمیمہ سمجھ کر مطالعہ کیا جائے تو دونوں مجموعوں کے بعض مقامات کی تشریح خود بخود ہو جاتی ہے۔

اس کا اُردو ترجمہ جناب محمد اقبال مجددی نے کیا جو ان کے مقدمہ و حواشی کے ساتھ مکتبہ نبویہ، لاہور سے ۷۵ اصفحات پر طبع ہوا ہے۔[۷۸]

فصل ششم:

امراء کی تربیت و توکل

آپ کے مجموعہ مکاتیب شریفہ میں بادشاہ ہند محمد اکبر شاہ ثانی کے نام ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کا ایک مکتوب ملتا ہے۔[۷۹]

نواب شمشیر بہادر رئیس بندھیل کھنڈ ہیٹ سر پر رکھ کر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے طیش میں آ کر اسے منع فرمایا۔[۸۰]

بادشاہ اور امراء خانقاہ مظہریہ شریف کے اخراجات کے لیے مدد کے طور پر کچھ دینے کی درخواست کرتے رہے، لیکن آپ نے مسلسل استغنا برتا۔ نواب امیر خان (م ۱۸۳۴ء) والی ٹونک و سرونج نے بھی یہی استدعا کی، لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی اور حضرت شاہ رؤف احمد صاحبؒ سے یہ لکھنے کے لیے فرمایا:

''ہم فقر و قناعت کی آبرو پر آنچ نہیں آنے دیں گے، امیر خان سے کہہ دو کہ روزی مقرر ہے۔''[۸۱]

تقریباً ۱۸۱۱-۱۸۱۹ء میں نواب نظام الدین کی تعزیت کے لیے دہلی شریف کے لوگ اس کے ہاں گئے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے۔ وہاں دہلی کا ریذیڈنٹ بھی آیا۔ تمام حاضرین اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے، لیکن آپ نہ اُٹھے اور نہ اس سے ملے، بلکہ اپنا چہرہ مبارک دوسری طرف کر لیا۔ اس نے حاضرین سے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' لوگوں کے بتانے پر وہ آپ کے نزدیک آیا تو اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی، جس سے آپ بہت آزردہ خاطر ہوئے۔ اسے آپ نے بری طرح ڈانٹ کر ہٹایا، جب وہ اپنے گھر پہنچا تو اس نے اپنے ملازموں سے کہا:

''میں نے سارے ہندوستان میں یہی ایک مسلمان دیکھا ہے۔''[۸۲]

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اتنے متوکل اور قناعت پسند تھے کہ ایک مرتبہ

خرچ کے لیے کوئی چیز ہاتھ میں نہ تھی۔ فاقہ آ پہنچا۔ ایک حجرے میں داخل ہوئے اور اس کا دروازہ بند کرلیا، اس خیال سے کہ یہ کپڑے جو میرے تن پر ہیں، یہ میرا کفن ہیں اور یہ حجرہ میری قبر ہے۔ میں اپنی تجہیز و تکفین کے لیے لوگوں کو زحمت میں مبتلا کیوں کروں؟ تیرہ روز فاقہ کی حالت میں اس حجرے میں تھے کہ ایک آدمی نے آ کر حجرے کے دروازہ پر آواز دی کہ میں تیرہ روپے جناب کے لیے لایا ہوں، ان کو قبول فرمالیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے جواب نہ دیا، آخرکار اس آدمی نے حجرے کے دروازے کے سوراخ سے وہ رقم اندر گرا دی، جس کے بعد حضرت شاہ صاحب کا کام جاری ہوا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ خانقاہ شریف کے خرچہ کے لیے قرض مبارک لے کر درویشوں پر خرچ کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ دس ہزار روپیہ نان بائی کا قرض ہو جاتا تھا۔ فتوحات (تحائف) ملنے پر اوّل پہلا قرض ادا فرماتے تھے اور باقی بچ رہنے والا مال خانقاہ شریف کے لیے خرچ کرتے تھے اور اس کے ختم ہو جانے پر پھر قرض لینا شروع کر دیتے تھے، لیکن آپ اہل دنیا اور امراء کے مال و تحائف قبول نہ فرماتے تھے۔[۸۳]

فصل ہفتم:

ملفوظات شریف

کیفیات عبادات پر دھیان:

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طالب کو عبادات کی کیفیات پر الگ الگ دھیان دینا چاہیے کہ نماز سے کیا کیفیت ہوتی ہے؟ تلاوت سے کس نسبت کا ظہور ہوتا ہے؟ درس حدیث اور زبانی شغل تہلیل سے کیا ذوق حاصل ہوتا ہے؟ یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ مشکوک لقمہ سے ظلمت میں کتنا اضافہ ہوا؟ اسی طرح دوسرے گناہوں پر بھی دھیان ہونا چاہیے۔[۸۴]

طالب خواہشات:

فرمایا کہ جو خواہشات کا طالب ہو وہ خدا کا بندہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اے عزیز! جب تک تو کسی چیز کے خیال میں ہے تو اسی چیز کا غلام رہے گا۔[۸۵]

محبت دنیا:

فرمایا کہ دنیا کی محبت خطاؤں کی جڑ اور یہی کفر یہ گناہوں کی اصل ہے:

اہل دنیا کافران مطلق اند
روز و شب در بق بق و در زق زق اند

یعنی اہل دنیا (صرف دنیا چاہنے والے طریقت میں) مطلق کافر ہیں وہ دن رات بک بک اور فضول (کاموں میں) مصروف ہیں۔[۸۶]

یاد مطلوب:

فرمایا کہ طالب کو چاہیے کہ ایک لحہ بھی یاد مطلوب سے غافل نہ رہے:

این شربت عاشقی ست خسرو

بے خون جگر چشید نتوان

یعنی اے خسرو یہ شربت عاشقی ہے (اور یہ) خونِ جگر کی آمیزش کے بغیر نہیں پیا جا سکے گا۔[۸۷]

صوفی اور دنیا و آخرت:

فرمایا کہ صوفی کو دنیا و آخرت پس پشت ڈال کر مولیٰ (کریم) کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے[۸۸]، بقول مولانا رومؒ:

ملت عشق ز ملتہا جدا ست

عاشقان را مذہب و ملت خدا ست

یعنی عشق کی ملت تمام ملتوں سے جدا ہے، عاشقوں کا مذہب اور ملت (رضائے) خدا ہے۔

مردوں کی اقسام:

فرمایا کہ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں: نامرد، مرد، جوانمرد اور فرد۔ ان میں دنیا کے طالب نامرد، آخرت کے طالب مرد، آخرت و مولیٰ (کریم) کے طالب جوانمرد اور (صرف) مولیٰ (کریم) کے طالب فرد (یعنی یگانہ) ہوتے ہیں۔[۸۹]

اقسام خطرات:

فرمایا کہ خطرات (وسوسوں) کی بھی چار قسمیں ہیں: شیطانی، نفسانی، ملکی اور حقانی۔ ان میں شیطانی وسوسہ بائیں طرف سے، نفسانی اوپر سے یعنی دماغ سے، ملکی (خیر و نیکی والا) دائیں طرف سے اور حقانی فوق الفوق (سب سے اوپر سے) آتا ہے۔[۹۰]

اقسام بیعت:

فرمایا کہ بیعت تین قسم کی ہوتی ہے: پہلی پیران کبار کے وسیلہ کے لیے، دوسری گناہوں سے توبہ اور تیسری نسبت (باطنی) حاصل کرنے کے لیے۔[۹۱]

مخدوم بننے کا راز:

فرمایا کہ جو مخدوم بننا چاہے وہ مرشد کی خدمت کرے:

ع۔ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد [۹۲]

یعنی جس نے خدمت کی وہ مخدوم بن گیا۔

درویشوں کی شب معراج:

فرمایا کہ بھوک کی رات درویشوں کے لیے شب معراج ہے۔ [۹۳]

معاش درویشاں:

فرمایا کہ درویشوں کی معاش وہی ہے جسے شیخ ابن یمین کبروی نے ان الفاظ میں نظم کیا ہے:

نان جوین و خرقہ پشمین و آب شور — سیپارہ کلام و حدیث پیغمبری
ہم نسخہ دو چار ز علمی کہ نافع است — در این نہ لغو بوعلی و ژاژ عنصری
تاریک کلبہء کہ پی روشنی آن — بے ہودہ منتی نبرد شمع خاوری
با یک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو — در پیش چشم ہمت شان ملک سنجری
این آن سعادت است کہ حسرت برد بر آن — جویائے تخت قیصر و ملک سکندری [۹۴]

یعنی جو کی روٹی، پشم کا خرقہ اور تلخ پانی، قرآن مجید کے تیس پارے اور پیغمبر (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث مبارک۔

نیز ایسے علم کی دو چار کتابیں جو نفع بخش ہو (اور) اس میں نہ بوعلی (سینا) کی لغویات اور عنصری کی فضولیات ہوں۔

ایک تاریک گوشہ (حجرہ) جس پر شمع خاوری (یعنی مشرق کے بادشاہ سورج) کی روشنی کا بیہودہ احسان نہ ہو۔

ایک دو ایسے آشنا (یار) جن کی آنکھوں کی ہمت کے سامنے بادشاہ سنجر کی سلطنت آدھے جو کے برابر بھی قیمت نہ رکھتی ہو۔

یہ ایسی سعادت ہے کہ جس پر تخت قیصر اور ملک سکندری کا متلاشی (بھی) حسرت کرتا ہے۔

عاشق رند

نیز آپ مولانا جمالی (م ۹۴۲ھ) کے یہ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے:

لنگکی زیر لنگکی بالا نے غم دزد نے غم کالا
کزک بوریا و پوستکی دلکی پر ز درد دوستکی
این قدر بس بود جمالی را عاشق رند لا اُبالی را[95]

یعنی ایک چادر نیچے (بطور تہبند اور) ایک چادر اوپر (لباس کی کافی ہے)، نہ چور کا غم اور نہ ہی مال کا فکر (ہے)۔

پھٹا پرانا بوریا اور گدڑی، پر درد دل اور (ایک) محبوب۔

اتنی ساری (متاع دنیا) رند (آزاد منش اور) لا ابالی (نڈر) عاشق جمالی کے لیے کافی ہے۔

بقول حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ) کے یہ اشعار بھی آپ کے حسب حال ہیں:

دو یار زیرک و از بادۂ کہن دومنی فراغتی و کتابی و گوشہ چمنی
من این مقام بہ دنیا و آخرت ندہم اگرچہ در پیم افتند ہر دم انجمنی
ہر آنکہ کنج قناعت بہ گنج دنیا داد فروخت یوسف مصری بہ کمترین ثمنی[96]

یعنی دو عقلمند دوست اور کثیر مقدار میں پرانی شراب۔

فراغت (کے لمحات)، ایک کتاب اور ایک چمن کا گوشہ۔

میں اس مقام (نعمت) کو دنیا و آخرت کے بدلے میں (بھی) نہیں دیتا۔

جس کسی نے گوشہ قناعت کو دنیاوی خزانے کے بدلے میں دے دیا، (گویا) اس نے مصر کے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو کھوٹے داموں بیچ ڈالا۔

سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی دانائی

فرمایا کہ سعدی شیرازی (م ۶۹۱ھ) سلسلہ سہروردیہ کے عقلمند آدمی تھے، انہوں نے دو ہی نکتوں میں سارا تصوف بیان کردیا ہے:

مرا پیر دانائے مرشد شہاب   دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکی آنکہ بر خویش خود بین مباش   دگر آنکہ بر غیر بد بین مباش

یعنی میرے دانا پیر و مرشد (شیخ) شہاب (الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ) نے دو سنہری (قیمتی) نصیحتیں فرمائیں۔

ایک یہ کہ خود بین مت بنو اور دوسرا یہ کہ (اپنے علاوہ) دوسروں کو برا مت سمجھو۔[97]

طلب و ترک حلال کی فرضیت

فرمایا کہ جس طرح طلب حلال مومنوں پر فرض ہے اسی طرح ترک حلال بھی عارفوں پر فرض ہے۔[98]

طریقہ نقشبندیہ

فرمایا کہ طریقہ نقشبندیہ چار چیزوں سے عبارت ہے، یعنی بے خطرگی، دوام حضور، جذبات اور واردات۔[99]

دید قصور

فرمایا کہ میری دید قصور (خود کو کم درجہ سمجھنا) یوں ہے کہ جب کوئی کتا میرے گھر آئے تو میں کہتا ہوں کہ الٰہی! میں کون ہوں جو تیرے مقربین (دوستوں) کو نجات کا وسیلہ بناؤں، تو اس کتے، جو تیری مخلوق میں سے ہے کے صدقے میرے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے اوپر نظر

عنایت فرما۔ نیز فرمایا کہ اسی طرح اگر کوئی طلب (حق) کے لیے (میرے پاس) آتا ہے تو میں اسے تقرب (الٰہی) کے لیے وسیلہ بناتا ہوں۔ [100]

شان ذوق

فرمایا کہ حلقہ اکابر چشتیہ جو کہ ذوق محبت میں سرشار ہیں اور سماع و سرود ان کے دلوں میں رنگارنگ کے ذوق پیدا کرتا اور چہرۂ یار سے پردہ ہٹاتا ہے اور ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کا حلقہ بھی بادہ نوش محبت سے سرشار ہے، لیکن اس کے متوسلین کے قلوب کو حدیث اور درود شریف اذواق بخشتے ہیں۔

ع۔ آن ایشانند من چنیم یارب

یعنی الٰہی وہ کتنے عظیم لوگ تھے اور میں کیسا ہوں؟

اسی طرح جب اسم مبارک (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) زبان پر آتا تو آہ آہ کہتے ہوئے ہاتھ اوپر اٹھاتے اور کبھی دونوں پھیلاتے اور ملاتے کہ گویا کسی کو آغوش میں لیتے ہیں اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھتے:

موسیا آداب دانان دیگر اند
سوختہ جان و روانان دیگر اند [101]

یعنی اے موسیٰ (علیہ السلام)! سالکوں کے آداب اور ہیں اور سوختہ جاں اور مجاذیب کے آداب اور ہیں۔

طالب ذوق وکرامات

فرمایا کہ ذوق وشوق اور کشف وکرامات کا طالب، خدا کا طالب نہیں ہوتا۔ [102] حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء) لکھتے ہیں، بقول حافظ شیرازیؒ:

شرم ما باد ازین خرقہ آلودہ خود
گر بدین فضل وکرم نام کرامات بریم

یعنی مجھے اس اپنے آلودہ خرقہ پر شرم آتی ہے، اگر اس فضل و کرم کو کرامات کا نام دیں۔

نیز حافظ شیرازیؒ ہی کہتے ہیں:

با خرابات نشینان ز کرامات ملاف
هر سخن جای و هر نکته مکانی دارد

یعنی دیر نشینوں کے سامنے کرامات بیان نہیں کرنی چاہئیں کیونکہ ہر بات اور ہر نکتہ کا ایک موقع ہوتا ہے۔[۱۰۳]

کمالات نبوت کا ظہور

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات کے جامع تھے۔ ان کمالات کا ظہور مختلف زمانوں میں افراد امت کی استعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ وہ کمالات جن کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کے خزانے بدن (مبارک) سے ہوا، یعنی بھوکا رہنا، جہاد اور عبادت کرنے کا فیض صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں جلوہ گر ہوا۔ وہ کمالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے کمالات یعنی استغراق، بے خودی، ذوق، شوق، آہ، نعرہ اور اسرار توحید، حضرت (جنید) بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے امت کے اولیاء تک پہنچے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ نفس کے کمالات جو نسبت باطن میں اضمحلال و استہلاک سے عبارت ہیں، حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے اکابر نقشبندیہ پر آشکار ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال حضرت مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ) کے زمانے میں ظاہر ہوا۔[۱۰۴]

ولایت و کمالات نبوت

فرمایا کہ ولایت میں خطرات مضر ہوتے ہیں، لیکن کمالاتِ نبوت میں مضر نہیں۔ امیر

المومنین (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اجهز الجيش و انا فی الصلوٰۃ":

یعنی میں نماز کے دوران لشکر کی تیاری بھی کرتا ہوں۔

آفتاب کا مشاہدہ خطرات قلب میں مانع نہیں ہوتا۔[۱۰۵]

رضائے نفس اور حق نفس

فرمایا کہ کھانے میں ایک تو رضائے نفس ہے، دوسرے حق نفس، رضائے نفس کی غذا بہت لطیف ہے اور حق نفس یہ ہے کہ فرائض وسنن کی ادائیگی کے لیے بقدر توانائی کھانا کھایا جائے۔[۱۰۶]

لفظ فقیر کی تشریح

فرمایا کہ لفظ فقیر میں "ف" سے مراد فاقہ "ق" سے قناعت "ی" سے یاد الٰہی اور "ر" سے ریاضت ہے۔ جو انھیں بجالائے تو اسے "ف" سے فضل خدا، "ق" سے قرب مولیٰ "ی" سے یاری اور "ر" سے رحمت حاصل ہوتی ہے۔ نہیں تو "ف" سے فضیحت (ذلت)، "ق" سے قہر، "ی" سے یاس (نا اُمیدی) اور "ر" سے رسوائی ملتی ہے۔[۱۰۷]

کمالات اور وصول وحصول

فرمایا کہ کمالات میں عریانی وصل ہوتی ہے اور اس مقام میں سالک کے نصیب میں نا اُمیدی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ہوتا، ہر چند وصول ہوتا ہے لیکن حصول نہیں ہوتا۔[۱۰۸]

ادراک بلند

فرمایا کہ حق سبحانہ نے مجھے ایسا ادراک عطا کیا ہے کہ میرا بدن قلب کا حکم رکھتا ہے۔ چاروں طرف سے جو لوگ آتے ہیں، مجھے ان کی نسبت معلوم ہو جاتی ہے۔[۱۰۹]

تین بلند کتابیں

فرمایا کہ تین کتابیں بے نظیر ہیں: قرآن شریف، صحیح بخاری اور مثنوی مولانا رومؒ۔ [۱۱۰]

اولیاء کی اقسام

فرمایا کہ اولیاء تین قسم کے ہوتے ہیں: ارباب کشف، ارباب ادراک اور ارباب جہل۔ [۱۱۱]

قبولیت دعا کی نشانی

فرمایا کہ دعا کے وقت فیض کے انوار ہوتے ہیں (لیکن دعا کی) قبولیت کے اثر کی برکات کا فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اگر دونوں ہاتھ بوجھل محسوس ہوں تو یہ دعا کی قبولیت کی علامت ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر (دعا کے بعد) انشراح صدر (سینے کی کشادگی) حاصل ہو جائے تو یہ قبولیت کی نشانی ہے۔ [۱۱۲]

بیعت اویسی کا طریقہ

فرمایا کہ جو کوئی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اویسی (بیعت) ہونا چاہے تو وہ نماز عشاء کے بعد اپنے خیال، میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر کہے:

"یارسول اللّٰہ (صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم) بایعتک علٰی خمس شھادۃ: ان لا الٰہ اِلّا اللّٰہ واقام الصّلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان و حج البیت ان استطعت الیہ سبیلا"؛

یعنی یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں پانچ چیزوں پر آپ سے بیعت کرتا ہوں: لا اِلٰہ اِلا اللہ کا اقرار کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور اللہ کے گھر کی زیارت کرنا، اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھنے کی صورت میں۔

چند راتیں وہ یہ عمل کرے، اگر وہ کسی بزرگ کا اویسی (مرید) بننا چاہے تو وہ خلوت میں بیٹھ کر دو رکعت نفل اس کے لیے پڑھے اور اس بزرگ کی روح کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔[۱۱۳]

عقل نورانی و ظلمانی

فرمایا کہ نورانی عقل وہ ہوتی ہے جو بلا واسطہ مقصود پر دلالت کرے اور ظلمانی (عقل) وہ ہے جو مرشد کے راہ دکھانے پر راہ راست پر آئے۔[۱۱۴]

پیروی شیخ و مرشد

فرمایا کہ جو کوئی ہم سے ملاقات (بیعت) رکھتا ہے (اسے چاہیے کہ) وہ ہم جیسا لباس پہنے اور ہم جیسے اطوار (حال) اختیار کرے:

یامرو با یار ازرق پیرہن یا بکش برخانمان انگشت نیل
یامکن با پیل بانان دوستی یا بنا کن خانہ در خورد پیل[۱۱۵]

یعنی یا نیلی قمیض پہننے والے دوست (ولی اللہ) کے ساتھ نہ جا، یا اپنے گھر بار کو برباد کر ڈال۔
یا ہاتھی والوں کے ساتھ دوستی نہ کر، یا اپنے گھر کو ہاتھی (کی آمد و رفت) کے لائق بنا۔

خاصان خدا کی ارواح

فرمایا کہ بعض مومنوں کی روح ملک الموت قبض کرتا ہے، لیکن خاصان خدا کی ارواح میں فرشتے کو اختیار نہیں ہوتا:

در کوئے تو عاشقان چنان جان بدہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز[۱۱۶]

یعنی تیرے کوچے میں عاشق یوں جان دیتے ہیں (کہ) وہاں موت کے فرشتہ کو ہرگز جانا نہیں پڑتا۔

عین زوال کی حقیقت

فرمایا کہ عین زوال اس بات کا نام ہے کہ سالک "انا" نہ کہہ سکے، چنانچہ خواجہ (عبید اللہ) احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: "انا الحق کہنا آسان ہے، لیکن "انا" کو زائل کرنا مشکل ہے"۔[117]

کفر طریقت

فرمایا کہ طریقت میں کفر یہ ہے کہ امتیاز اُٹھ جائے اور ذات حق کے سوا کوئی چیز نظر نہ آئے۔ منصور حلاج (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں:

"کفرت بدین اللّٰہ والکفر واجب لدی و عندالمسلمین قبیح۔"[118]

یعنی میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور یہ انکار میرے نزدیک واجب اور مسلمان کے نزدیک معیوب ہے۔

منصور کی رہنمائی

فرمایا کہ منصور (حلاج رحمۃ اللہ علیہ) نے لغزش کھائی اور زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی دستگیری کرتا۔ اگر میرے زمانے میں ہوتے تو میں بے شک ان کی مدد کرتا (اور) اس حالت سے نکال کر حالت فوق پر لے جاتا۔[119]

مقاماتِ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ نبوت کے سوا تمام وہ کمالات جو ایک انسان میں ممکن ہو سکتے ہیں، ان کا ظہور حضرت مجدد (قدس سرہ) میں ہوا۔[۱۲۰]

فرمایا کہ حضرت مجدد (الف ثانی) قدس سرہ جیسے کمالات شاید ہی کسی نے حاصل کیے ہوں، اگر حضرت (مجدد) تمام وجودی اولیاء پر توجہ فرمائیں تو وہ شاہراہِ شہود پر آ جائیں۔[۱۲۱]

طریقہ مجددیہ کے چار فیض

فرمایا کہ طریقہ مجددیہ میں چار فیض ہیں، یعنی نسبت نقشبندی، قادری، چشتی اور سہروردی لیکن اس پر پہلی نسبت (نقشبندیہ) غالب ہے۔[۱۲۲]

انوار ریاضات و نسبت باطنی

فرمایا کہ اب تو میں بوڑھا ہو گیا ہوں، لیکن اس سے پہلے شاہ جہان آباد (دہلی شریف) کی جامع مسجد کے حوض کا کڑوا پانی پی کر کلام مجید کے دس سیپارے پڑھتا اور دس ہزار مرتبہ ذکر نفی اثبات کرتا تھا۔ میری نسبت باطنی اس قدر قوی تھی کہ ساری مسجد نور سے بھر جاتی اور اسی طرح میں جس کوچہ سے گزرتا (وہ بھی منور ہو جاتا)، اگر میں کسی کے مزار پر جاتا تو اس کی نسبت پست ہو جاتی، (لیکن) میں بھی خود کو پست کر دیتا اور اس بزرگ (صاحب مزار) کی تواضع کرتا۔[۱۲۳]

انتہائے ناتوانی

فرمایا:

ز ناتوانی خود این قدر خبر دارم
کہ از رخش نتوانم کہ دیدہ بردارم[۱۲۴]

یعنی میں اپنی ناتوانی کو اتنا جانتا ہوں کہ اس کے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹا سکتا۔

روزہ داروں کے لیے وصالِ الٰہی کی خوشخبری

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے: ''الصوم لی وانا اجزی به'' (یعنی روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا بھی میں ہی دوں گا)۔ بعض کے نزدیک اجزیٰ صیغہ مجہول ہے، اس صورت میں روزہ کا رویت (باری تعالیٰ) میں کامل دخل ہے۔ پس روزہ داروں کے لیے (اس میں) خوشخبری ہے۔[۱۲۵]

سلسلہ کی اجازت کے لائق

فرمایا کہ اس (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ) میں طریقہ کی اجازت، مرتبہ دوام حضور، فنائے قلب، تہذیب اخلاق حاصل کیے بغیر اور اتباع سنت پر ثابت قدم رہے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور مقام اجازت کا یہ ایک ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اس کا درمیانی (اوسط) مرتبہ لطیفہ نفس کی فنا، لفظ انا کے اطلاق کا سالک کے وجود سے خاتمہ اور نسبت کے انوار کا موجزن ہونا ہے اور (اس کا سب سے) اعلیٰ مرتبہ، لطیفہ قلب و نفس کی فنا و بقا کا شرف حاصل کرنے کے بعد عالم خلق کے لطائف کی تہذیب ہے، کیونکہ اس مرتبہ میں طلب کی تپش کی تسکین، باطن کو کمال درجہ کا اطمینان اور جو کچھ (حضرت محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم لائے ہیں، اس کا اتباع حاصل ہو جاتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک مرتبہ کے حصول کے بغیر اجازت (سلسلہ) دینا مجاز (اجازت پانے والے) کو مغرور اور مستفید کو محروم کرنا ہے۔ العیاذ باللہ منہ (ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)۔[۱۲۶]

آدمی کو کیا چاہیے؟

آدمی کو دو چیز درست اور دو چیز شکستہ چاہیے: دین و یقین درست اور ہاتھ اور پاؤں شکستہ۔[۱۲۷]

بغیر نمک پتھر چاٹنا

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مرزا (جان جاناں) صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے کسی نے میرے بارے میں کہا کہ وہ طالب ذوق وذوق اور کشف وکرامت ہے۔ انہوں نے یہ سن کر فرمایا کہ جو شخص ایسے شعبدوں کا طالب ہو، اسے کہو کہ وہ ہماری خانقاہ سے چلا جائے اور ہمارے پاس نہ آئے۔ جب یہ خبر مجھے پہنچی تو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور نے یہ فرمایا ہے؟ جواب دیا: ہاں! میں نے عرض کیا، پھر کیا مرضی ہے؟" فرمایا کہ یہاں تو بغیر نمک کے پتھر چاٹنا ہوگا، اگر یہ بے مزگی منظور ہے تو ٹھہرے رہو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے یہی منظور ہے۔[۱۲۸]

امتیازات نقشبندیہ

فرمایا کہ اس طریقہ نقشبندیہ میں مجاہدہ نہیں ہے، مگر وقوف قلبی: یعنی دل کو ہر آن ذات الٰہی کی طرف لگائے رکھنا ہے، اور گزشتہ وآئندہ خطرات کی نگہداشت: یہ یوں کہ جب خطرہ (وسوسہ) دل میں پیدا ہو کہ فلاں کام گزشتہ زمانہ میں کس طرح ہوا تھا؟ تو اسی وقت دل سے دفع کرے، تاکہ تمام قصہ دل میں نہ آئے، یا دل میں خیال آئے کہ فلاں جگہ جا کر یہ کام کروں اور اس کام میں فائدہ ہو تو اس کو فوراً دفع کرے۔ غرضیکہ اللہ کے سوا جو خیال (بھی) دل میں آئے، اسے اسی وقت دفع کرے۔[۱۲۹]

احوال قلب

فرمایا کہ احوال قلب سالک کے دل پر شدید بارش کی مانند ظاہر ہوتے ہیں اور جب قلب سے عروج کر کے لطیفہ نفس کی سیر (میسر) ہوتی ہے تو (یہ) ہلکی بارش کی طرح جلوہ گر ہوتے ہیں۔ پھر لطیفہ نفس سے سیر جس قدر بلند ہوتی جاتی ہے، نسبت سمجھ میں نہیں آتی نیستی و نابودی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور نسبت شبنم کے مانند ہو جاتی ہے۔[۱۳۰]

اللہ کا ہونا

ایک بار کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میرے لیے کچھ تحریر فرما دیں۔ آپ نے یہ آیت شریف تحریر فرمائی:

قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ (سورہ الانعام ۹۱):

یعنی آپ کہہ دیں اللہ، پھر انھیں چھوڑ دیں۔

آپ نے اس (آیت) کی تفسیر بھی اس کے نیچے اس طرح لکھی کہ تمام جزئی اور کلی امور کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے اور معاش وغیرہ کی فکر نہیں کرنی چاہیے اور ماسویٰ اللہ کے تعلقات کو چھوڑنا چاہیے اور اپنے تمام امور کو اللہ کے سپرد کرنا چاہیے۔ [۱۳۱]

حبس نفس

ایک دن ایک درویش کو آپ نے توجہ کے لیے یاد فرمایا۔ کسی نے عرض کیا کہ وہ جامع مسجد کی طرف سیر کو گیا ہے۔ فرمایا کہ یہ کیسی فقیری ہے؟ فقیری میں صبر لازم ہے اور صبر حبس نفس کو کہتے ہیں۔ [۱۳۲]

مجاہدہ

فرمایا کہ جس وقت ہم مجاہدہ میں مشغول تھے، پچیس برس تک اپنے آپ کو ایک حجرہ میں بند کر رکھا تھا، نہ سردیوں میں باہر آتا تھا اور نہ گرمیوں میں۔ [۱۳۳]

ذکر و فکر پر استقامت اور فکر خاتمہ بالخیر

فرمایا کہ میری عمر سترہ سال تھی کہ میں دہلی آیا تھا۔ اب مجھے دہلی میں ساٹھ برس گزر چکے ہیں اور ایک دن بھی بلا ذکر و فکر اور مراقبہ نہیں گزرا، اس کے باوجود خاتمہ (بالخیر) کا خوف ہر

وقت دامنگیر ہے اور اطمینان اس وقت ہوگا جب بہشت میں داخل ہو جاؤں گا اور اپنے کانوں سے پروردگار عالم کی صدا سنوں گا کہ اے بندے میں تجھ سے راضی ہوں۔[۱۳۴]

نہایت و بدایت

فرمایا کہ ہمارے اکابر طریقت فرماتے ہیں کہ سلسلہ نقشبندیہ میں نہایت کو بدایت میں درج کیا (گیا) ہے۔ اس کے معنی بہت لوگوں نے کیے ہیں۔ (پھر) فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ نہایت بدایت میں پیدا ہونے کی وجہ سے دائمی توجہ اور مع اللہ حضوری (نصیب ہوتی) ہے اور اس سے مراد کم خطرگی، یا بے خطرگی ہے، جو دوسرے سلاسل میں نہایت میں سمجھی جاتی ہے اور طریقہ نقشبندیہ میں (یہ) شروع ہی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز فرمایا کہ نہایت ہمارے ہاں کچھ اور ہی ہے اور وہ توجہ حضور کا گم ہونا ہے۔[۱۳۵]

ذکر کثیر

فرمایا کہ ذکر کثیر سے مراد دائمی قلبی ذکر ہے جس کا سلسلہ کبھی نہیں ٹوٹتا اور (اس سے) لسانی (ذکر) مراد نہیں جو منقطع ہو جاتا ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ النور ۳۷):

یعنی (ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے،

نہ خرید و فروخت۔

کیونکہ تجارت میں زبانی ذکر رک جاتا ہے (اور) قلبی (ذکر) نہیں رُکتا۔[۱۳۶]

ذکر قلبی و خفی کی وضاحت

فرمایا کہ اکثر آدمی قلبی ذکر کو خفی (ذکر) کہتے ہیں اور یہ (کہنا) غلط ہے، کیونکہ خفی کے معنی پوشیدہ کے ہیں (اور) ذکر قلبی اگرچہ غیر سے پوشیدہ ہے، لیکن فرشتوں اور شیطان سے

پوشیدہ نہیں، پس حقیقی خفاء (پوشیدگی) اس میں نہیں پائی جاتی۔

دراصل ذکر خفی سے مراد ذاکر (ذکر کرنے والے) کا مذکور میں گم ہونا ہے، تاکہ اسے اپنی اور ذکر کی کوئی خبر نہ ہو۔ [۱۳۷]

کیفیت ذکر

فرمایا کہ میرا حال ایسا ہے کہ ہر چند متوجہ قلب ہوتا ہوں، توجہ اور ذکر کا کوئی اثر نہیں پاتا، البتہ کسی وقت غیبت (غیر متوجہ ہونا) ہو جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ روئیں روئیں سے ذکر جاری ہے۔ [۱۳۸]

شب قدر کا پانا

فرمایا کہ شب قدر عجیب بابرکت رات ہے۔ اس میں دعا اور عبادت مقبول ہوتی ہے۔ اہل قرب کو اس رات عجیب کیفیت نصیب ہوتی ہے۔

(پھر) فرمایا کہ ایک بار میں جامع مسجد میں رات کو سویا ہوا تھا، اعتکاف کی حالت تھی۔ ایک شخص نے آ کر مجھے جگایا اور کہا: ''اُٹھیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت مرحومہ کے لیے دعا کیجیے''۔ میں اٹھا تو دیکھا کہ ہر طرف نور ہی نور ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ نور شب قدر کا ہے۔ [۱۳۹]

مرشد کی رضا و ناراضگی

فرمایا کہ پیر کی رضا خالق اور مخلوق کے ہاں مقبولیت کا ذریعہ ہے اور پیر کی ناراضگی خلقت اور مخلوق کی نفرت کا سبب ہے۔ [۱۴۰]

بنائے کار

فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں کہ اس طریقہ

(نقشبندیہ) میں بنائے کار اللہ رب العزت کی درگاہ میں عجز وانکسار اور مرشد کے ساتھ اخلاص پر ہے۔[۱۴۱]

آسان ترین، قریب ترین اور اللہ سے ملانے والا طریقہ

فرمایا کہ حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ روز سجدہ میں پڑ کر اللہ رب العزت کے حضور مناجات کی کہ اے اللہ العالمین مجھے نیا طریقہ عطا فرما جو سب (طریقوں) سے زیادہ آسان، سب (طریقوں) سے زیادہ اللہ کے قریب (کرنے والا) اور (سب سے زیادہ) اللہ تعالیٰ سے ملانے والا ہو، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور یہ طریقہ (نقشبندیہ) عطا فرمایا۔[۱۴۲]

طریقہ نقشبندیہ کا انتخاب

فرمایا کہ حضرت مرزا (جان جاناں شہید) صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے کسی نے عرض کیا کہ آپ نے یہ طریقہ (نقشبندیہ) مجددیہ کیوں اختیار کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اس طریقہ میں اتنی زیادہ ریاضت ومجاہدہ نہیں ہے اور میں نازک مزاج تھا، مجھ سے اور طریقوں کے مجاہدات نہ ہو سکتے۔[۱۴۳]

اہل محبت کے لیے آسانیاں

فرمایا کہ اہل محبت کو (بڑے بڑے) اعمال (ریاضتوں) کی ضرورت نہیں، ان کے لیے قلیل عمل ہی کافی ہوتا ہے، بلکہ (انھیں) قلیل کی بھی حاجت نہیں ہوتی۔

علماء کا پسندیدہ طریقہ

فرمایا کہ طریقہ نقشبندیہ علماء کو پسند ہے۔[۱۴۴]

طریقہ نقشبندیہ کی انفرادیت

فرمایا کہ جب حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے کمال کی شہرت پھیلی تو ایک زاہد آپ کے اوقات اور اعمال دیکھنے کے لیے آیا۔ اس نے آپ کو کوئی ریاضت اور مجاہدت کرتے نہ دیکھا۔ آپ نے سیدھی سادھی نمازیں پڑھیں اور رات کو عشاء کے بعد پلاؤ کھا کر سو رہے۔ رات کے تیسرے پہر میں نماز تہجد پڑھی۔ وہ زاہد حیران ہو گیا اور عرض کی کہ حضرت! میں رات بھر نہیں سویا اور ذکر کرتا رہا ہوں، جبکہ آپ نے شام کو پلاؤ کھایا اور رات کا زیادہ حصہ سوتے رہے، لیکن جو نور آپ میں ہے، وہ مجھ میں نہیں ہے۔ حضرت خواجہ (قدس سرہ) نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ اسی پلاؤ کا نور ہے۔[۱۴۵]

یادِ الٰہی کا سبق

فرمایا کہ ایک روز ایک ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ مجھے رب کی یاد سکھا دیں۔ میں نے کہا: ''اللہ اللہ دو ہزار مرتبہ ہر روز صبح کے وقت کہہ لیا کر''۔ اس نے کہا: ''اس لفظ سے تو یاد نہیں کروں گا''۔ میں نے کہا: ''اچھا قلب کی طرف متوجہ ہو کر دل سے تو ہی تو، تو ہی تو، کہتا رہ۔'' اس پر وہ راضی ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد اس کے دل میں توجہ الی اللہ پیدا ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔[۱۴۶]

کیفیت نورانی وذکر ایمانی

فرمایا کہ ایک ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ میں روزانہ پچاس ہزار بار اللہ اللہ کرتا ہوں، اس کی برکت سے ماسویٰ اللہ سے روگردانی ہو گئی ہے۔

(پھر) فرمایا کہ میں نے اپنی ان آنکھوں سے اس کے دل میں کیفیت دیکھی ہے، لیکن کفر کی وجہ سے وہ کیفیت دھندلی تھی (کیونکہ) نورانی کیفیت ذکر ایمانی کے سوا پیدا نہیں ہوتی۔

(پھر) فرمایا کہ اس ہندو سے مجھے ندامت آئی کہ باوجود کفر کے اندھیرے کے، وہ ایک دم بھی یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتا اور میں نورِ ایمان (رکھنے) کے باوجود غافل ہوں (یاد رہے کہ یہ بات آپ نے کسرِ نفسی کے طور پر فرمائی ہے)۔ [۱۴۷]

طالب خدا و کیفیت ذکر

فرمایا کہ طالب خدا کیفیت پرست نہیں ہوتا، ذکر کرنا چاہیے خواہ کیفیت پیدا ہو یا نہ ہو، ذکر فی نفسہ عبادت ہے۔ [۱۴۸]

ہر روز کا ذکر اسم ذات

فرمایا کہ ہر روز پچیس ہزار مرتبہ ذکر اسم ذات "اللہ اللہ" دل کے ساتھ کرنا ضروری ہے۔ [۱۴۹]

جمعیت باطنی

فرمایا کہ جمعیت باطنی کی تعریف یہ ہے کہ آئندہ و گزشتہ کی تشویش دل میں نہ آئے۔ [۱۵۰]

فقیر کون؟

فرمایا کہ فقیر دل کی مراد سے خالی ہونے کو کہتے ہیں، نہ کہ ہاتھ کے خالی ہونے کو۔ [۱۵۱]

تربیت جمالی و جلالی

فرمایا کہ تربیت کی دو قسمیں ہیں: تربیت جمالی اور جلالی۔ تربیت جمالی سے سب راضی رہتے ہیں اور یہ موافق نفس ہے، لیکن تربیت جلالی پر قائم رہنا نہایت دشوار اور دیندار لوگوں کا کام ہے۔ [۱۵۲]

حقیقت رضا

فرمایا کہ حقیقت رضا فنائے کامل کے سوا حاصل نہیں ہوتی اور اسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ رضا آخرت کے مقامات سے ہے۔[۱۵۳]

تصفیہ قلب کا عمل

فرمایا کہ اس زمانہ میں تصفیہ قلب کے لیے کوئی عمل اولیاء اللہ کے اذکار کی کتابوں کے مطالعہ سے بہتر نہیں ہے۔[۱۵۴]

مرشد کی دو نصیحتیں

فرمایا کہ میرے پیر نے مجھے دو نصیحتیں کی ہیں۔ایک یہ کہ لوگوں کے عیب کی نیکی کی طرف تاویل کرنا اور دوسرا یہ کہ اپنی نیکی کی عیب کی جانب تاویل کرنا۔(اس پر) میں نے عرض کیا کہ اس سے تو نیکی کے حکم کرنے کا عمل رک جائے گا۔(میرے پیرو) مرشد نے فرمایا کہ مجھے تو کسی میں بھی (عیب) معلوم نہیں ہوتا کہ اسے امر بالمعروف کیا جائے، ہر ایک کو نیک ہی جانتا ہوں۔[۱۵۵]

بارگاہ ایزدی سے ضرورت پوری ہونا

فرمایا کہ جس عمارت میں بیٹھے ہیں، جس دن ہم اس کی بنیادیں کھود رہے تھے تو معمار نے کہا کہ اس دیوان کی چھت کے لیے ۳۶ روپے درکار ہیں۔اس وقت ہمارے پاس ایک پھوٹی ہوئی کوڑی نہ تھی۔ بارگاہ ایزدی میں عرض کی، اسی وقت ضرورت کے مطابق روپیہ پہنچ گیا۔[۱۵۶]

فصل ہشتم:

کشف و کرامات

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) تحریر فرماتے ہیں:

سالکان راہِ الٰہی اور طالبان فیض نامتناہی سے مخفی نہیں ہے کہ خدا کی محبت اور اتباع سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جیسی کوئی کرامت اور خرق عادت نہیں ہے اور یہ دونوں امر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ''وجود باجود'' میں بدرجہ کمال پائے جاتے تھے۔ سب سے بڑی کرامت اور سب سے افضل خرق عادت تو طالبوں کے باطنوں پر تصرف اور ان کے سینوں میں حضرت سبحانہ کے فیض و برکات کا القا کرنا ہے اور یہ امور آپ سے اس قدر ظہور پذیر ہوئے کہ ان کی تحریر کے لیے دفاتر درکار ہیں۔

ہزاروں ارادت مندوں کے دل ذاکر کیے اور سینکڑوں جذبات و واردات الٰہیہ کو پہنچے اور بہت سے لوگوں کو مقامات و حالات عالیہ پر فائز کیا۔ بہت سے لوگ خواب میں آپ کا دیدار کر کے شرف یاب ہوئے اور طریقہ اخذ کیا اور عالی مقامات پر پہنچے اور اپنے وطنوں کو روانہ ہوئے۔ طالبوں کی کثرت کے باوجود ہر ایک کو توجہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچاتے اور ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچاتے۔ توجہ کی قوت سے برسوں کا کام تھوڑے ہی دنوں میں کر دیتے۔ اکثر فاسق و فاجر آپ کی توجہ شریف سے تائب ہو کر راہ راست، پر آئے اور کئی کفار آپ کی معمولی سی توجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔[۱۵۷]

ہندو کا مسلمان ہونا

ایک روز ایک ہندو برہمن کا خوبصورت لڑکا آپ کی مجلس شریف میں اتفاقاً آ گیا۔ تمام اہل محفل کی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں۔ آپ نے اس پر نظر عنایت ڈالی۔ اسی وقت اس نے زنار کفر اتار دی اور فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اپنے حسن کو نور اسلام سے جلا دے

کر بول اٹھا:

بنشین بہ گدایانِ درِ دوست کہ ہر کس

بنشست باین طائفہ شاہی شد برخاست

یعنی درِ دوست کے منگتوں میں شامل ہو جا، جو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہے، وہ بادشاہ بن کر اُٹھتا ہے۔[۱۵۸]

نرینہ اولاد کے لیے دعا وقبولیت

ایک صالحہ ضعیف عورت کا جوان بیٹا فوت ہو گیا۔ آپ اس کی تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ دوران تعزیت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ اس عورت نے عرض کیا کہ حضرت! میں اب بوڑھی ہو گئی ہوں اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہو گیا ہے، اب اولاد کہاں ہو گی؟ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ قادر ہے۔ بعد ازاں آپ وہاں سے اٹھ کر ایک مسجد میں تشریف لائے اور وضو فرما کر دو رکعت نماز پڑھی اور اس عورت کے ہاں فرزند ہونے کے لیے دعا فرمائی۔ دعا کے بعد آپ نے اپنے ہمراہی (میاں احمد یار صاحبؒ) سے فرمایا کہ اس عورت کی اولاد کے لیے جناب الٰہی میں عرض کی ہے۔ قبولیت دعا کا اثر ظاہر ہو گا اور ان شاء اللہ اس کے ہاں فرزند ہی پیدا ہو گا۔ اس کے بعد آپ کے فرمانے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا فرمایا اور وہ جوان ہوا۔[۱۵۹]

گمشدہ لڑکے کا مل جانا

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت! میرا لڑکا دو ماہ سے گم ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ وہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا لڑکا تو تیرے گھر میں ہے۔ وہ حیران ہوا کہ میں تو ابھی گھر سے آ رہا ہوں، لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ وہ گھر میں ہے۔ لہٰذا وہ حضرت کے فرمانے پر گھر گیا تو دیکھا کہ واقعی اس کا لڑکا گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔[۱۶۰]

ہر ایک کا اس کی تمنا کے مطابق پانا

ایک بار آپ کے چند خلفاء بہت دور سے آپ کے پاس آئے۔ وہ راستے میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ حضرت کا معمول ہے کہ قدم بوسی کے وقت آپ تبرک عنایت فرماتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ مجھے اس مرتبہ مصلٰی کی خواہش ہے، دوسرے نے کہا کہ میں کلاہ چاہتا ہوں، تیسرے نے بھی کسی چیز کی طلب کا خیال کیا۔ جب وہ آپ کے حضور پرنور میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہر ایک کو اس کی تمنا کے مطابق عنایت فرمایا۔[۱۶۱]

بیماری سے شفا نصیب ہونا

غریب اللہ نامی سقہ جو کہ آپ کی ہمسائیگی میں رہتا تھا، ایک روز شدید بیمار ہوا اور مرنے کے قریب لگتا تھا، اس کے رشتہ دار رات کے آخری حصہ میں اسے حضرت اقدس کے پاس لے گئے۔ آپ نے توجہ اور دعا فرمائی تو اسے عنایت الٰہی سے صحت کامل نصیب ہوگئی۔[۱۶۲]

درد کا رفع ہونا

مولوی کرامت اللہؒ جو کہ آپ کے خادم تھے، ایک روز ان کے پہلو میں شدید درد ہوا۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک درد کی جگہ پر رکھا اور دعا فرمائی تو اسی وقت اللہ کریم نے شفا نصیب فرما دی۔[۱۶۳]

آپ کی ناراضگی پر منصب سے معزولی

حکیم رکن الدین کو بادشاہ سے وزارت کا منصب حاصل ہوا تو آپ نے حکیم مذکور سے ایک عزیز کی (جائز) سفارش کی، لیکن اس نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی، جس پر حضرت اقدس کو دُکھ ہوا۔ چند روز کے بعد حکیم مذکور منصب وزارت سے معزول ہو گیا اور پھر کبھی اس منصب پر

فائز نہ ہو سکا۔

اسی طرح آپ دہلی کے صوبہ دار شاہ نظام الدین سے ناراض ہوئے تو وہ بھی معزول ہو گیا۔ [۱۶۴]

قید سے رہائی

میاں احمد یار صاحب کے چچا کو رقم لینے کے جرم میں بادشاہ نے گرفتار کر لیا۔ میاں احمد صاحب روتے ہوئے آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور صورت حال عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم چند لوگ جمع ہو کر قلعہ میں جاؤ اور اسے رہا کر کے لے آؤ۔ میاں صاحب موصوف نے عرض کیا کہ حضرت! قلعہ کے دروازے پر تو چوکی اور سپاہیوں کی پلٹن حفاظت کے لیے متعین ہے، لہٰذا ہم کیسے لا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تمھیں اس سے کیا مطلب؟ تم میرے کہنے پر جاؤ''۔ اس طرح وہ چلے گئے۔ دروازے کے نگہبانوں اور سپاہیوں کی پلٹن میں سے کسی نے انھیں نہ دیکھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟ آخر وہ اسے قید خانہ سے زندہ لے آئے، کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ [۱۶۵]

صحت نصیب ہونا

مولوی فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء) کے بیٹے بہت علیل تھے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور ان کے بیمار بیٹے کو کچھ پلایا ہے۔ جب صبح ہوئی تو اسے شفا نصیب ہو گئی۔ مولوی صاحب موصوف آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور کچھ رقم پیش کی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ ہماری رات کی عنایت کا شکرانہ ہے؟ [۱۶۶]

ہدایت نصیب ہونا

ایک عورت آپ کے پاس آئی اور عرض کی کہ حضرت! میرا بیٹا فوج میں نوکر تھا۔ اس کی نوکری جاتی رہی۔ اس نے تمام لباس ترک کر کے لنگوٹی پہن لی ہے اور دین و شریعت سے ہٹ

گیا ہے اور بھنگ پیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جائیں وہ بیٹھ گئی۔ جس سے اس کے تمام لطائف ذکر جاری ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے اس کے بیٹے کے حال پر توجہ فرمائی، جس کی برکت سے وہ فرقہ ملامتیہ کو چھوڑ کر راہِ راست پر آ گیا۔[۱۶۷]

توجہ کی برکات

مولوی کرامت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں آپ کے پاس تھا۔ میں نے بہت عجائبات کا مشاہدہ کیا۔ ایک مرتبہ نماز فجر کے بعد مراقبہ اور ذکر کے وقت میں بغل میں کتاب دبائے پڑھنے کے ارادہ سے جا رہا تھا۔ آپ کی نگاہ مبارک مجھ پر پڑ گئی۔ ناراض ہو کر فرمایا: ''بیٹھ اور (ذکر میں) مشغول ہو جا''۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اس لیے آیا تھا کہ کچھ بغیر محنت کے مل جائے، ورنہ محنت سے تو ہر جگہ مل جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں بحق بہاء الدین (نقشبند قدس سرہ) بغیر محنت کے ہی دوں گا، بیٹھ جاؤ''۔ اسی وقت توجہ عنایت فرمائی۔ میرے ہوش جاتے رہے کہ گویا میرا دل سینہ سے نکل گیا ہے۔ بڑی دیر کے بعد مجھے ہوش آیا۔ حضرت اقدس حلقہ سے فارغ ہو چکے تھے اور مجھ پر دھوپ آ گئی تھی اور آپ کے خاص اصحاب مثلاً (حضرت) شاہ ابو سعید سعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) حاضر تھے۔ میں شرمندہ ہوا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ کیا ہوا تھا؟ میں نے عرض کی: ''حضرت! نیند کا غلبہ ہو گیا تھا''۔ آپ تبسم فرمانے لگے۔[۱۶۸]

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارات مبارک

آپ نے فرمایا:

(۱) ایک روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فراق میں بے تابی کے عالم میں میں نے اپنے سر پر خاک ڈال لی۔ چونکہ یہ امر شروع میں اچھا نہیں ہے، اس لیے میرے باطن میں ظلمت پیدا ہو گئی۔ اسی اثناء میں میں نے خواب میں میر روح اللہ کو جو کہ حضرت شہید (میرزا جانجاناں مظہرؒ) کے مخلص تھے، دیکھا کہ وہ کہتے ہیں: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے

انتظار میں تشریف فرما ہیں''۔ میں نہایت شوق سے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (میرے ساتھ) معانقہ فرمایا۔ معانقہ تک آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی شکل شریف میں رہے، اس کے بعد سید میر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی شکل اختیار فرمالی۔[169]

(۲) ایک روز خواب میں میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ''من رانی فقد رأی الحق'' آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہی حدیث ہے؟ فرمایا: ''ہاں''۔

ترجمہ حدیث: جس نے (خواب میں) مجھے دیکھا، اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا (مشکوٰۃ شریف، باب رؤیا، ص ۳۹۴)۔

(۳) (میرا) معمول تھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روح مبارک پر ہمیشہ تسبیح و تحمید پڑھا کرتا تھا، لیکن ایک مرتبہ مجھ سے یہ عمل نہ ہوسکا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اسی شکل (مبارک) میں جو شمائل ترمذی میں مذکور ہے، تشریف لائے اور شکایت فرمائی۔

(۴) ایک مرتبہ مجھ پر دوزخ کی آگ کے خوف کا شدید غلبہ ہوا تو میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرمارہے ہیں کہ جو ہم سے محبت رکھتا ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

(۵) ایک بار میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی تو آپ نے فرمایا کہ تیرا نام عبداللہ اور عبدالمہیمن ہے۔[170]

فصل نہم:

خلفائے عظام

حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۲ ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ/ ۹ر اکتوبر ۱۷۸۲ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام زکی القدر اور کنیت ابوسعید تھی۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور بعد ازاں قاری نسیم رحمۃ اللہ علیہ سے تجوید سیکھی اور قرآن خوانی کے حسن ترتیل میں قاریوں کے لیے رونق افزا ہوئے جو کوئی بھی آپ سے قرآن مجید سنتا محو ہو جاتا تھا۔

آپ فرماتے تھے کہ مجھے قرآن مجید اچھا پڑھنے کے سلسلے میں اپنے اوپر اعتماد نہیں تھا۔ آخر بعض عربوں نے حرم محترم میں مجھ سے قرآن سنا اور تعریف کی، کیونکہ مجھے اہل عجم کی تحسین پر مطلق اعتماد نہیں تھا۔

قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد علوم عقلیہ ونقلیہ میں بہرہ حاصل کیا۔ اکثر درسی کتب مفتی شرف الدین حنفی رام پوریؒ (م ۱۲۶۸ھ/ ۵۲-۱۸۵۱ء) اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۲ء) کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء) سے پڑھیں۔ خود فرماتے ہیں کہ قاضی (مبارک) شرح سلم انہی سے پڑھی ہے، نیز صحیح مسلم کی سند بھی انہی سے لی اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، اپنے ماموں گرامی حضرت شاہ سراج احمد مجددیؒ (۱۱۷۶-۱۲۳۰ھ) بن مولانا محمد مرشدؒ (۱۱۷-۱۲۰۱ھ) اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۳ء) سے بھی علم حدیث حاصل کیا۔

تحصیل علم کے دوران ہی خدا طلبی کی ارادت پیدا ہو گئی۔ پہلے اپنے والد گرامی ہی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ پھر ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سے بیعت ہوئے۔ بہت جلد منازل سلوک طے کیں، یہاں تک کہ ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۵ء میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ضمنیت کا شرف بخشا۔ اپنے آخری ایام حیات میں جب حضرت شاہ غلام دہلویؒ بیمار ہوئے تو آپ نے انھیں کئی خطوط لکھے اور انھیں جلد دہلی شریف پہنچنے کی تاکید فرمائی۔ ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

''میں دیکھتا ہوں کہ اس عالی شان خاندان کے آخری مقامات کا منصب آپ سے متعلق و وابستہ ہوا اور قیومیت آپ کو عطا ہوئی۔''

اس مکتوب گرامی کے ملنے پر آپ فوراً دہلی شریف میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کو اپنا جانشین بنایا۔

آپ نے حجاز مقدس کے سفر حج سے واپسی پر بروز ہفتہ یکم شوال ۱۲۵۰ھ/۳۱ جنوری ۱۸۳۵ء کو ریاست ٹونک (ہندوستان) میں رحلت فرمائی اور آپ کی نعش مبارک وہاں سے دہلی شریف لا کر حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک چبوترے میں دفن کی گئی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

ہدایت الطالبین (فارسی) آپ کی معروف تصنیف ہے۔

آپ کے بیشمار خلفائے عظام تھے جن کا فیض برصغیر پاکستان و ہندوستان سے لے کر ترکستان تک پھیلا ہوا تھا۔

آپ کے صاحبزادوں کے نام گرامی حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالمغنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اوّل الذکر دو صاحبان نابغہ روزگار ہوئے۔[۱۷۱]

آپ کے مفصل حالات راقم الحروف کی کتاب تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ نقشبندیہ مجددیہ، موسیٰ زئی شریف (ص ۶۷-۹۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یکم ربیع الاوّل

۱۲۱۷ھ/ ۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت ''مظہر یزدان'' سے برآمد ہوتی ہے۔ اپنے والد ماجد کی تربیت سے قرآن شریف حفظ کیا۔ عقلی علوم مولانا فضل امام خیر آبادیؒ (م ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹ء) اور مفتی شرف الدین حنفی رام پوریؒ (م ۱۲۶۸ھ) وغیرہما سے پڑھے۔

حدیث شریف حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۳ء) کے تلامذہ مثلاً مولانا رشید الدین خان دہلویؒ (م ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء) بن امین الدینؒ وغیرہ سے پڑھی۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۴ء ہی میں آپ کے والد گرامیؒ نے حج کے لیے روانہ ہوتے ہوئے، خانقاہ مظہری کی تولیت آپ کے سپرد فرمادی تھی۔ یکم شوال ۱۲۵۰ھ/ ۳۱ جنوری ۱۸۳۵ء کو حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا اور بعد ازاں آپ باقاعدہ خانقاہ مظہریہ شریف کی مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد پیش آمدہ حالات کے پیش نظر آپ نے محرم ۱۲۷۴ھ/ اگست/ ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی شریف سے حرمین الشریفین کی طرف ہجرت فرمائی۔

اس سفر میں اوّل آپ راستے کے بے شمار مصائب کے باوجود اپنے خلیفہ نامدار حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۸ء) کے پاس ان کی خانقاہ واقع موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے اور اپنے مریدین اور خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف اور خانقاہ غنڈان شریف (قندھار) کی تولیت حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمائی اور اپنے دست خاص سے یہ تحریر حضرت حاجی صاحبؒ کو عنایت فرمائی:

> ''اپنے مریدوں کو جو کہ ہندوستان اور خراسان میں سکونت رکھتے ہیں (کہتا ہوں) کہ وہ مقبول بارگاہ احد (یعنی اللہ تعالیٰ) حاجی دوست محمد صاحب کو میرا خلیفہ سمجھیں اور ان سے توجہات حاصل کیا کریں۔''

آپ نے حضرت حاجی صاحب کو اپنی ضمنیت کا شرف بخش کر خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف کے مکانات اور تسبیح خانہ بھی عنایت فرمادیے۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے ایک خلیفہ حضرت مولانا رحیم بخش اجمیری ہرصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۳ھ/ ۶۷-۱۸۶۶ء) کو اسی وقت حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی سے خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف جانے کا حکم فرمایا اور وہ روانہ ہو گئے۔

بعد ازاں حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ مع اہل وعیال حرمین الشریفین کے لیے روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ میں قیام فرما ہوئے۔ آپ کے ان مقامات مقدسہ میں قیام فرما ہونے کے باعث یہاں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو بہت زیادہ ترویج وترقی ہوئی۔

آپ نے ۲ ربیع الاوّل ۱۲۷۷ھ/ ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء کو مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے جوار میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

آپ کی اولاد امجاد میں حضرت عبدالرشیدؒ، حضرت عبدالحمیدؒ، حضرت محمد عمرؒ، حضرت محمد مظہرؒ اور ایک صاحبزادی صاحبہ تھیں۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) سعید البیان فی مولد سید الانس والجان (اردو، مطبوعہ)

(۲) الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی)

(۳) اثبات المولد والقیام (عربی، مطبوعہ)

(۴) الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ (فارسی)

(۵) انہار اربعہ (فارسی)

(۶) تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین (فارسی، مطبوعہ)

(۷) مجموعہ مکتوبات (فارسی)

آپ کے اسی خلفاء کے احوال مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ میں محفوظ ہیں۔ [۱۷۲]

آپ کے مفصل احوال راقم الحروف کی کتاب تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ص ۱۰۱-۱۴۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سید احمد کردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے بغداد میں حضرت مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ کیا، پھر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے دہلی شریف آ کر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا کسب کیا۔ راستے میں بیمار ہو گئے تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شفایابی کے لیے درود شریف کی تعلیم فرمائی، جس کی برکت سے شفا نصیب ہو گئی۔[۱۷۳]

حضرت میاں احمد یار رحمۃ اللہ علیہ

آپ سوداگر تھے۔ تمام نسبت نقشبندی مجددی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ آپ کی قبر مبارک بھی خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف میں ہے۔[۱۷۴]

حضرت سید اسماعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے پہلے حضرت مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر نقشبندی مجددی نسبت حاصل کی۔ ایک روز خواب میں حضرت سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ دہلی جاؤ اور شاہ غلام علی سے نسبت مجددی کا کسب کرو۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم پر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ اجازت وخلافت کا شرف پایا اور وطن چلے گئے۔ آپ کا کشف ووجدان صحیح تھا۔

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے جامع مسجد (دہلی شریف) میں موجود آثار نبویہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کے لیے گئے اور واپس آ کر حضرت اقدس کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ اگرچہ وہاں حضرت رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلم کی برکات محسوس ہوتی ہیں، لیکن وہاں کفر کی ظلمت بھی موجود ہے۔ اس کی تحقیق کرائی گئی تو وہاں بعض

اکابر کی تصاویر کی موجودگی کا علم ہوا۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں بادشاہ کو لکھا تو وہ تصویریں وہاں سے باہر نکالی گئیں۔[۱۷۵]

حضرت مولوی بشارت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے اپنے خسر حضرت مولانا نعیم اللہ بہڑا یچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/ ۰۴-۱۸۰۳ء) سے بیعت کی۔ بعد ازاں گویا حضرت بہڑا یچیؒ کی وفات کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت اقدسؒ نے آپ کے حال پر خاص عنایت فرمائی اور یہ حضرت اقدسؒ کے مکتوبات گرامی (نمبر ۸۱، ۱۰۵، موجود مکاتیب شریفہ، ص ۳۶، ۷۰) سے عیاں ہے۔ ایک مکتوب میں حضرت اقدسؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ''مولوی صاحب (بشارت اللہ) میرے اصحاب میں ممتاز ہیں، علم ظاہری میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ان کی نسبت (نسب) حضرت شیخ بڈھن بہڑا یچی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔''

آپ نے بہڑا یچی میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی خوب اشاعت فرمائی اور ۱۲۵۴ء/ ۳۹-۱۸۳۸ء میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

آپ کے ایک صاحبزادے حضرت ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ۱۳۰۵ھ/ ۸۸-۱۸۸۷ء میں بقید حیات تھے اور حضرت مولانا نعیم اللہ بہڑا یچیؒ کے مزار کے متولی تھے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے دو مکتوبات گرامی (نمبر ۸۱، ۱۰۵) آپ کے نام ہیں اور ایک مکتوب گرامی (نمبر ۴۲) آپ کی والدہ محترمہ کے نام ہے۔[۱۷۶]

حضرت ملا پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے سلوک کی تعلیم حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں رہ کر حاصل کی۔ آپ کو عجیب قسم کا استغراق حاصل تھا۔ آپ حضرت میرزا مظہر جان جاناں

شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار انور پر بیٹھتے اور کہتے ہیں کہ ساری رات اس طرح گزر جاتی اور اگر بارش بھی آجاتی تو آپ کو اس کی پروانہ ہوتی۔ کشمیر میں آپ کو بہت شہرت حاصل ہے۔[177]

حضرت شیخ جلیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے خاص خادم تھے۔قوی نسبت کے مالک تھے۔ حضرت اقدسؒ کی ان پر خاص عنایت تھی۔

ایک شخص نے حلقہ ذکر میں جب کہ آپ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے روبرو بیٹھے ہوئے تھے، آپ کو تلوار ماری تو آپ حضرت اقدسؒ کے پاؤں مبارک پر گر پڑے اور فوراً شہید ہو گئے۔ حضرت اقدسؒ کے آخری ایام میں یہ واقعہ پیش آیا۔

آپ کی قبر مبارک بھی حضرت میرزا جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پائیں میں ہے۔[178]

حضرت مولانا خالد شہروزی کردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ خالد بن احمد بن حسین شہروزی کردی شافعی کے نام سے معروف تھے، اور ابوالبہاء ضیاء الدین، بہاء الدین اور شیخ الطریقہ النقشبندیہ کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، سلیمانیہ کے قریب علاقہ شہرزور کے قصبہ قرہ طاغ میں ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء میں پیدا ہوئے۔ وقت کے معروف اساتذہ سے مروجہ علوم کی تعلیم حاصل کی اور معقولات، ریاضیات اور ہیئت وغیرہ میں بھی کمال پیدا کیا۔ حدیث کی پچاس کتابوں کی سند حاصل کی۔ مشہور عالم تھے اور ہر فن میں عجیب استعداد رکھتے تھے۔

تحصیل علوم کے بعد سلیمانیہ واپس آگئے اور یہاں کے مدرسہ میں تدریس کا شغل اپنایا اور حکمت، علم کلام و بلاغت کی انتہائی کتابیں پڑھاتے رہے۔

۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۶ء میں حج بیت اللہ وزیارت حرمین الشرفین سے مشرف ہوئے۔ مکہ معظّمہ میں دہلی شریف جانے کا غیبی اشارہ پایا۔ پہلے شام واپس آئے۔ خدا طلبی کا جذبہ دل میں

موجزن تھا۔ اتفاق سے یہاں حضرت میرزا رحیم اللہ بیگ رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) جو کہ جہاں گشت تھے، سے آپ کی ملاقات ہوگئی۔ ان سے کامل مرشد کی غیر موجودگی کی شکایت کی۔ انہوں نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کیا۔ لہٰذا یہ سن کر آپ ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء میں درس وتدریس ترک کر کے دہلی شریف کی طرف روانہ ہوئے اور ایران وافغانستان سے ہوتے ہوئے اور ہر جگہ اپنے علم کا سکہ منواتے ہوئے، لاہور کے راستے سے پورے ایک سال کی مدت میں ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں دہلی شریف حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

جب پشاور پہنچے تو حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔ بیدار ہوئے تو لطائف خمسہ کو اپنے سینے میں جاری پایا۔ جب آپ حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں دہلی شریف میں خانقاہ مظہریہ شریف پر حاضر ہوئے تو وہی صورت مبارک جو خواب میں دیکھی تھی، سامنے پائی۔ اس سے آپ کا اشتیاق سوگنا زیادہ بڑھ گیا۔ گو حضرت شاہ صاحبؒ ہر طالب خدا کو مساوی توجہ دیتے تھے، لیکن آپ کی غربت، مسافرت اور استعداد فطرت کو دیکھ کر آپ سے بے حد شفقت فرماتے اور مربیانہ ممتاز بٹھاتے۔

آپ نے عربی زبان میں قصیدہ شوقیہ کہا، جس میں اپنے ورود دہلی شریف کے تاثرات بیان کیے، اس کا مطلع ہے:

کملت مسافۃ کعبۃ الآمال
حمداً لمن قد من بالا کمال

یعنی میں نے امیدوں کے کعبہ کی مسافت کو طے کرلیا ہے اور تعریف ہے اس ذات کی جس نے مجھے یہ مسافت مکمل کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

آپ نے علاوہ ازیں بھی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں طویل عربی وفارسی قصائد کہے ہیں۔[۱۷۹]

ایک روز حضرت شاہ لام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ جس

وقت مولانا خالد رومی جو ایک بے نظیر فاضل تھے، یہاں تشریف لائے، ہم نے انھیں کہا تھا کہ تمھیں تو ہم قطب بنا دیں گے۔ بعض حضرات ہماری بات پر ہنس پڑے اور مولانا (خالد) بھی متعجب ہو گئے۔ آخر جو کچھ ہم نے کہا تھا، وہی ہوا۔ اب وہ اپنے علاقے کے قطب ہیں۔[180]

ایک دفعہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خوش بختی تھی کہ حضرت مجددؒ آپ کے مرید ہوئے اور حضرت مجدد کی خوش بختی تھی کہ سید آدم بنوریؒ آپ کے مرید ہوئے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مولانا خالد میرے مرید ہو گئے ہیں۔[181]

آپ نو ماہ تک حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں رہ کر کسب و اخذ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کرتے رہے۔ آپ اپنے ملک میں حضرت اقدسؒ کے فیض وارشاد کا آوازہ سن کر ہمہ تن شوق و بے قراری بن کر خانقاہ مظہریہ شریف میں یوں آ پڑے تھے کہ کسی اور جانب کا دھیان ہی نہ رہا۔

جو لوگ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بدگوئی کرتے وہ آپ کو خنزیر کی صورت میں نظر آتے، جس سے آپ کا اعتقاد اور بڑھ گیا۔ خانقاہ مظہریہ کے لیے پانی مہیا کرنے کی خدمت آپ نے اپنے ذمہ لی اور حضرت اقدسؒ کے حلقہ میں، جوتوں کی قطار کے پیچھے گردن جھکا کر بیٹھا کرتے تھے۔

اس عرصہ میں آپ کی یکسوئی کا عالم یہ تھا کہ دہلی شریف کے علماء و مشائخ جو آپ کے فضل و کمال کی شہرت برسوں سے سنتے تھے، ملنے آتے تو آپ ان سے فرما دیتے کہ فقیر جس مقصد کے لیے آیا ہے، اس کے حصول کے بغیر کسی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ مسند وقت سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے کہ القادم یزار (یعنی باہر سے آنے والے سے ملنے خود جاتے ہیں) اور حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگرد رشید تھے، حضرت مولانا خالد رومیؒ سے عرض کیا کہ استاد الہند آپ کی ملاقات کے لیے آئے ہیں تو فرمایا کہ سلام کہیں اور عرض کریں کہ مقصد براری کے بعد میں خود حاضر خدمت ہوں گا۔

آپ ہندوستان کے علماء میں سے صرف حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے تھے اور ان سے آپ نے صحاح ستہ کی اجازت بھی لی تھی۔ [۱۸۲]

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بہت عنایات فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال سے کم وقت میں تصوف کے پانچ سلاسل میں اجازت و خلافت کا شرف حاصل کیا اور اپنے پیرومرشد نے آپ کو اپنے وطن واپس جانے کا حکم فرمایا۔ روانگی کے وقت آپ کو حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) کے مزار مبارک تک وداع کرنے گئے اور خدا کے سپرد فرمایا۔ پھر رخصت کرتے وقت حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو اپنے وطن کی قطبیت عنایت فرمائی۔

آپ اپنے وطن کو روانہ ہوئے۔ پہلے بغداد پہنچ کر تربیت و ارشاد کا سلسلہ شروع فرمایا۔ پانچ مہینے وہاں قیام کر کے وطن واپس ہوئے۔ ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء میں پھر بغداد واپس ہوئے، وہاں ان کی قبولیت اور رجوع عام دیکھ کر لوگوں کو حسد ہوا اور ان کے خلاف ایک فتنہ کھڑا کیا گیا، والی بغداد سعید پاشا کی طرف سے بعض علماء کو اس کی تردید کا اشارہ ہوا، علمائے بغداد نے اپنی مہروں سے مزین کر کے ان کی برأت اور ان کے عالی مرتبہ ہونے کا فتویٰ دیا۔ کردوں، اہل کرکوک، اربل، موصل، عمادیہ، عنیتاب، حلب، شام، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور بغداد کے ہزاروں آدمیوں نے آپ سے نفع حاصل کیا۔

کہتے ہیں کہ اپنے وطن واپس پہنچ کر انہوں نے بہت ریاضتیں کیں۔ وہاں خلق کا اتنا ہجوم ہو جاتا کہ گویا سلطنت آپ ہی سے متعلق ہے۔ آپ کے خلفاء اور پھر خلفاء کے خلفاء ہزاروں تھے۔ ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء تک آپ کے مریدین کی تعداد ایک لاکھ تھی اور عالم اسلام کے ایک ہزار متبحر عالم آپ سے فیضیاب ہو چکے تھے۔

آپ کے قیام بغداد (۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء) کے دوران آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ایک ہزار صاحب تصنیف علماء آپ کے حلقہ بگوش ہو کر ہمہ وقت سامنے کھڑے رہتے تھے۔ [۱۸۳]

جب آپ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک کی جانب متوجہ ہوتے تو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے کہ فرماتے ہیں کہ ہماری طرف

توجہ کرو۔

آپ کا گھوڑا بھی مشتبہ چارہ نہیں کھاتا تھا۔ آپ سے بہت زیادہ کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ اتنی عزت تو وہاں کے رئیسوں کی بھی نہیں تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد کے والی سے ناراض ہو کر اسے اپنی مجلس سے نکال دیا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ کا نام لیا تو بے ہوش ہو گئے۔

شیخ عبدالوہابؒ جو آپ کے خلیفہ، صاحب کرامت اور مرجع خلائق تھے، آپ سے منحرف ہو گئے۔ ان کی نسبت سلب ہوگئی اور لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو گئے، یہاں تک کہ ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۴ء میں حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ جب حج پر تشریف لے گئے تو شیخ عبدالوہابؒ ہزار عجز و انکسار سے پیش آئے تو حضرت شاہ ابو سعیدؒ نے از سر نو ان کو توجہات دیں، پھر وہ مقبول ہوئے اور چند سال بعد رحلت فرمائی۔

آپ نے اپنے اکثر مریدوں کو حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی اطاعت کا حکم دیا تھا۔ آپ کے جو مرید عرب سے آتے، وہ کہتے کہ مولانا خالد رومی آپ (حضرت شاہ ابو سعید) کو مقدم سمجھتے ہیں۔

آپ نے آخر میں شام کو اپنا مستقر بنالیا اور ۱۲۳۸ھ/۲۳-۱۸۲۲ء میں اپنے خلفاء و مریدین کے ایک جم غفیر کے ساتھ شام کا سفر فرمایا اور ملک شام گویا آپ پر اُمڈ آیا، سلوک و ارشاد کے ساتھ علوم شرعیہ کی اشاعت اور مساجد کی دوبارہ آبادی و رونق کی طرف بھی متوجہ رہے۔

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء) نے اپنا ایک خواب حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا کہ میں نے (آج رات) خواب میں دیکھا ہے کہ:

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے اور میں ان کی نماز جنازہ پڑھ رہا ہوں۔ اس پر حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ میری رحلت کا اشارہ ہے، میں ان کی اولاد ہوں، یہ خواب انہوں نے مغرب کے وقت بیان کیا تھا اور حضرت مولانا خالد

رومی رحمۃ اللہ علیہ نے عشاء کی نماز پڑھ کر وصیت فرمائی اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ بعدازاں گھر تشریف لے گئے، اسی رات ۱۴ ذی قعدہ ۱۲۴۲ھ/ ۱۰/اگست ۱۸۲۷ء کو طاعون کا حملہ ہوا اور شہادت پائی اور قاسیون کے دامن میں دفن ہوئے۔[۱۸۴] فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

آپ کثیر التصانیف تھے اور عربی و فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اشعار کو حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ (م۸۸۹ھ/۱۴۹۲ھ) کے ابیات سے مناسبت دیتے تھے۔ انہوں نے جو قصائد (عربی و فارسی) حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی مدح میں کہے ہیں وہ امیر خسروؒ (۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء) اور مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے ان منظومات سے کسی طرح کم نہیں ہیں جو انہوں نے سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (م۶۳۶ھ/ ۱۲۳۸ء) اور خواجہ عبیداللہ احرارؒ (م۸۹۵/۱۴۹۰ء) کی مدح میں کہے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) نے آپ کے قصائد در مدح حضرات نقشبندیہ کو فردوسی طوسی (م۴۱۱ھ/۱۰۲۰ء) اور فرزدق (م۱۱۴ھ/۳۳-۷۳۲ء) پر سبقت دی ہے۔

آپ کا فارسی دیوان ترکی سے ۱۹۵۵ء/۷۴-۱۳۷۳ھ میں طبع ہوا۔ علاوہ ازیں آپ کی تصانیف میں درج ذیل کتب ورسائل شامل ہیں:

(۱) رسالہ اعتقادیہ (فارسی)، قلمی مخزونہ کتاب خانہ عارف حکمت، مدینہ منورہ۔

(۲) رسالہ عرفانی (فارسی) ایضاً۔

(۳) شجرات منظوم طریقہ نقشبندیہ (فارسی)، قلمی مخزونہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران۔

(۴) سلسلہ طریقہ نقشبندیہ (فارسی)، مطبوعہ قاہرہ، ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۶۰ء، ۴۱۵ص۔

(۵) شرح مقامات حریری (عربی)

(۶) شرح العقائد الہندیہ (عربی)

(۷) رسالہ فی اثبات مسئلہ الارادۃ الجزئیہ (عربی) مطبوعہ۔

(۸) العقد الجوہری فی الفرق بین کسبی الماتریدی والاشعری (عربی)۔

(۹) جلاء الاکدار (عربی)۔

(۱۰) بغیہ الواجد فی مکتوبات حضرت مولانا خالد (عربی) مطبوعہ۔

(۱۱) الرسالۃ الخالدیہ فی آداب الطریقہ النقشبندیہ (عربی)۔

(۱۲) فرائد الفوائد (شرح حدیث جبریلؑ) (عربی)۔

(۱۳) شرح اطباق الذہب (مصنفہ جار اللہ الزمخشری)، مع ترجمہ لغت فارسیہ۔

(۱۴) تعلیقات حاشیہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی علی الخیالی (عربی)۔

(۱۵) حاشیہ علی جمع الفوائد من الحدیث (عربی)۔

(۱۶) حاشیہ علی النہایہ فی فقہ الشافعی (عربی)۔

(۱۷) رسالہ فی اثبات الرابطہ (عربی)۔

(۱۸) رسالہ فی آداب المرید (مطبوعہ روس)۔

(۱۹) حاشیہ تتمہ سیالکوٹی لحاشیہ عبدالغفور علیٰ جامی (عربی)۔[۱۸۵]

آپ کے احوال و مناقب اور آثار پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ علامہ ابن عابدینؒ مشہور بہ علامہ شامی مصنف ''ردالمختار'' شرح ''الدرالمختار'' آپ کے شاگرد اور دست گرفتہ تھے، انہوں نے آپ کے مناقب میں ایک رسالہ ''سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندیؒ'' (عربی) لکھا جو مجموعہ رسائل ابن عابدین، طبع جدید سہیل اکیڈمی، لاہور میں شامل ہے۔ یہ اس رسالہ کے رد میں لکھا گیا ہے جو بعض حاسدوں نے حضرت مولانا خالد رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں تحریر کیا تھا۔ اس کے آخر میں علامہ ابن عابدینؒ نے آپ کے احوال و مناقب بھی جمع کیے تھے۔

علامہ ابن عابدینؒ کے معاصر اور مشہور ادیب و شاعر شیخ عثمان بن سند النجدی نے ایک کتاب ''اصفی الموارد فی سلسال احوال الامام خالد (عربی) لکھی تھی۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے خلیفہ حضرت شیخ حسین الدوسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب ''الاساور العسجدیہ فی المآثر الخالدیہ'' (عربی) کے نام سے آپ کے حالات میں لکھی۔
شیخ محمود آلوسی (م ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء) نے کتاب: الفیض الوارد علیٰ روض مرثیہ مولانا خالد (عربی) تحریر کی۔

آپ حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام کرتے تھے اور اپنے اکثر مریدوں کو ان کی اطاعت کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ آپ کا ایک مکتوب گرامی حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے نام یہاں تبرکاً پیش ہے:

''مرکز دائرۂ غربت و مہجوری خالد کردی شہرزوری، عالی مخدومی جناب ابی سعید مجددی معصومی کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اگرچہ آپ کے آباء و اجداد کرام جو فیوض حضرت قبلہ عالم روحی فداہ (حضرت شاہ غلام علیؒ) کی ہمت سے، جو اس مقصر اور گمنام کو ملے ہیں وہ احاطہ تحریر اور حوصلہ تقریر سے خارج ہیں، لیکن:

بفحوای مالا یدرک کله لا یترک کله.:

یعنی بقول کہ جو چیز پوری حاصل نہ کی جا سکے، اسے بالکل چھوڑنا بھی نہ چاہیے۔
شکر گزاری کے طور پر آپ کے حضور عرض کرتا ہوں کہ تمام مملکت روم، عربستان، دیار حجاز، عراق اور قلمرو عجم کے ممالک اور تمام کردستان یک قلم طریقہ عالیہ (نقشبندیہ مجددیہ) کے جذبات و تاثیرات سے سرشار اور حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس اللہ سرہ السامی کی مدح سرائی محافل، مجالس، مساجد اور مدارس میں شب و روز اس طرح زبان زدِ خاص و عام ہے کہ گویا کسی صدی میں دنیا کے اور کسی ملک میں اس زمزمہ کی نظیر نہ دیکھی گئی اور نہ ہی سنی ہے اور نہ فلک نے ایسی رغبت اور اجتماع دیکھا ہے۔

چونکہ حضرت صاحب قبلہ (شاہ غلام علی دہلویؒ) کی بہت رغبت اس مہجور مسکین کے دل میں تھی، اس لیے گستاخی کرتے ہوئے آنجناب اور تمام احباب کی فرحت افزائی ہے۔ ہر چند اس قسم کے امور کا اظہار گستاخی اور خود بینی ہے، میں اس سے شرمندہ ہوں، لیکن دوستوں کی رعایت کو مقدم جانتے ہوئے بے ادبی ہوئی ہے، ورنہ ان امور کو تحریر میں لانا مجھ نالائق سے بعید از قیاس تھا۔

امیدوار ہوں کہ آپ (حضرت اقدس سے) ملاقات پر یا بذریعہ مکتوب جیسا کہ آپ کی عادت کریمہ ہے، اس مسکین و ذلیل کے ذکر جمیل بہ حضور حضرت بافر و سعادت حضرت صاحب قبلہ کونین (شاہ غلام علی دہلویؒ) سے کوتاہی نہیں فرمائیں گے اور کسی تقریب سے ہمیں اس آستانہ میں جو خوش قسمت اور صادقین کے لیے مخصوص ہیں، یاد فرمائیں گے اور خود بھی کبھی کبھی (اپنی) نیم نگاہی سے ہم بے نواؤں کے دل سے سیاہی کا زنگ دور فرمائیں گے اور کیا لکھوں، مہیمن منعم (اللہ تعالیٰ) آپ کو اپنی پناہ اور پیران کرام کی ہمت کا ضمنی بنائے۔ بمنہ انتہا''[۱۸۶]

حضرت مولانا خالد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بھی خط و کتابت ہوتی تھی۔ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے ان کے نام تین مکاتیب ملتے ہیں جو مکاتیب شریفہ میں زیر نمبر ۲۳، ۳۸، ۱۱۰ شامل ہیں۔

حضرت ملا خدا بردی ترکستانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حین حیات، حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے لکھنو میں تعلیم سلوک حاصل کی۔

آپ سے بلغار وغیرہ کے لوگوں نے بہت فوائد حاصل کیے۔[۱۸۷]

حضرت مرزا رحیم اللہ بیگ مسمی بہ محمد درویش عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ روزگار ترک کر کے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور نسبت نقشبندیہ مجددیہ حاصل کی۔ اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ سیاہ گدڑی پہن کر حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے لیے گئے۔ اکثر اسلامی شہر اور ممالک مثلاً روم، شام، حجاز مقدس، عراق، مراکش، ماوراء النہر، خراسان اور ہندوستان کی سیر کی تھی اور کہتے تھے کہ حضرت شاہ غلام علی جیسا شیخ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ والدین سے حقوق معاف کروالیے تھے۔

نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے سلسلے میں آپ کو کوئی خوف نہیں تھا۔ والی ہرات شہزادہ کامران آپ کے مخلصوں میں سے تھا۔ آپ اس کا سخت اور بے باک الفاظ میں احتساب فرماتے تھے۔ اسی طرح ترکستان کا والی بھی آپ کا معتقد ہو گیا تھا۔ شرعی امور میں احتساب کی وجہ سے ہر جگہ سے ناراض ہو کر چلے آتے۔ قہقند کے بادشاہ سے بھی جو کہ آپ کا بہت مخلص تھا، رنجیدہ ہو گئے۔ آخر شہر سبز میں قرار ملا۔ وہاں کے حاکم نے ایک بڑا گاؤں ان کی نذر کیا اور وہاں سے اپنی حکومت اٹھالی۔ آخری عمر میں نکاح کیا اور ہر آنے جانے والے کی خدمت اپنے ذمہ لے لی، اس لیے وہ مقام آستانہ بن گیا۔ شافعی مذہب اختیار کیا۔ اس لیے بخارا وغیرہ میں آپ کا لقب شافعی ہے۔ شہر سبز کے والی سے بعض حکام دشمنی رکھتے تھے، انہوں نے آپ کو خفیہ طور پر قتل کر دیا، اس طرح آپ نے شربت شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔[۱۸۸]

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تک یوں ہے:

حضرت رؤف احمد ابن حضرت شعور احمد ابن حضرت محمد شرف ابن حضرت شیخ رضی الدین ابن حضرت شیخ زین العابدین ابن حضرت شیخ محمد یحییٰ ابن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ محرم ۱۲۰۱ھ/ ۶ نومبر ۱۷۸۶ء مصطفیٰ آباد، المعروف بہ رامپور میں ہوئی۔

جد بزرگوار نے آپ کا تاریخی نام رحمٰن بخش (۱۲۰۱ھ) رکھا۔ جب سن تمیز کو پہنچے اور علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو آپ کے دل میں راہ فقر اور عشق مولیٰ کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ عنایت ازلی نے دستگیری کی اور پہلے پہل ان کے ساتھ حضرت شاہ فیض بخش المقلب بہ حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء) جو کہ مادر زاد ولی تھے، کے آستانہ فیض پر پہنچے اور سلسلہ قادریہ میں ان کے ہاتھ مبارک پر بیعت فرمائی اور پندرہ سال تک ان سے کسب فیوض و برکات کرنے کے بعد تعلیم طریقہ کی اجازت کا شرف پایا اور چھ سلاسل قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ (صابریہ و چشتیہ نظامیہ)، سہروردیہ، کبرویہ اور مداریہ میں مجاز طریقت قرار پائے۔

حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد القائے ربانی سے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے بیعت کی اور مشیخیت چھوڑ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے تمام مقامات شروع سے آخر تک ان کی خدمت میں رہ کر نئے سرے سے اخذ و کسب کیے اور ان سے مذکورہ بالا چھ سلاسل اور سلسلہ قلندریہ میں بھی اجازت مطلقہ اور خلافت عامہ سے سرفراز ہوئے۔

حصول خلافت کے بعد آپ بلدہ بھوپال میں جا کر مقیم ہو گئے۔ وہاں آپ کو قبول عام نصیب ہوا۔ امراء اور فقراء آپ کے حلقہ میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک عرصہ تک یہاں مسند ارشاد کو زیب و زینت بخشی اور یہاں ایک خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ کی بنیاد رکھی جس کو حضرت پیر ابو احمد مجددی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۲ھ/ ۲۴-۱۹۲۳ء) اور ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اپنے وقت میں آباد کیا۔

آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور مکتوبات کو جمع کیا اور ان کے حالات میں کتاب جواہر علویہ تصنیف فرمائی۔ آپ بے نظیر شاعر تھے اور اُردو و فارسی میں کامل شہرت رکھتے تھے اور رافت تخلص کیا کرتے تھے۔

آخری عمر میں حرمین الشریفین کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا اور حجاز مقدس اور کعبۃ اللہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ بندر لیث، واقع ملک یمن کے قریب پہنچے تو ۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء

میں اس جہانِ پر ملال سے قرب الٰہی میں رحلت فرمائی اور بیر علی جس کا لقب یلملم ہے، میں آخری آرام آ گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

آپ کے سال وفات میں اختلاف ہے۔ آپ کے شاگرد عبدالغفور نساخ نے آپ کا سال وفات ۱۲۴۸ھ اور مولانا ابوالحسن ندویؒ نے ۱۲۶۶ھ لکھا ہے۔

آپ ایک عالم، مدرس، مفسر، فقیہ، محدث، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ، واقف فنون ظاہریہ و رسمیہ تھے۔ آپ کی ایک رباعی ملاحظہ فرمائیں:

چون رشتہء اخلاص دو عالم بشکست — در راہ محبت الٰہی بنشست
رافت نہ تقدم و تاخر این جاست — آن دم کہ گسست درھماندم پیوست

آپ کثیر التصانیف تھے۔ چند کتب کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) دیوان شعر:

بقول نساخ فارسی میں ایک اور ریختہ میں چھ دیوان اور ہر فن میں آپ کے دو رسالے یاد گار ہیں، جمیع اصناف سخن پر قادر تھے۔

(۲) ارکان الاسلام (اُردو):

مطبع نظامی کانپور سے طبع ہوا۔ اس کے علاوہ فقہ میں اور بھی رسائل ہیں۔

(۳) تفسیر رؤفی (اُردو):

آپ نے ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء میں شروع کی جو مختلف عوارض کی وجہ سے ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۳ء میں اختتام کو پہنچی۔

(۴) رسالہ تفسیر تبارک الذی:

اس کا خطی نسخہ کتب خانہ رضا، رام پور لائبریری میں محفوظ ہے۔

(۵) صادقہ مصدقہ:

قلمی مخزونہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور۔ ۃ

(۶) مراتب الوصول:

قلمی مخزونہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور۔

(۷) سلوک العارفین:

قلمی مخزونہ کتاب خانہ رضا، لاہور۔

(۸) شراب رحیق:

قلمی مخزونہ کتاب خانہ رضا، رام پور۔

(۹) رسالہ سلوک:

قلمی مخزونہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور۔

(۱۰) سواح حیات حضرت شاہ درگاہیؒ:

(۱۱) مثنوی اسرار:

(۱۲) معراجنامہ (اُردو):

(۱۳) مثنوی یوسف زلیخا:

(۱۴) جواہر علویہ:

(احوال مشائخ نقشبندیہ خصوصاً حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، اُردو ترجمہ مطبوعہ لاہور، ۱۹۱۹ء/ ۳۸-۱۳۳۷ء۔

(۱۵) درالمعارف (ملفوظات شاہ غلام علیؒ):

ترکی، مکتبہ الحقیقہ دار الشفقۃ، استانبول، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء

(۱۶) مکاتیب شریفہ (شاہ غلام علی دہلویؒ):

جامع شاہ رؤف احمد مجددیؒ، لاہور، ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء۔ [۱۸۹]

حضرت شاہ شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مولد موضع اچڑی، علاقہ پگلی (پنجاب) ہے، قوم تاجیک سے تھے۔ اپنے پیر بھائی حضرت مولوی آخوند شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم کی۔

آپ نے حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر سلوک شروع کیا۔ اس کے بعد حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ سے توجہات لیں۔ پھر اجازت و خلافت لے کر حرمین الشریفین چلے گئے۔ وہاں سے شرف اندوز ہو کر براستہ کرنال ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء میں حیدر آباد دکن پہنچے۔ وہاں دو سال قیام کے بعد گولکنڈہ چلے گئے۔

ارشاد میں کامل تھے۔ دکن کا ہر چھوٹا بڑا اخلاص سے پیش آیا۔ ان کی خانقاہ میں ایک سو پچاس طلبہ وظیفہ خوار تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بڑے تکلف سے کرتے تھے۔ دنیا سے قطع تعلق رہتے تھے اور سخاوت بہت زیادہ کیا کرتے تھے اور آپ دونوں پاؤں سے معذور تھے۔

بخارا، کابل، قندھار اور پشاور وغیرہ سے علماء و فضلا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ ڈیڑھ سو سال کا مجمع اہل حق آپ کے ہاں ہوتا تھا۔ نواب افضل الدولہ مغفرت مکان آپ ہی کے معتقد تھے۔

آپ نے ۲۸ جمادی الاوّل ۱۲۷۰ھ/ ۲۶ فروری ۱۸۵۴ء کو رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔ نواب افضل الدولہ کے استاد محمد حسین نے آپ کے مزار پر گنبد تعمیر کرایا۔

آپ کے خلفائے عظام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت مولوی محمد عثمان پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت میر اشرف علی حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت مولوی عبدالرحیم حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت مولوی عبدالقوی رحمۃ اللہ علیہ (برادر حضرت مولوی عبدالرحیمؒ مذکور)۔ (۵) حضرت مولوی محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (۶) حضرت مولوی محمد حسین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۷) حضرت مولوی محمد فضل اللہ

عرف فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۸) حضرت مولوی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (۹) حضرت مولوی فضل علی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰) حضرت میر رفعت علی نبیرہ نواب فتح الدولہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۱) حضرت پیر عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ (۱۲) حضرت مولوی اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳) حضرت مولوی نیاز محمد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴) حضرت حکیم میر آصف علی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵) حضرت مولوی محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ (۱۶) حضرت مولوی سعید الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ (مصنف مناظرہ طریقت، مطبوعہ)۔ (۱۷) حضرت مولوی محمد نعیم المعروف بہ مسکین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۴ھ)۔ (۱۸) حضرت سید محمد بادشاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۷ھ)۔[۱۹۰]

حضرت آخوند شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم حاصل کر کے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آستانہ بوسی سے مشرف ہوئے۔ نسبت کے کسب کی اجازت ملی۔ آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تمام ظاہری علوم بھول گئے۔ حال یہ ہو گیا تھا کہ علم نحو کی آسان ترکیب بھی مشکل نظر آتی تھی۔ پھر آپ نے علم ظاہر کی طرف رجوع کیا، تا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ تلف ہو جائے۔ بعد ازاں ہزاروں طلبہ کو علم سے بہرہ ور کیا۔ آپ اپنے شاگردوں کو تقویٰ اور اچھے کاموں کا حکم دیتے تھے۔ آپ کی مجلس میں اگر کوئی دوسرے طالب علم کی غیبت کرتا تو آپ اسے جرمانہ کرتے۔

آپ عمر کے آخری حصہ میں بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ کتابیں فروخت کر دیں اور درس و تدریس ترک کر دیا اور گویا تلاوت قرآن شریف اور فرض نماز کے سوا کوئی اور کام نہیں تھا۔

آخر ہندوستان کی سکونت کو جو کہ دارالحرب ہو چکا تھا، مکروہ خیال کرتے ہوئے عین بیماری کی حالت میں ہجرت کی نیت سے حرمین الشریفین کی طرف روانہ ہوئے، لیکن شہر ملتان پہنچ کر رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۱۹۱]

حضرت میر طالب علی مشتہر بہ مولوی عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء) سے حدیث کی پچاس کتب کی سند لی۔ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں دہلی شریف حاضر ہوئے۔ اس طرح ظاہری علوم سے فراغت کے بعد نسبت قلبی کا کسب کیا۔ بعد ازاں حرمین الشریفین چلے گئے۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو ملک یمن کے شہر زبید میں خوب رواج دیا۔ روایت ہے کہ آپ اس ملک کے قاضی بھی رہے۔[۱۹۲]

حضرت مولوی عبدالرحمٰن شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت سے بزرگوں کے پاس گئے کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ آخر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں آئے۔ سلوک کی تکمیل کے بعد خلعت خلافت سے مشرف ہوئے۔ اہل دنیا سے عجیب قسم کی خلوت اور بے تعلقی رکھتے تھے، جیسے کہ ان سے کسی قسم کا التفات نہیں ہے۔ فرخ آباد کے نواب خادم حسین خان شوکت جنگ (۱۸۱۳-۱۸۲۳ء) نے کتنی آرزوئیں کیں اور حاضر ہوا لیکن آپ نے کسی قسم کے التفات کا اظہار نہ فرمایا۔

آپ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ ضلع فرخ آباد اور شاہجہان پور (دہلی شریف) میں خوب مروج ہوا۔ آپ سے اجازت یافتہ حضرات کی نسبت قوی اور کشف صحیح تھا۔ آپ سے بہت لوگوں نے فیض پایا۔[۱۹۳]

حضرت شاہ عبدالرحمٰن مجددی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۶۶-۱۲۵۱ھ/۱۷۵۲-۵۳ء-۳۶-۱۸۳۵ء) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی اولاد میں سے تھے، شجرہ نسب درج ذیل ہے:

''حضرت شاہ عبدالرحمٰن بن شاہ سیف الرحمٰن بن شیخ کلمۃ اللہ بن خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ اسرارہم''۔

آپ علوم عقلی و نقلی، فقہ و حدیث، تفسیر اور تصوف کے جامع تھے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ سیف الرحمٰنؒ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے مرید تھے اور آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے بیعت کی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کسب واخذ کیا اور خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔

جالندھر میں آپ کے بکثرت مریدین تھے اور انھیں دوابہ جالندھر میں قبول عام حاصل تھا۔ تہذیب اخلاق میں بے نظیر تھے۔ پنجاب کے لوگ آپ کے اخلاق پر شیفتہ تھے اور بہت سے مرید بھی تھے۔ آپ ایک بار حج کے لیے گئے تھے اور پھر وطن واپس آئے۔ پھر حج کے ذوق کا غلبہ ہوا اور حرمین الشرفین تشریف لے گئے۔ واپس آتے ہوئے سندھ پہنچ کر راستے ہی میں ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۱۹۴]

حضرت مرزا عبدالغفور بیگ خورجوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ جوانی ہی سے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمت شریف میں رہنے لگے اور بہت سی عنایات حاصل کیں۔ آپ کی توجہ شریف سلب امراض میں اکسیر تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ اکثر مریض آپ کی خدمت میں بھیجتے تھے کبھی ایک ہی توجہ میں مرض سلب کر لیتے تھے۔ جب میر تقی (سر سید احمد خان کے والد) اور ان کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو سلب مرض کے لیے ان کے مکان پر بھیجتے اور آپ ہمیشہ جب تک کہ بیمار کو صحت نہ ہوتی برابر تشریف لاتے تھے۔

ایک شخص حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں داخل ہوا تو اسے فرمایا کہ مرزا عبدالغفور بیگ کے پاس جاؤ، تاکہ لطائف جاری ہو جائیں۔ آپ نے ایک ہی توجہ میں اس کے لطائف جاری کر کے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت شاہ

صاحب نے دیکھتے ہی معلوم کر لیا۔

آپ کے مریدوں کو کشف حاصل تھا اور عجائب و غرائب بیان کرتے تھے۔ آپ کو روحوں سے ملاقات کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ آپ کی صاجزادی صاحبہؒ نے بیان کیا کہ چوری شدہ مال فلاں جگہ موجود ہے۔ آپ کے بعض خلفاء ترکستان میں بہت مشہور ہیں۔

''شیخ زمن'' سے آپ کی تاریخ وصال ۱۰۰۷ھ (۱۵۹۹ء) نکلتی ہے۔ آخر شوال یا ذیقعدہ کی یکم کو بلادخورجہ (ہندوستان) میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَه۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مریدوں، جن میں میاں محمد اصغر اور احمد یار کے علاوہ غالباً محمد جان بھی شامل ہیں، نے مجھ سے توجہات لی ہیں۔ [۱۹۵]

حضرت ملا عبدالکریم ترکستانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور نسبت حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ سے توجہات لیں۔ اجازت لے کر رخصت ہوئے۔ شہر سبز میں ان کا طریقہ خوب مروج تھا۔ ہزاروں طلبہ ان کے حلقہ بگوش ہوئے۔ عظیم خانقاہ، دیہات (خانقاہ سے متعلق زمین) اور لنگر خانہ بھی تھا۔ شہر کا والی (امیر) ان کا بہت مخلص تھا۔ [۱۹۶]

حضرت سید عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے پہلے حضرت مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ فیض کیا اور پھر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلافت واجازت کا شرف پایا۔ [۱۹۷]

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ تقریباً ۱۲۰۲ھ/ ۸۸-۱۷۸۷ء میں قصور میں شیخ غلام مصطفیٰؒ بن شیخ غلام مرتضیٰؒ (م ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۵ء) کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے اجداد میں سے حاجی حافظ قاری عبدالملکؒ نے عہد شاہجہان میں سندھ سے قصور سکونت اختیار کر لی تھی۔ حاجی عبدالملکؒ کے پوتے شیخ غلام مرتضیٰؒ تھے جو ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے روزگار تھے، انہوں نے پنجاب میں سکھوں سے تنگ آ کر پشاور ہجرت کر لی تھی اور احمد شاہ ابدالی (۱۱۳۶-۱۱۸۴ھ/ ۱۷۲۴-۱۷۷۳ء) جب پنجاب آیا تو اس نے یہاں کے جن علمائے کرام سے مذہبی مسائل میں مشورت کی تھی، ان میں مولانا غلام مرتضیٰؒ کا نام بھی شامل تھا۔

آپ کی عمر ایک سال تھی کہ آپ کے والد شیخ غلام مصطفیٰؒ نے ۱۲۰۳ھ/ ۱۷۸[illegible]ء میں رحلت فرمائی اور یوں آپ کے چچا مولانا محمد قصوریؒ (م ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) نے آپ کی پرورش کی اور آپ کو مروجہ علوم کی کتابیں پڑھائیں۔ آپ نے ان سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مکتوبات بھی سبقاً پڑھے اور سلسلہ قادریہ کے اشغال و اوراد بھی سیکھے۔ بعد ازاں ان سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور انہوں نے آپ کو خلافت و اجازت سے مشرف کر کے اپنا قائم مقام نامزد کیا۔ ان کی زندگی ہی میں آپ کو اتنی مقبولیت ہوئی کہ بہت سے اضلاع کے طالبان حق آپ سے بیعت ہوئے، لیکن اس کے باوجود آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے کے آرزومند تھے۔

آپ ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۵ء میں بانس بریلی میں اپنے عزیزوں سے ملنے گئے تو واپسی پر حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت مبارک میں دہلی شریف حاضری دی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ پر بڑی مہربانی و شفقت فرمائی، چونکہ اس وقت آپ کے اوّلین مرشد و چچا مولانا محمد قصوریؒ بقید حیات تھے، لہٰذا آپ نے ان کے ادب کی وجہ سے حضرت شاہ صاحبؒ

سے سلسلہ ارادت قائم نہ کیا۔ جب (۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء میں) آپ کے چچا مکرم نے رحلت فرمائی تو آپ دوبارہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی شریف میں حاضر ہوئے۔ آپ سلسلہ قادریہ میں بیعت ہونے کی غرض سے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حاضرین سے فرمایا کہ آج امر عظیم کا ظہور ہونے والا ہے کہ ایک فاضل ہم سے اخذ طریقہ کرے گا۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے آپ کے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لیے اور اللہ رب العزت کے حضور زاری کرتے ہوئے فرمایا: ''الٰہی! جو فیض حضرت غوث الاعظمؒ کو اپنے آبائے کرام سے وراثت میں اور اپنے دوسرے مرشدوں سے عنایت کے ذریعے نصیب ہوا اور علاوہ ازیں جو فیض انہوں نے اپنے کسب سے حاصل کیا، وہ تمام ان کو نصیب فرما''۔

پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کا ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور فرمایا کہ تمہارے ہاتھ کو ہم نے حضرت غوث الاعظمؒ کے ہاتھ میں دے دیا، ہر دینی اور دنیاوی کام میں وہ تمہارے ممدو معاون ہوں گے۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے سر مبارک سے کلاہ اتار کر آپ کے سر پر پہنا دی اور فاتحہ خیر پڑھی۔ پھر آپ مسلسل گیارہ ماہ حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر اخذ و کسب فیوض و برکات کرتے رہے۔ ۲۷ شعبان ۱۲۳۳ھ/ ۲ جولائی ۱۸۱۸ء کو حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو القا و حلقہ کی اجازت عنایت فرمائی۔ پھر ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۳۳ھ/ ۳۱ جولائی ۱۸۱۸ء کو حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور یہ خرقہ مبارک خود اپنے مبارک ہاتھوں سے پہنایا۔ حضرت شاہ رؤف احمد رافت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) اور حضرت مولوی محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ نے خرقہ پہنانے میں مدد کی۔ نماز عید الاضحیٰ کے لیے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں گئے وہاں مولانا قصوریؒ بھی حاضر تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد انبوہ کثیر حضرت شاہ صاحبؒ کی قدم بوسی کے لیے اُمڈ پڑا۔ عین اژدہام میں حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی (غلام محی الدین) قصوری کہاں ہیں؟ آپ حاضر خدمت ہو کر دولت قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ حضرت شاہ

صاحبؒ نے آپ کو اپنے سینہ مبارک سے چمٹا کر توجہ قوی سے القا فرمایا۔ اس وقت دہلی شریف کے مفتی صاحب حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت شاہ صاحبؒ نے پھر حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کو طلب فرمایا اور مفتی صاحب سے فرمایا کہ تین چار ماہ ہوئے ہیں کہ یہ مولوی قصور سے آیا ہے اور فقط تین ماہ میں مجھ سے کسب نسبت کی ہے اور اتنی قلیل مدت میں اس درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ تم چھ سال میں بھی وہ مقام حاصل نہیں کر سکتے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا کہ مولوی صاحب مولویت چھوڑ دو اور آہ سیکھ لو۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے (یوں) فرمانے کے دوسرے دن ہی آہ کے ماہ کا نور آپ کے دل پر چمکنے لگا۔ آپ نے اسی وقت آہ کی تعریف میں یہ شعر کہے:

مدے کہ طرفہ بر سر آدم کشیدہ اند — آن مد آہ دان کہ پیش آفریدہ اند

مد آہی گر نبودے بر سر آدم پدید — او آدم بودے کہ یعنی چرم گاؤ گوسپند

ایک روز حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین محفل کی موجودگی میں خواجہ نجیب الدین خان قصوریؒ کی طرف متوجہ ہو کر نہایت بشاشت سے فرمایا کہ غلام محی الدین کو کس جگہ کا پیر بنایا جائے۔ خواجہ موصوف نے عرض کی کہ انھیں پیر قصور بنا دیں۔ آپ نے بڑے جلال سے فرمایا: ”بڑے پست ہمت ہو، ہم تو اسے سارے پنجاب کا پیر بنائیں گے، یہ لاہور کے بھی پیر ہیں، ملتان کے بھی پیر ہیں اور بٹالہ کے بھی پیر ہیں“۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تحریری خلافت نامہ عنایت کیا، جس میں آپ کو ”جامع کمالات فضائل ظاہر و باطن“ کا لقب عطا فرمایا۔

آپ کا تیسری بار دہلی شریف میں ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱ء میں جانا ہوا۔ دہلی شریف کے قیام میں آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) سے صحاح ستہ کی سند حاصل کی۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات پسندیدہ اور اخلاق حسنہ سے نوازا تھا، اتباع شریعت ہر حال و قال میں فرماتے تھے۔ ایسی گفتگو جسے شطحیات صوفیہ کہا جاتا ہے، سے مکمل

پرہیز کرتے تھے۔ اپنے عقیدتمندوں کی اصلاح تربیت کے لیے دور ونزدیک کے سفر اختیار فرماتے تھے۔ رمضان شریف کا پورا مہینہ موضع مٹھہ ٹوانہ، ضلع خوشاب میں گزارتے تھے، لاہور میں مزنگ میں قیام فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں پاک پتن، بھیرہ، نمک میانی، شاہ پور، چوہڑکانہ، ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان وغیرہ میں اکثر جانا ہوتا تھا۔

آپ نے قصور میں تیس برس تک مسند دعوت وارشاد کو رونق بخشی اور بے پناہ دینی اور روحانی خدمت انجام دیں۔ بالآخر ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۷۰ھ/ ۱۶ راگست ۱۸۵۴ء کو عین زوال کے وقت، بحالت مراقبہ تقریباً ۶۹ برس کی عمر میں رحلت فرمائی اور قصور میں ہی آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

آپ کے قطعہ ہائے تاریخ ولادت اور وصال درج ذیل ہیں:

آن شاہ والا غلام محی الدین — مرشد دین، رہبر ہر خاص و عام
داد ساقی از دل ودرست اُو — از شراب معرفت پر کردہ جام
چو بہ دنیا آمد آن مرد سخی — بخشش آمد سال تولیدش تمام

۱۲۰۲ھ

ہست خورشید معلیٰ رحلتش
(۱۲۷۰ھ)
ذات حقانی است ہم اے نیک نام

آپ کی اولاد امجاد میں ایک صاحبزادے حضرت حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۵-۱۲۹۴ھ/ ۱۸۱۹-۱۸۷۷ء) اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین وخلیفہ تھے۔

آپ کے دیگر خلفاء میں آپ کے بھانجے، داماد اور شاگرد تھے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۵ھ/ ۹۸-۱۸۹۷ء)، حضرت مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۳۴-۱۳۰۶ھ/ ۱۹-۱۸۱۸-۱۸۸۸ء)، للہ شریف، تحصیل پنڈ دادن خان، ضلع جہلم، حضرت مولانا حافظ غلام مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۱-۱۳۲۱ھ/ ۳۶-۱۸۳۵ء-۱۹۰۳ء)، بیر بل شریف، تحصیل بھلوال، ضلع سرگودھا اور حضرت حافظ نور الدین چکوڑوی رحمۃ اللہ علیہ، ضلع گجرات نے خوب شہرت پائی۔ علاوہ درج ذیل حضرات گرامی بھی آپ کے خلفائے عظام میں شامل ہیں۔

حضرت مولانا علم الدین رحمۃ اللہ علیہ برادر گرامی حافظ نور الدین چکوڑوی۔

حضرت حافظ محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ برادر گرامی حافظ نور الدین چکوڑوی۔

حضرت مولانا مفتی غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ، نمک میانی۔

حضرت صاحبزادہ غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ، نمک میانی۔

حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ، مرالی، نزد ڈیرہ اسماعیل خان۔

حضرت مولانا بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ، اوچ لدھے کی، نزد میانی، مضافات لاہور۔

حضرت مولانا محمد اشرف بھیروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۲ء)۔ یہ آپ کے شاگرد تھے اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی فیض یافتہ تھے۔

حضرت مولانا کرم الٰہی بھیروی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولانا عطاء اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولانا محمد صالح کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولانا سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ، کانگڑہ والے۔

آپ نے بہت سی کتب تصانیف فرمائیں، جن میں سے اکثر ضائع ہو گئی ہیں۔ درج ذیل کا ذکر ملتا ہے:

(۱) شرح گلستان سعدی:

مصنفہ ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی مخطوطہ کتاب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں محفوظ ہے۔

(۲) رسالہ علم میراث:

مصنفہ رمضان ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء بخط مصنفؒ، قلمی مخطوطہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں موجود ہے۔

(۳) تحفہ رسولیہ:

(منظوم فارسی) مناقب و معجزات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء میں اپنے صاحبزادہ حضرت حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے ایک سال پہلے تصنیف کیا اور اس میں اپنے ہاں فرزند کی بشارت سنائی اور اپنے ہونے والے فرزند کو نصائح تحریر فرمائیں۔ بارہا طبع ہوا ہے، ایک مرتبہ مطبع محمدی نے لاہور سے ۱۸۹۱ء/ ۱۳۰۸ھ میں شائع کیا تھا۔ مولانا غلام رسول گوہر نقشبندی مرحوم نے اس کا اردو ترجمہ مراۃ الجمال کے نام سے ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں قصور سے شائع کیا۔

(۴) زادالحاج (منظوم، پنجابی):

مسائل حج و زیارت حرمین الشریفین، اس کا قلمی مخطوطہ ذخیرہ حافظ محمود شیرانی، پنجاب یونیورسٹی لاہور میں زیر نمبر ۷۶۶ محفوظ ہے۔

(۵) رسالہ نظامیہ (منظوم، فارسی):

وحدت الوجود کی بحث میں، بفرمائش شیخ معاصر سید نظام الدین کھیم کرنیؒ (م ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء)۔

اس کا ایک قلمی مخطوطہ کتاب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم (لاہور) میں محفوظ ہے۔

(۶) سلالۃ المرورہ فی تجویز اسماء المشہورہ (نثر، فارسی):

اس کا قلمی مخطوطہ حضرت مولانا غلام نبی اللہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں محفوظ ہے۔

(۷) حلیہ مبارک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم:

اس کا قلمی مخطوطہ ذخیرہ شیرانی، پنجاب یونیورسٹی لاہور میں زیر نمبر ۱/ ۶۲۸۰ محفوظ ہے۔

(۸) الفاظ چند:

اس کا قلمی مخطوطہ زیر نمبر ۳/ ۳۳۶۵ ذخیرہ شیرانی میں پنجاب یونیورسٹی لاہور میں محفوظ ہے۔

(۹) دیوان حضور قصوری (فارسی و پنجابی):

اس کا موضوع نعت اور مناقب بزرگان ہے۔ اس کے بعض حصے مولانا غلام رسول گوہر نقشبندی مرحوم نے اُردو ترجمہ کے ساتھ ''احسن الکلام گوہر نظام'' کے نام سے ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں قصور سے طبع کیے تھے۔

(۱۰) اسرار الحقیقہ (مدح):

اس کا قلمی مخطوطہ کتاب خانہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سراجی رحمۃ اللہ علیہ، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں محفوظ ہے۔

(۱۱) خطبات حضوری:

(مجموعہ خطبات عیدین و جمعہ)، مطبوعہ لاہور۔

(۱۲) مکاتیب طیبہ:

(مجموعہ مکتوبات)، اس میں آپ نے اپنے شیخ و مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر احباب کے نام اپنے مکتوبات جمع کیے ہیں۔ اس میں حضرت مولانا غلام نبی اللّٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء)، مولانا محمد صالح گنجاہیؒ اور مولانا غلام محمدؒ کے نام مکتوبات ملتے ہیں۔

اس کا قلمی مخطوطہ ذخیرہ شیرانی، پنجاب یونیورسٹی لاہور میں زیر نمبر ۵۱/۷/ ۳۷۸۴ محفوظ ہے۔

(۱۳) مکاتیب شریفہ بنام حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ:

جامع حضرت مولانا غلام نبی للّٰہیؒ، قلمی مخطوطہ ذخیرہ شیرانی، پنجاب یونیورسٹی لاہور میں محفوظ ہے۔

(۱۴) مکتوبات بنام مولوی محمد صالح کنجاہیؒ:

اس کا قلمی مخطوطہ محترم پروفیسر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری، گجرات کے کتابخانہ میں محفوظ ہے۔

(۱۵) مکتوبات بنام مولوی غلام محمدؒ:

اس کا قلمی مخطوطہ جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی، لاہور کے کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔

(۱۶) مجموعہ مکتوبات حضرت قصوری بنام یاران خود:

متفرق مکتوبات کا مجموعہ، جامع پروفیسر محمد اقبال مجددی۔

(۱۷) بیاض نظم ونظر ۱۲۳۲-۱۲۶۹ھ:

اس میں اپنے معاصرین کے سنین وفات وغیرہ نظم کیے ہیں۔ قلمی مخطوطہ کتاب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، لاہور میں محفوظ ہے۔

(۱۸) ملفوظات شریفہ ۱۱۷۳ھ/ ۱۷۵۹ء (فارسی):

یہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے ملفوظات ہیں جو آپ نے جمع کیے ہیں۔ جناب اقبال احمد فاروقی کے ترجمہ اور پروفیسر محمد اقبال مجددی کے مقدمہ وحواشی سے مکتبہ نبویہ، لاہور سے ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں طبع ہوئے۔

آپ نے اپنے علمی ذوق کی خاطر ایک گراں قدر ذاتی کتاب خانہ بنایا تھا، جسے آپ کے وصال کے بعد حوادث روزگار نے خراب کر ڈالا۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کتابخانہ بہت عزیز تھا۔ انہوں نے اپنی وفات سے قبل اس کی چابیاں اپنے نواسے کو عنایت فرمائیں۔ اس میں فقہ، حدیث اور تصوف کے اہم نوادرات محفوظ

تھے جو زمانے کے نشیب و فراز کا شکار ہوتے رہے اور بچا کھچا ورثہ ۲۵ محرم ۱۳۹۴ھ/ ۱۸ فروری ۱۹۷۴ء کو کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام میں محفوظ ہوا۔ [198]

حضرت ملا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا تعلق ضلع اٹک سے تھا۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مبارک میں حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے نسبت حاصل کی اور پھر اپنے وطن واپس جا کر لوگوں کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات سے مستفید کرتے رہے۔ زیارت حرمین الشرفین سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے واپس آتے ہوئے راستے میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔ [199]

حضرت میاں میر قمر الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ قادریہ کے بزرگوں میں سے تھے اور پہلے طریقہ مجددیہ کے منکر تھے۔ (پھر) پشاور سے آ کر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ارادتمندی میں شامل ہوئے اور بالآخر اجازت طریقہ کا شرف حاصل کر کے واپس ہوئے۔

آپ بروز اتوار ۸ جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۶ر اپریل ۱۸۱۵ء کو اپنے پیرومرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف میں حاضر تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو اپنے اوقات ضائع نہیں کرنے چاہئیں۔ اوقات کا ضیاع درجات کے نقصان کا موجب ہے۔

بروز منگل ۱۰ جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ کو حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ متوجہ رہو، ہم ہمت کریں گے کہ تمہارے لطائف خمسہ عالم، لطیفہ نفس اور عناصر ثلاثہ ایک (ساتھ طے) ہو جائیں۔

بروز جمعرات ۱۲ جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ کو آپ نے اپنے پیرومرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ

عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (کرامؓ) میں شامل ہیں یا تابعین میں؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ چھوٹی عمر کے صحابہ (کرامؓ) میں شامل ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث شریف: ''دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ'' (جامع الترمذی، نمبر ۲۵۱۸، ص ۵۷۲) یعنی جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر اس کو اختیار کر لو جس میں شک نہ ہو، روایت فرمائی ہے۔ نیز (حضرت امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کے مسلک میں جو دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے وہ بھی آپ نے روایت فرمائی ہے، جو یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ، فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ (جامع الترمذی، نمبر ۴۶۴، ص ۱۲۳):

- ترجمہ: ''اے اللہ! مجھے بھی ان لوگوں کے زمرہ میں ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت عطا فرمائی ہے، اور مجھے بھی ان لوگوں میں عافیت دے، جن کو تو نے عافیت عطا فرمائی ہے اور میرا بھی تو والی بن جیسا کہ تو (ان کا) والی بنا ہے اور جو تو نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس میں برکت عطا فرما اور جو تو نے فیصلہ فرمایا ہے، مجھے اس کے شر سے محفوظ فرما، بے شک تو ہی فیصلہ فرماتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور تو جس کا دوست ہو وہ ذلیل نہیں ہو سکتا، اے ہمارے پروردگار تیری ذات پاک بہت ہی بابرکت اور بلند و بالا ہے، میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی دو احادیث مبارک روایت ہیں۔

روز جمعہ ۴ جمادی الآخر ۱۲۳۱ھ/۲ مئی ۱۸۱۶ء کو آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ

اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فنا کو عود (حاصل) ہے اور عدم کو عود (حاصل) نہیں! حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ وجود عدم کو عود (حاصل) ہے اور وجود فنا کو عود (حاصل) نہیں، مرتبہ عدم اوّل ہے اور مرتبہ فنا آخر، جب مسلسل اعدام (جمع عدم) آتے ہیں تو فنائے فنا حاصل ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں یہ شعر پڑھا:

وصل اعدام گر توانی کرد

کار مردان مردوانی کرد

یعنی اگر تو وصل اعدام (حاصل) کر سکے تو (گویا یوں) تو نے جوانمرد مردوں کا کام کیا۔[۴۰۰]

حضرت مولوی کرم اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد گرامی مولانا عبداللہؒ ہندو تھے اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے ہاتھ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور غالباً حضرت فخر جہاں شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء) کے مرید تھے۔ مولانا عبداللہ ذی علم اور بلند درجہ شخصیت کے مالک تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی انھیں کے لیے تصنیف فرمائی تھی۔

آپ کی ولادت و پرورش دہلی شریف میں ہوئی۔ علوم ظاہری کی تحصیل حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۰ھ/۱۵-۱۸۱۴ء) بن حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء) سے کی اور حضرت شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) سے بھی پڑھا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی، فقہ و حدیث اور تفسیر و قرأت قرآن مجید میں وحید العصر اور فرید الدھر تھے۔ اکثر اہل دہلی باواسطہ یا بلاواسطہ فن قرأت اور وجوہات سبعہ میں آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ نے تحصیل علوم ظاہری کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم باطنی کی تکمیل فرمائی اور خرقہ خلافت و اجازت کا شرف پایا۔ آپ نے ۴۳

برس کی عمر میں حج بیت اللہ کی سعادت پائی اور واپس آ کر خلق کثیر کو فیضیاب کیا۔ پھر حرمین الشریفین کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا اور دوسری بار عازم حرمین الشریفین ہوئے اور راستہ میں سورت (ہندوستان) پہنچ کر سرطان کے عارضہ میں شعبان ۱۲۵۲ھ/نومبر ۱۸۳۶ء میں رحلت فرمائی اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَه۔ [۲۰۱]

حضرت ملا گل محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ غزنی سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا کسب واخذ کیا۔ مقامات نقشبندیہ مجددیہ طے کیے اور خلافت واجازت کا شرف پایا۔ بعد ازاں اپنے ملک جا کر لوگوں کو خوب مستفید و مستفیض فرمایا اور چند ایک کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا۔

حج کے لیے تشریف لے گئے اور حرمین الشریفین ہی میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔

بروز جمعرات ۱۴ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ/۱۲ مئی ۱۸۱۶ء کو آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے توجہ کے طریقہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرات گرامی نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ رحمۃ اللہ علیہ اجمعین کا طریقہ توجہ جو ہمیں پہنچا ہے اور ہم اپنے یاروں کو القا کرتے ہیں، وہ اس طرح ہے کہ اوّل (سورہ) فاتحہ (پڑھ کر اس کا ثواب) انبیاء کے پیشوا، اصفیا کے سردار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات پیران کبار، کاشف اسرار مرشدوں، خاص کر خواجہ خواجگان، پیر پیران حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند، (حضرت) خواجہ عبید اللہ احرار، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور مظہر اسرار، مصدر انوار اور قطب زماں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ارواح مبارک کو بخشتا ہوں اور جناب باری تعالیٰ کے حضور دعا اور تضرع کر کے اور پیران (گرامی) سے استمداد مانگ کر طالب کے قلب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اس طرح کہ اپنے قلب کو طالب کے قلب کے برابر کر کے ہمت دیتا ہوں اور پیران کبار سے ذکر کا جو نور میرے دل پر آتا ہے،

اسے طالب کے دل میں القا کرتا ہوں، یہاں تک کہ طالب کا دل ذاکر ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد (طالب کے) لطیفہ روح، سر، خفی اور اخفی پر سابقہ طریقہ سے ذکر القا کرتا ہوں اور ہر لطیفہ میں تین تین (بار) توجہ دیتا ہوں۔ پھر طالب کے دل کے خطرات (وسوسوں) کی طرف متوجہ ہو کر ہمت سے خیال زائل کرتا ہوں۔ بعد ازاں حضور سے جمعیت القا کرتا ہوں اور اپنے دل کی ہمت سے طالب کے دل کا انجذاب اوپر کی طرف کرتا ہوں۔

بروز بدھ ۱۶ جمادی الآخر ۱۲۳۱ھ/۱۴ر مئی ۱۸۱۶ء حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین مجلس سے ارشاد فرمایا کہ گل محمد کو دیکھو کہ بخارا کے پیر بن گئے ہیں۔ یہاں (خانقاہ مظہریہ شریف) میں آئے تھے تو قرآن مجید بھی نہیں پڑھا تھا۔ میرے اللہ جل شانہ کے فضل اور پیران کبار رحمۃ علیہم اجمعین کی عنایات سے تھوڑے عرصہ میں کلام اللہ کو ختم کر لیا اور علم فقہ کی تحصیل کر کے باطنی نسبت کو پوری قوت کے ساتھ حاصل کر لیا ہے اور مجھ سے خرقہ خلافت حاصل کر کے بخارا شریف میں مرشد بن کر اس علاقے کے لوگوں کو ہدایت وارشاد کر رہے ہیں۔ پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا:

بنشین بگدایان در دوست کہ ہر کس
بنشست باین طائفہ شاہی شد و برخاست

یعنی تو دوست کے دروازے کے گداگروں کے ساتھ بیٹھ جا کہ جو بھی
اس گروہ کے ساتھ بیٹھا وہ بادشاہ بن کر اُٹھا ہے۔

ایک روز نماز عصر کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ خاص جاری تھا۔ حضرت حاجی گل محمد رحمۃ اللہ علیہ نے چند عمدہ اور پاکیزہ آم حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کیے۔ حضرت شاہ صاحبؒ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''آگے آؤ! ہم تمہیں آج پیر بنا دیں''۔ پھر فرمانے لگے کہ ہم تو جناب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کے خاکروب ہیں۔ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے چوبدار ہیں۔ یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ حاکم شہر نے اپنے خاکروب کو اس غوثیہ قافلہ کے ہمراہ کر دیا ہے تاکہ ڈاکو اور چور اس قافلہ کی طرف نگاہ نہ اٹھا سکیں، ہم حضرت غوث الثقلینؒ اور حضرت شاہ نقشبندؒ کے خاکروب ہیں۔[۲۰۲]

حضرت میاں محمد اصغر رحمۃ اللہ علیہ

آپ نہایت قوی نسبت کے مالک تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بہت عنایت فرماتے تھے۔ خانقاہ شریف کا نظم ونسق آپ ہی کے ذمہ تھا۔

لوگوں کو آپ کی توجہات سے بہت حظ (فیض) نصیب ہوتا تھا۔ آپ پہلے حرمین الشریفین کے سفر سے واپس آئے اور پھر حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بھی حجاز مقدس گئے۔ بعد ازاں دہلی شریف واپس آ گئے اور قضائے الٰہی سے ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء میں رحلت فرمائی اور خانقاہ مظہریہ شریف میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۲۰۳]

حضرت مولانا محمد جان رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم حاصل کرنے کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت ریاضت کی۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۳۳ء/ ۱۲۳۵ء) کے مزار کی زیارت کے لیے جاتے تھے، جو خانقاہ مظہریہ شریف سے سات کوس کے فاصلہ پر تھا۔ رات وہاں عبادت میں مشغول رہتے، صبح وہاں سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک گھڑا پانی لاتے کیونکہ وہاں کا پانی زود ہضم ہوتا تھا۔

بروز منگل ۱۰ جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۸/اپریل ۱۸۱۶ء کو حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ مظہریہ شریف میں حضرت مولوی شیر محمد، حضرت مولوی محمد عظیم، حضرت مقبول الٰہی کبروی کشمیری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور آپ کو ارشاد فرمایا کہ تم چاروں اصحاب متوجہ ہو جاؤ کہ میں تمہیں توجہ دیتا ہوں تاکہ تمہارے لطائف خمسہ لطیفہ نفس سے متحد ہو جائیں اور ان کے درمیان کوئی مسافت نہ رہے۔[۲۰۴]

حضرت خواجہ محمد حسن مودودی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول درگاہ تھے، لیکن آپ کے حالات نہیں ملتے۔ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) نے ایک محمد حسن کا ذکر کیا ہے، جو حضرت مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) کے شاگرد تھے اور بغداد سے آ کر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تھے اور بیت المقدس اور شام میں جا کر ارشاد تبلیغ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں مصروف رہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکیس مکاتیب شریفہ ان کے نام لکھے گئے ہیں جو تصوف کے اسرار و رموز اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اہم مقامات کے بیان پر مشتمل ہیں۔ ان مکاتیب میں ان کے نام کے ساتھ نسبت کمہاری کا اضافہ ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مکاتیب ذیل: ۶-۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۱، ۵۵، ۶۱، ۶۲، ۶۴ تا ۷۹، ۹۳، ۱۰۱، ۱۱۱۔

حضرت خواجہ محمد حسن مودودیؒ ایک دن بوقت عصر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء) کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ محمد حسن بزبان حال کہتے ہیں:

نالہ ز من بود کہ بلبل زود برد
یک نفس وا شدنی داشت دلم گل زود برد

حضرت مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زبان حال سے عرض کیا:

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

ایک روز نماز مغرب کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھنڈا پانی طلب فرمایا۔ پانی کا پیالہ حاضر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''زیادہ ٹھنڈا تو نہیں ہے''۔ حکومت برطانیہ کا

ملازم ایک آدمی مجلس میں موجود تھا، اس نے عرض کیا کہ انگریز نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جس سے برتن میں فوراً پانی ٹھنڈا ہو جاتا ہے، بلکہ برف بن جاتا ہے لیکن اس مشین پر بہت سا روپیہ خرچ آتا ہے۔ اس پر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے بھی ایک نئی مشین ایجاد کی ہے۔ جس پر کچھ بھی خرچ نہیں آتا۔ میں حاضرین میں سے کسی کو کہوں گا کہ دوسو بار الا اللہ کی ضرب پانی پر لگاؤ، اسی وقت پانی ٹھنڈا یخ ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت حضرت خواجہ حسن مودودی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ اس پانی پر چشتیوں کے طریقہ پر کلمہ ضرب (لا الہ الا اللہ) بادکش کے سامنے لگاؤ، انہوں نے ایسے ہی کیا اور فوراً پانی ٹھنڈا ہو گیا۔ [۲۰۵]

حضرت محمد شیر خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ افغانستان سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا کسب واخذ کیا اور خلافت کا شرف حاصل کر کے واپس چلے گئے۔ [۲۰۶]

حضرت مولانا محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ جید عالم، دیندار اور بہت ہی زیادہ مہذب الاخلاق تھے اور اخلاق حمیدہ آپ کی جبلت تھی۔ باطنی نسبت حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ کئی سال تک حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہ کر مقامات نقشبندیہ مجددیہ طے کیے اور خلافت واجازت کا شرف پایا اور حضرت شاہ صاحبؒ سے تاحیات جدا نہ ہوئے یہاں تک کہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کو حضرت شاہ صاحبؒ نے وصال فرمایا۔ آپ نے ہی حضرت شاہ صاحب کو غسل دیا اور پھر حرمین الشریفین چلے گئے اور وہیں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

ایک دن نماز عصر کے بعد آپ نے اپنے پیرومرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دست بستہ ہو کر عرض کی کہ میری دلی خواہش کہ مجھے قول، فعل، عمل اور اعتقاد

میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع نصیب ہو جائے اور آپ (یعنی حضرت شاہ صاحبؒ) کی محبت میں استغراق حاصل ہو جائے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے لیے خصوصی دعا فرمائی اور آپ کی حالت پر توجہ فرمائی۔ آپ نماز عشاء کے بعد حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) سے ملے تو فرمایا کہ ابھی تک اس دعا اور توجہ کا اثر میری نس نس میں باقی ہے۔[۲۰۷]

حضرت مولانا محمد عیسیٰ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ راقم الحروف کے مہربان محترم جناب شوکت محمود زادلطفہ، محلّہ میاں قطب الدین، راولپنڈی حضرت میر محمد شاہی نقشبندی سریابی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں شامل ہیں، انہوں نے اپنے پیران گرامی کا شجرہ طریقت ''سلسلہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ'' کے نام سے طبع کرایا تھا، جس کی رو سے ان کے پیر و مرشد حضرت میر محمد شاہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد عمر جان چشموی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت میاں فیض الحق چشموی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت خواجہ میاں روح اللہ پشنگی اخوندزادہ گانگلزئی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۴ھ/ ۹۷-۱۸۹۶ء) کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت خواجہ مولانا محمد عیسیٰ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

حضرت مولانا محمد عیسیٰ قندھاری (۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء) میں حیات تھے۔ آپ کے خلفاء میں حضرت خواجہ میاں روح اللہ اخوندزادہ گانگلزئیؒ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ بلوچستان میں خوف پھیلا اور فیوض و برکات کا سلسلہ تا حال جاری و ساری ہے۔[۲۰۸]

حضرت محمد منور رحمۃ اللہ علیہ

آپ مسجد اکبر آبادی کے امام تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے فیوض حاصل کیے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ نہایت قوی نسبت رکھتے تھے۔[۲۰۹]

حضرت مرزا مراد بیگ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب و اخذ کر کے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ کمال زہد کے مالک تھے اور اس وجہ سے حضرت شاہ صاحب آپ کو جنید وقت کہا کرتے تھے۔ آپ کی نسبت بہت قوی تھی اور لوگوں کو آپ سے عظیم کیفیات حاصل ہوئیں۔ آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں رحلت فرمائی اور حضرت مرزا جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پائیں میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔ [۲۱۰]

حضرت مقبول النبی کبروی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے طے کیے۔ [۲۱۱]

حضرت میر نقش علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت نقشبندیہ مجددیہ حاصل کی اور بعد ازاں لکھنو چلے گئے۔ [۲۱۲]

حضرت مولوی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے بہت زیادہ ریاضتیں کیں اور پھر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اشغال اور مراقبات میں مشغول رہے اور بالآخر اجازت و خلافت کا شرف پایا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ چار آدمی میرے خاندان

(سلسلہ طریقت) کے لیے قابل فخر ہیں، یعنی مولوی شیر محمد، مولوی محمد جان، مولوی محمد عظیم اور مولوی نور محمد (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)۔ یہ چاروں بزرگ متبحر عالم اور ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے۔ [۲۱۳]

حضرت مولوی ہراتی المشہور بہ مولوی جان محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے کسب فیض کیا اور خلافت کا شرف پایا۔ قندھار کے ہزاروں لوگوں نے آپ سے ہدایت حاصل کی اور وہاں کے لوگ آپ کی بہت سی کرامات بیان کرتے ہیں۔ [۲۱۴]

حواشی باب چہارم

۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۰/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۱/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص ۶۵۱/ محمد عالم فریدی: مزارات اولیائے دہلی، دہلی: ۱۳۴۶ھ، ص ۱۱

۲۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۳۹، ۱۴۰/ محمد عالم فریدی، مزارات اولیائے دہلی، ص ۱۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، استنبول: ۱۹۷۴ء، نیز ۱۹۹۷ء، ص ۹۷/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجدی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم)/ ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء، ص ۱۴ (مقدمہ)/ ظہور حسن: ارشاد المسترشدین، آگرہ: مطبع اکبری، ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء، ص ۱۸، ۲۴۔

۳۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۰/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۵۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۳۹۔

۴۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ:

حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۱۷۵/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۱/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۳/ غلام علی دہلویؒ، شاہ: ایضاح الطریقہ (شامل رسائل سبعہ سیارہ)، مطبع علوی، ۱۲۸۴ھ، ص ۲۔

۵- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۹۷/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۱۷۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۴۰/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۶۵۳/ سر سید احمد خان: آثار الصنادید، دہلی: ۱۹۶۵ء، باب ۴، ص ۴۶۳۔

۶- محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ: مشمولہ مقامات مظہری، ص ۱۷۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۰۔

۷- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۵۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ: مشمولہ مقامات مظہری، ص ۱۷۵/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۲۔

۸- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۱/ عبدالحی حسنیؒ: نزہۃ الخواطر، ۷: ۳۵۶/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۷۵، ۷۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳۔

۹- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۱۷۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۱/ نذیر احمد نقشبندی مجددی: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۳۔

۱۰- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۱/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ:

حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۲۔

۱۱- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۲۔

۱۲- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۱/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۲/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۳

۱۳- سرسید احمد خان: آثار الصنادید، باب ۴، ص ۴۶۳-۴۶۳/ محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص ۶۵۱-۶۵۲/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۲۔

۱۴- محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص ۶۵۰/ سرسید احمد خان، آثار الصنادید، باب ۴، ص ۴۶۴-۴۶۵/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, Leiden: E.J.Brill, 1993, Vol. 7:936-938

۱۵- ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۷/ سرسید احمد خان: آثار الصنادید، ص ۴۶۴-۴۶۵/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, Vol. 7:936-939.

۱۶- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۶۵/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۷/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ۱۶۴۔

۱۷- ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۸

۱۸- سرسید احمد خان: آثار الصنادید، باب چہارم، ص ۴۶۴/ محمد اکرم، شیخ: رودکوثر، ص ۶۵۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام

علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۳۔

۱۹- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص۲۵۴/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۳۔

۲۰- محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص۲۱/ سرسید احمد خان: آثار الصنادید، ص۴۶۴-۴۶۵/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۴/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۶۵/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص۲۵۴/ E.J.Brill The Encyclopaedia of Islam Vol. 7:936_939/

۲۱- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص۲۵۴۔

۲۲- عبدالغنی مجددیؒ: مولانا شاہ: حالات حضرتِ شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۳۔

۲۳- ایضاً

۲۴- ایضاً

۲۵- ایضاً، ص۵۷۳-۵۷۴

۲۶- ایضاً، ص۵۷۴

۲۷- ایضاً، ص۵۷۴

۲۸- ایضاً

۲۹- ایضاً

۳۰- ایضاً

۳۱- ایضاً

۳۲- ایضاً

۳۳- ایضاً، ص ۵۷۵

۳۴- ایضاً، ص ۵۷۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۳-۱۴۴

۳۵- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۵

۳۶- ایضاً، ص ۵۷۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ، جواہر علویہ، ص ۱۴۳-۱۴۴۔

۳۷- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۵۔

۳۸- ایضاً

۳۹- ایضاً

۴۰- ایضاً

۴۱- ایضاً

۴۲- ایضاً

۴۳- ایضاً، ص ۵۷۶

۴۴- ایضاً

۴۵- ایضاً/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ۱۴۱-۱۴۲

۴۶- ایضاً، ص ۵۷۶، ۶۲۸ (حاشیہ نمبر ۳۶، ۳۷)

۴۷- ایضاً، ص ۵۷۶

۴۸- ایضاً، ص ۵۷۷/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۶/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۰۲

۴۹- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۹

۵۰- ایضاً، ص ۵۷۷

۵۱- ایضاً، ص ۵۷۸

۵۲- ایضاً

۵۳- ایضاً

۵۴- ایضاً، ص ۵۷۷

۵۵- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۸/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۹۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۱۹/ محمد اقبال مجددی، مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۴۔

۵۶- ایضاً

۵۷- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۰۵-۶۰۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۱۹۔

۵۸- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولات مقامات مظہری، ص ۵۹۷۔

۵۹- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۳۶-۲۳۸/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۹۶-۵۹۸/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۱۹-۲۰/ رؤف احمد مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۴۴/ نذیر احمد نقشبندی مجددی: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۸/ محمد ایوب قادری: اُردو ادب کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ص ۱۰۲/ E.J. Brill: The Encyclopeadia of Islam, Vol. 7:938

۶۰- عبدالغنی مجددیؒ: مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ

مقامات مظہری، ص ۶۰۸، نیز ۶۰۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۴/ E.J. Brill: The Encyclopeadia of Isla, Vol. 7:938

۶۱- محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۱/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۵۔

۶۲- ایضاً/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۴/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی و فارسی کتب اور ان کے اُردو تراجم)، لاہور: میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۹۹-۱۹۹۸ء، ص ۹۹، ۱۳۹۔

۶۳- ایضاً، ص ۱۷۶/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ۱۲۲-۱۲۳/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۴۴-۴۶۔

۶۴- ایضاً، ص ۱۷۲-۱۷۳/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۸

۶۵- ایضاً، ص ۱۷۲/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۸/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۱۳۹/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، لاہور: ۱۳۷۱ھ، ص ۳۸۔

۶۶- محمد اقبال مجددی: ملفوظات شریفہ، ص ۳۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۱، ۲۲۰-۲۲۱۔

۶۷- ایضاً، ص ۳۹-۴۰/ ایضاً، ص ۱۷۳۔

۶۸- ایضاً، ص ۴۰/ ایضاً، ص ۱۷۳-۱۷۴۔

۶۹- ایضاً، ص ۳۷/ ایضاً، ص ۱۷۲

۷۰- ایضاً، ص ۳۸/ ایضاً، ص ۱۷۲/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، ص ۸۷/ ۷۹

۷۱- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۳۵-۳۸/ غلام علی دہلویؒ،

شاہ/ رؤف احمد مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، ص ۱۰۰/ ۱۳۹/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۳/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ۳۹

۷۲- محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۴/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۴۱-۴۲۔

۷۳- ایضاً/ ایضاً، ص ۴۳

۷۴- ایضاً، ص ۱۷۷-۱۷۸/ ایضاً، ص ۴۲-۴۳

۷۵- ایضاً، ص ۱۷۸-۱۸۴/ ایضاً، ص ۳۲-۳۴/ اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): ترجمہ ہای متون فارسی بہ زبانہای پاکستانی، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء، ص ۱۲۰-۱۲۱/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۱۹۷، ۳۳۰

۷۶- ایضاً، ص ۱۷۵/ ایضاً، ص ۴۳-۴۴/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۱۹۸۔

۷۷- ایضاً، ص ۱۷۶

۷۸- محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۴۶/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۲۰۹/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۶-۱۷۷

۷۹- محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۳/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: مکاتیب شریفہ ۶۰/ ۲۴۔

۸۰- عبدالغنی مجددیؒ: مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۳۔

۸۱- ایضاً، ص ۵۷۷/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۶، ۱۴۴، ۱۴۵/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۳۔

۸۲- غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۸۴-۸۵، ۱۲۷-۱۲۸/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۳/ E.J.Brill: The Encyclopaedia of Islam, Vol:7:938

۸۳- اکبر علیؒ، سید: مجموعہ فوائد عثمانیہ: ملفوظات، مکتوبات، معمولات حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ، ملتان: حافظ محمد یوسف خان خاکوانی، ۱۳۸۲ھ، ص ۲۵

۸۴- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ: ص ۵۸۰/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۹

۸۵- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۱/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص ۵۸۱

۸۶- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۱۴/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص ۵۸۵

۸۷- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص ۵۸۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۱۳

۸۸- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۱/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص ۵۸۲

۸۹- ایضاً

۹۰- ایضاً

۹۱- ایضاً

۹۲- رؤف احمد مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۶/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۶/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۳۶۔

۹۳- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلوی، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۲/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۱-۱۵۲

۹۴- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۰۲-۱۰۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۴-۵۸۵

۹۵- ایضاً، ص ۱۰۲-۱۰۳/ ایضاً، ص ۱۰۲

۹۶- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۵/ حافظ شیرازی: دیوان حافظ، بمبئی: س ن، ص ۲۳۹۔

۹۷- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۰۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۷۔

۹۸- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۰-۱۵۱

۹۹- ایضاً، ص ۵۸۱/ ایضاً، ص ۱۴۹

۱۰۰- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۹۵/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳۔

۱۰۱- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۹۔

۱۰۲- ایضاً، ص ۵۸۰/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ۱۴۸-۱۴۹/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۰۳۔

۱۰۳- ایضاً، ص ۵۸۰

۱۰۴- ایضاً، ص ۵۸۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۰-۱۵۱۔

۱۰۵- ایضاً، ص ۵۸۱/ ایضاً، ص ۱۴۹

۱۰۶- ایضاً

۱۰۷- ایضاً، ص ۵۸۰/ ایضاً، ص ۱۴۸-۱۴۹/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۵ (تھوڑے اختلاف سے)۔

۱۰۸- ایضاً، ص ۵۸۰

۱۰۹- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۲

۱۱۰- ایضاً، ص ۵۸۳/ ایضاً، ص ۱۵۲۔

۱۱۱- ایضاً۔

۱۱۲- ایضاً، ص ۵۸۲/ ایضاً، ص ۱۵۱

۱۱۳- ایضاً، ص ۵۸۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۹۴۔

۱۱۴- ایضاً، ص ۵۸۵

۱۱۵- ایضاً، ص ۵۸۴/ ایضاً، ص ۱۰۲

۱۱۶- ایضاً، ص ۵۸۴/ ایضاً، ص ۱۰۴

۱۱۷- ایضاً، ص ۱۸۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۴

۱۱۸- ایضاً، ص ۵۸۶

۱۱۹- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۷

۱۲۰- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۲/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۱

۱۲۱- عبدالغنی مجددیؒ: مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ: مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۳

۱۲۲- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۵/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۶۔

۱۲۳- ایضاً، ص ۱۵۶/ ایضاً، ص ۵۸۶/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۴۔
۱۲۴- ایضاً۔
۱۲۵- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، ص ۳۵۸
۱۲۶- ایضاً، ص ۳۱۲
۱۲۷- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۴
۱۲۸- ایضاً،
۱۲۹- ایضاً، ص ۲۵۴-۲۵۵
۱۳۰- ایضاً، ص ۲۵۵
۱۳۱- ایضاً
۱۳۲- ایضاً
۱۳۳- ایضاً
۱۳۴- ایضاً
۱۳۵- ایضاً
۱۳۶- ایضاً
۱۳۷- ایضاً
۱۳۸- ایضاً،
۱۳۹- ایضاً، ص ۲۵۶
۱۴۰- ایضاً
۱۴۱- ایضاً
۱۴۲- ایضاً
۱۴۳- ایضاً
۱۴۴- ایضاً

۱۴۵- ایضاً

۱۴۶- ایضاً

۱۴۷- ایضاً

۱۴۸- ایضاً، ص ۲۵۷

۱۴۹- ایضاً

۱۵۰- ایضاً

۱۵۱- ایضاً

۱۵۲- ایضاً

۱۵۳- ایضاً

۱۵۴- ایضاً

۱۵۵- ایضاً

۱۵۶- غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق) / اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۸۷

۱۵۷- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلوی، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۹۰-۵۹۱

۱۵۸- ایضاً، ص ۵۹۱/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۷

۱۵۹- ایضاً، ص ۵۹۲/ ایضاً، ص ۲۵۷

۱۶۰- ایضاً، ص ۵۹۵/ ایضاً، ص ۲۵۸

۱۶۱- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۹۴

۱۶۲- ایضاً، ص ۵۹۵

۱۶۳- ایضاً، ص ۵۹۱

۱۶۴- ایضاً، ص ۵۹۳

۱۶۵- ایضاً،ص ۵۹۴

۱۶۶- ایضاً،ص ۵۹۵

۱۶۷- ایضاً،

۱۶۸- ایضاً،

۱۶۹- ایضاً،ص ۵۸۷

۱۷۰- ایضاً،ص ۵۸۷-۵۸۸

۱۷۱- محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۵-۱۶۶/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۹۹-۶۱۰/ ابو الحسن زید فاروقی: مقامات خیر، ص ۷۰-۷۴/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۹-۲۶۰/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۲۱-۲۳/ E.J.Brill: The Eccyclopaedia of Islam, Vol. 7:938 / محمد نذیر رانجھا: تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل)، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۶۷-۹۵۔

۱۷۲- محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، دہلی: اکمل المطابع، ۱۲۸۴ھ/ محمد مظہر مجددیؒ/ محمد اقبال مجددی: رشحات عنبریہ، استنبول: ۱۹۷۶ء/ محمد معصوم رامپوری: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین، رام پور: مطبع مظہر العلوم، ۱۳۰۸ھ/ ابو الحسن زید فاروقی: مقامات خیر، ص ۱۸۲-۱۰۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۶۰-۲۶۴/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۶-۱۶۷/ عبدالغنی مجددیؒ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۰-۶۱۱/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۲۳-۲۴/ محمد ایوب قادری: اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا

حصہ،ص ۳۰۱/ E.J.Brill: The Encyclopaedia of Islam, Vol. 7:938/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)، ص ۱۰۱-۱۴۵

۱۷۳- عبدالغنی مجددیؒ: موانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۱

۱۷۴- ایضاً، ص ۶۲۳

۱۷۵- ایضاً، ص ۶۱۸-۶۱۹، نیز ۶۷۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۱-۱۴۲/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۲۹-۳۰

۱۷۶- ابو الحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت و عزیمت، ۴: ۳۶۸/ عبدالغنی مجددیؒ: مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۴-۶۱۵، ۶۴۶/ ابو الحسن، سید: آئینہ اودھ، کانپور: مطبع نظامی، ۱۳۰۵ھ، ص ۱۳۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۶/ ۷/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، لاہور: ۱۳۷۱ھ، ص ۳۶، ۷۰، ۱۴۸

۱۷۷- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۲-۲۴۳

۱۷۸- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۳۔

۱۷۹- ایضاً، ص ۶۱۵-۶۱۸، ۶۴۸/ محمد خالد رومیؒ، مولانا: دیوان، استنبول (ترکی)، ۱۹۵۵ء/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا: ملفوظ شریفہ، ص ۸۷-۸۸

۱۸۰- غلام علی دہلویؒ، حضرت شاہ/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا: ملفوظات

شریفہ، ص ۸۷، ۱۳۲

۱۸۱- ایضاً، ص ۱۱۴

۱۸۲- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۵/ محمد بن عبداللہ خانی خالدی: البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ الخالدیہ، مصر: ۱۳۱۹ھ، ص ۸۲، نیز ۸۰

۱۸۳- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۵۰، ۶۵، ۷۰، ۷۶، ۷۷، ۱۰۸، ۱۷۰

۱۸۴- شامی، علامہ ابن عابدینؒ: سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندیؒ، مشمولہ رسائل ابن عابدینؒ، لاہور: سہیل اکیڈمی، ۱۹۸۰ء، ص ۳۱۸-۳۲۵/ محمد مراد مکی قزانی: نفائس السانحات فی تذئیل الباقیات الصالحات (معروف بہ تکملہ رشحات)، بکر (ترکی)، س۔ن، ص ۱۷۷/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۰/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۸-۳۷۲/ محمد بن عبداللہ خانی خالدی: البہجۃ السنیۃ فی آداب الطریقۃ الخالدیہ، ص ۹۲/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۶-۲۹

۱۸۵- الزرکلی، خیر الدین: الاعلام، بیروت: دارالعلوم للملایین، ۱۹۹۷ء، جلد۲: ۲۹۴/ عمر رضا کحالہ: معجم المولفین، بیروت: داراحیاء التراث العربی، س۔ن، جلد۴: ۹۵/ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ: ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، بیروت: دارالعلوم الحدیثہ، س۔ن، جلد۱: ۳۶۲، ۲: ۱۰۷/ سرکیس، یوسف الیان: معجم المطبوعات العربیہ والمعربیہ، مصر: سرکیس، ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ء، جلد۱: ۸۱۳، جلد۲: ۱۸۶۵/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۲۸۔

۱۸۶- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۶-۶۱۷/ رؤف احمد رافت مجددیؒ:

درالمعارف، ص ۷۰/ E. J. Brill, The Encyclopaedia of Islam, Vol. 7:935, 936

۱۸۷- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۱-۶۱۲/ محمد مظہر دہلویؒ: مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ، ص ۶۸۔

۱۸۸- ایضاً، ص ۶۱۹/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۲

۱۸۹- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۷۳-۱۷۴، نیز ۴۵/ عبدالغنی مجددیؒ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۳-۶۱۴/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۰، ۹۲ (حاشیہ ۱)/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۴-۳۰۹، ۲۷۱/ محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۵۴/ عبدالغفور نساخ: سخن شعراء، نولکشور، ۱۲۹۱ھ، ص ۱۸۷/ احمد علی شوق رامپوری: تذکرہ کاملان رام پور، دہلی: ۱۹۲۹ء، ص ۱۴۳، ۱۴۷/ فقیر محمد جہلمی: حدائق حنفیہ، لاہور: مکتبہ حسن سہیل، س۔ن (عکسی طباعت از طبع لکھنو ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء)، ص ۴۹۰/ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، ۷:۱۸۸/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۴: ۳۶۸/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) ص ۸۰-۸۱

۱۹۰- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲، ۶۴۲-۶۴۳ (حاشیہ نمبر ۱۷۶- از محمد اقبال مجددی)، محمد قطب الدین ومحمد خلیل الرحمٰن: احوال العارفین، حیدرآباد دکن: ۱۳۱۷ھ، ص ۴، ۶، ۷-۹، ۱۷/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۴: ۳۶۸/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ

سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)، ص ۸۶-۸۷

۱۹۱- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ۲۴۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۹-۶۲۰/ رؤف احمد رافت مجددیؒ، درالمعارف، ص ۴۸، ۵۰، ۷۵، ۹۴

۱۹۲- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۸، ۶۴۹ (حاشیہ نمبر ۲۱۹-از محمد اقبال مجددی)
رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۰

۱۹۳- ولی اللہ فرخ آبادی/ شریف الزمان شرف (مترجم)/ محمد ایوب قادری (مرتب): عہد بنگش، کراچی: ۱۹۶۵ء، ص ۴۳۵/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۸، ۶۴۹ (حاشیہ نمبر ۲۱۸-از محمد اقبال مجددی)۔

۱۹۴- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۴/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۳۸/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۱/ ۷۰۴/ احمد مکی: ہدیہ احمدیہ، ص ۸۳/ محمد حسن جان مجددیؒ، انساب الانجاب، ص ۴۱

۱۹۵- حالی، الطاف حسین: حیات جاوید، کانپور: ۱۹۰۱ء، ص ۱۸/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲-۶۱۳

۱۹۶- محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۸/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲

۱۹۷- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۳-۲۴۴/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲

۱۹۸- اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): تذکرہ علماء پنجاب، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۹۸ء، جلد۲: ۵۰۵-۵۰۹/، نیز ۴۳۵، ۵۱۶، ۵۳۰/محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۴۷-۷۶/محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۹-۱۷۰/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ) ص ۸۷، ۱۰۲/محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی: اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ۴۸۱/ امام الدین کھوتکی: مقامات طیبین، قلمی مخطوطہ مخزونہ کتب خانہ خانقاہ مولانا غلام نبی للہی رحمۃ اللہ علیہ، للہ شریف، پنڈ دادن خان، ضلع جہلم ص ۱۰، ۱۲، ۱۵، ۲۶/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی/محمد اقبال مجددی: حدیقۃ الاولیاء، لاہور: المعارف، ۱۹۷۶ء، ص ۱۴۲/ سید محمد، حافظ صاحبزادہ: بستان معرفت، لاہور: ۱۳۰۳ھ، ص ۳، ۴، ۶، ۱۵، ۱۶/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا: تحفہ رسولیہ، لاہور: ۱۳۰۸ھ ص ۵۷/محمد صالح کنجاہی، مولوی: سلسلۃ الاولیاء، قلمی مخطوطہ، مملوکہ محترم پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری صاحب، گجرات/شبیر احمد شاہ: انوار محی الدین (سوانح غلام محی الدین قصوریؒ)، لائلپور (فیصل آباد): ۱۹۶۶ء/ محمد حسین تسبیحی (ڈاکٹر): کتاب خانہ ہائے پاکستان، اسلام آباد: (مصنف)، ۱۹۷۷ء، ص ۱۷۷/محمد بشیر حسین، ڈاکٹر: فہرست مخطوطات شفیع، لاہور: دانشاہ پنجاب، ص ۲۹۵

۱۹۹- محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۸/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲/محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)، ص ۸۷

۲۰۰- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۴۷، ۵۰، ۵۲، ۷۵

۲۰۱- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۰/ رحمٰن علی، مولوی/محمد ایوب قادری (مترجم): تذکرہ علمائے ہند، کراچی: ۱۹۶۱، ص ۵/ عبدالغنی مجددیؒ، شاہ: تکملہ مقامات مظہری (ضمیمہ مقامات مظہری)، دہلی: مطبع احمدی، ۱۳۲۶۹ھ، ص ۱۷۰/ فقیر محمد جہلمی، مولوی: حدائق الحنفیہ، ص ۴۹۱/ عبدالحی حسنیؒ: نزھۃ الخواطر، جلد ۷: ۳۹۴/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۵/ محمد ظفر الدین: تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹۷۳ء، جلد ۱: ۶۱

۲۰۲- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۳/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۴: ۳۶۸/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۹، ۴، ۷، ۸۳/ غلام محی الدین قصوریؒ/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۸۶

۲۰۳- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۲-۶۲۳/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)، ص ۸۷

۲۰۴- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۵۰/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۰

۲۰۵- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۲۴۱/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق) / اقبال احمد فاروقی (مترجم):

ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۹۷-۹۸ (حاشیہ ا- از محمد اقبال مجددی)، ۱۱۱

۲۰۶- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۳

۲۰۷- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ۵۰، ۹۴/ محمد مظہر مجددیؒ، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۱۵۷/ عبدالغنی تکملہ مقامات مظہری (ضمیمہ مقامات مظہری)، ص ۱۸۲/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۲/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۹۰

۲۰۸- شوکت محمود: سلسلہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ، راولپنڈی: محلّہ قطب الدین، س۔ن/ انعام الحق کوثر، ڈاکٹر: تذکرہ صوفیائے بلوچستان، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء (طبع سوئم)، ص ۱۰۷-۱۰۹، ۱۹۷-۲۰۲، ۲۸۴-۲۸۹

۲۰۹- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۲

۲۱۰- ایضاً

۲۱۱- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۵۰

۲۱۲- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۳

۲۱۳- ایضاً، ص ۶۲۲/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۳

۲۱۴- ایضاً، ص ۶۲۲/ ایضاً، ص ۲۴۳

محمد نذیر رانجھا نامہ

نذیر، من توئی رانجھائے جاناں — محمد ہستی و گوہر فشانان
دل تو مرکز مہر و محبت — زبان تو نشان پاک ایمان
نوشتی تذکرہ تاریخ نقشبند — بہ نقشبندی تولی پیوند خوبان
نسیم گلشن از تو گشتہ خوشبو — بہ شرح مثنوی دادی دل و جان
اگر یعقوب چرخیؒ زندہ گشتی — تشکر می نمود احسنت گویان
اگر ابدالیہ خواہی بخوانی — بہ کوشش آمدہ تحقیق عرفان
نشان چرخی شیرازی ما — بہ فارسی آمدہ ''تفسیر قرآن''
بہ انس و اُنس و دانش بستہ گشتی — ''رسالہ اُنسیہ'' شور نیستان
تصوف بر دل رانجھا رسیدہ — بہ چاپ و نشر آثارش سخندان
نوائے دلبری از گل شنیدم — ہمان گل آمد از سوئے گلستان
رسیدہ نور حق بر قلب رانجھا — محمد پاک دل چون ماہ تابان
بہ آبادی جلالش روح و رحمت — کہ زادگاہش بود در قلب انسان
اگر بحر الحقیقہ ترجمہ شد — صفائے زندگی را بستہ پیمان
سریر کشور حسن خدایی — بہ مسجد دادہ او محراب رحمٰن
نماز و روزہ اش پیوند اللہ — صفات حضرت حق را ثنا خوان
بہ درگاہ خدا دست دعائش — بہ محراب و بہ مسجد در شبستان
طلوع زندگی درکار و کوشش — شود روشن ہمارہ قلب پژمان

امید ہر کس آیندہ او — ہمین آیندہ گوید مہد نیکان
به اخلاق خوش و شیرین زبانی — چراغ روشن رانجھا درخشان
محبّ مردمان گردیده رانجھا — دما دم نغمہ ہائے خوش نوازان
شدم من ہم نشین رانجھائے گل — بہ گنج بخش کتاب و گنج احسان
سفر کردم بہ ہمراہش بہ گلزار — بہ گلزار خلیل و خانقاہان
الٰہی زندہ و پایندہ باشد — نذیر رانجھا امیر باغ و بستان

منم بندہ رہا خدمتگر علم
زبان فارسی را نغمہ خوان

سرودۂ جناب آقائے دکتر محمد حسین تسبیحی ''رہا'' کتاب خانہ گنج بخش،
مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد ۱۳۸۲ھ ش/۲۰۰۴ء



مآخذ ومنابع

۱- آفتاب رائے لکھنوی/ حسام الدین راشدی: تذکرہ ریاض العارفین، راولپنڈی: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۸۲ء، جلد۲

۲- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت و عزیمت، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، جلد۴

۳- احمد سرہندیؒ، حضرت مجدد الف ثانی/ عالم الدینؒ، مولانا قاضی: مکتوبات امام ربانیؒ، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء، جلد ۱، ۳

۴- احمد علی شوق رامپوری: تذکرہ کاملان رامپور، دہلی: ۱۹۲۹ء

۵- احمد مکی، ابوالخیر، ہدیہ احمدیہ، کانپور: مطبع انتظامی، ۱۳۱۳ھ

۶- اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): تذکرہ علمائے پنجاب، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۹۸ء، جلد۲

۷- اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستانی، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔

۸- افتخار احمد بلخی، مولانا: تفسیر اور اس کا ارتقاء (مقالہ)، مشمولہ سیارہ ڈائجسٹ، لاہور، قرآن نمبر۔ جلد: ۱۳، نومبر ۱۹۶۹ء، شمارہ ۵، جلد۲

۹- اکبر علی دہلویؒ، سید: مجموعہ فوائد، عثمانیہ: ملفوظات، مکتوبات، معمولات حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ، ملتان: حافظ محمد یوسف خان خاکوانی، ۱۳۸۲ھ۔

۱۰- اللہ دیا چشتیؒ، سیر الاقطاب، لکھنو: نولکشور، ۱۹۱۳ء

۱۱- امام الدین کھوتکی: مقامات طیبین، قلمی مخطوطہ، مخزونہ کتب خانہ خانقاہ حضرت غلام نبی للہی رحمۃ اللہ علیہ، للہ شریف، تحصیل پنڈ دادان خان، ضلع جہلم

۱۲- امیر احمد، ابوالحسن/ عندالودود، قاضی (مرتب): تذکرہ مسرت افزا، مشمولہ رسالہ معاصر، پٹنہ: ۱۹۵۴ء
۱۳- انعام الحق کوثر، ڈاکٹر: تذکرہ صوفیائے بلوچستان، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء
۱۴- بروکلمان، کارل/ عبدالحلیم النجار و یعقوب بکر (مترجمان): تاریخ الادب العربی، قاہرہ: درالمعارف، ۱۹۶۸ء، ج ۲
۱۵- تبارک علی شاہ نقشبندی، سید: مرزا مظہر جان جاناںؒ، ان کا عہد اور شاعری، (ہندوستان): ۱۹۸۸ء
۱۶- ثناء اللہ پانی پتیؒ، قاضی محمد/ عبدالدائم الجلالی، مولانا (مترجم): تفسیر مظہری، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۸۰ء، جلد ۱
۱۷- جمیل جالبی (ڈاکٹر): تاریخ ادب اردو، لاہور: ۱۹۸۷ء، جلد ۲
۱۸- حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ: ایضاح المکنون فی الذیل علیٰ کشف الظنون، بیروت: دار العلوم الحدیثہ، س۔ن جلد ۱
۱۹- حالی، الطاف حسین: حیات جاوید، کانپور: ۱۹۰۱ء
۲۰- خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، لاہور: مکتبہ رحمانیہ س ن۔
۲۱- خلیق انجم: مرزا جان جاناںؒ کے خطوط، دہلی: مکتبہ برہان، ۱۹۶۲ء
۲۲- خورشید حسن بجنوری: مخزن برکت، لکھنو: ۱۳۰۹ھ
۲۳- خوشگو، بندرا بن داس/ عطاء الرحمٰن کاکوی (مرتب): پٹنہ، ۱۹۵۹ء
۲۴- دانشگاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور: دانشگا پنجاب، ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۲ء، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء، جلد ۶، ۲۱
۲۵- رحمٰن علی، مولوی/ محمد ایوب قادری (مترجم): تذکرہ علماء ہند، کراچی: ۱۹۶۱ء
۲۶- رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، لاہور: ۱۹۱۹ء
۲۷- رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، استنبول (ترکی): ۱۹۷۴ء، و نیز: استنبول: مکتبہ الحقیقہ، ۱۹۷۷ء
۲۸- زبید احمد، ڈاکٹر/ شاہد حسین رزاقی (مترجم): عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۱ء

۲۹- الزرکلی، خیر الدین: الاعلام، بیروت: دار العلم للملایین، ۱۹۷۷ء، جلد ۲
۳۰- زوار حسین شاہؒ، سید: انوار معصومیہ، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء
۳۱- زید، ابوالحسن فاروقی: حضرت مجددؒ اور ان کے ناقدین: دہلی: ۱۹۷۷ء
۳۲- زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر، دہلی: ۱۳۹۲ھ
۳۳- سرسید احمد خان، آثار الصنادید، دہلی ۱۹۶۵ء
۳۴- سرکیس، یوسف الیان: معجم المطبوعات العربیہ والمعربیہ، مصر: سرکیس، ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء، جلد ۱،۲
۳۵- سرور، میر محمد خان بہادر/ احمد فاروقی، خواجہ (مرتب): عمدہ منتخبہ (تذکرہ شعراء)، دہلی: دہلی یونیورسٹی، ۱۹۶۱ء
۳۶- سید محمد، حافظ: بستان معرفت، لاہور، ۱۳۰۳ھ
۳۷- سیف الدین مجددی سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ (جامع)/ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، کراچی، س۔ن
۳۸- شامی، علامہ ابن عابدینؒ: سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندیؒ، مشمولہ رسائل ابن عابدینؒ، لاہور: سہیل اکیڈمی، ۱۹۸۰ء
۳۹- شبلی نعمانیؒ: مضامین عالمگیر، کانپور: ۱۹۱۱ء
۴۰- شبلی نعمانیؒ: مقالات شبلی، اعظم گڑھ: ۱۹۳۶ء، جلد ۵
۴۱- شبیر احمد شاہ: انوار محی الدین (سوانح غلام محی الدین قصوریؒ)، لائلپور (فیصل آباد): ۱۹۶۶ء
۴۲- شوکت محمود: سلسلہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ، راولپنڈی: محلہ قطب الدین: س۔ن
۴۳- صدیق حسن خانؒ، نواب: اتحاف النبلاء، کانپور: مطبع نظامی، ۱۲۸۸ھ
۴۴- عبدالباقیؒ، میر: مآل الکمال، قلمی مخطوطہ، مخزونہ خانقاہ حضرت ملا نسیمؒ نور محل، ویر (ریاست اوچ)۔
۴۵- ظہور حسن: ارشاد المسترشدین، آگرہ: مطبع اکبری، ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء
۴۶- عبدالحق محدث دہلویؒ، شیخ: اخبار الاخیار، میرٹھ، ۱۹۷۸ء
۴۷- عبدالحی حسنیؒ: الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، دمشق: مجمع العلمی، ۱۹۵۸ء

۴۸- عبدالحی حسنیؒ: دہلی اور اس کے اطراف، دہلی: ۱۹۵۸ء
۴۹- عبدالحی حسنیؒ: نزہۃ الخواطر، حیدر آباد دکن: دائرہ معارف عثمانیہ، ۱۹۶۲ء-۱۹۷۰ء، جلد ۵، ۶، ۷
۵۰- عبدالرحمٰن سلہٹی: سیف الابرار، استنبول: ۱۹۹۷ء
۵۱- عبدالرزاق قریشی: میرزا مظہر جان جاناںؒ اور ان کا کلام، بمبئی: ۱۹۶۱ء
۵۲- عبدالغفور نساخ: سخن شعراء، نولکشور، ۱۲۹۱ھ
۵۳- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: تکملہ مقامات مظہری (ضمیمہ مقامات مظہری)، دہلی: مطبع احمدی، ۱۲۶۹ھ
۵۴- عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری (ضمیمہ اوّل، ص ۵۶۷-۶۲۴)، تحقیق و تعلیق: محمد اقبال مجددی، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء
۵۵- عبدالنبی قریشی، مولانا: تذکرۃ المحبوب، قلمی مخطوطہ، مخزونہ کتب خانہ جناب راجہ نور محمد نظامی صاحب، بھوئی گاڑ، ضلع اٹک
۵۶- عطاء الرحمٰن قاسمی: دہلی میں دفن خزینے، لاہور: طیب پبلشرز، ۲۰۰۲ء
۵۷- علی شیر قانع ٹھٹھوی، میر/ خضر شاہیؒ، ڈاکٹر سید (تصحیح و مقدمہ وتحشیہ): تذکرہ معیار سالکان طریقت، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، و: ادارہ معارف نوشاہیہ، ۲۰۰۱ء
۵۸- علی شیر قانع ٹھٹھوی، میر/ امیر احمد، مخدوم، و: نبی بخش بلوچ، ڈاکٹر (تصحیح و حواشی)/ اختر رضوی (مترجم)/ تحفۃ الکرام، جامشورو سندھ: سندھی ادب بورڈ، ۲۰۰۲ء
۵۹- عمر رضا کحالہ: معجم المولفین، بیروت: داراحیاء التراث العربی، س-ن، جلد ۴
۶۰- غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: حدیقۃ الاولیا، لاہور: المعارف، ۱۹۷۶ء
۶۱- غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، لکھنو، ثمر ہند، ۱۸۷۳ء، جلد ۱، ۲
۶۲- غلام علی دہلویؒ، شاہ: احوال بزرگان، قلمی مخطوطہ، مملوکہ جناب جی معین، لاہور
۶۳- غلام علی دہلویؒ، شاہ: ایضاح الطریقہ (شامل سبعہ سیارہ)، لکھنو: مطبع علوی، ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء

۶۴- غلام علی دہلویؒ، شاہ/محمد اقبال مجددی تحقیق و تعلیق و ترجمہ: مقامات مظہری، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء

۶۵- غلام علی دہلویؒ، شاہ/رؤف احمد رافت مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، لاہور: ۱۳۷۱ھ

۶۶- غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا: تحفہ رسولہ، لاہور: مطبع محمدی، ۱۳۰۸ھ

۶۷- غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/محمد اقبال مجددی (مقدمہ و حواشی)/اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

۶۸- غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر (مرتب): لوائح خانقاہ مظہریہ، حیدر آباد (سندھ): مرتب، ۱۹۷۵ء

۶۹- صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی (مقدمہ و ترجمہ و تصحیح و تعلیقات و توضیحات): مقامات معصومی، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ۴ جلدیں

۷۰- فتح علی حسینی گردیزی/عبدالخالق (مرتب): تذکرہ ریختہ گویان، اورنگ آباد: ۱۹۳۳ء

۷۱- فضل اللہ مجددی قندھاریؒ: عمدۃ المقامات، ٹنڈو سائیں داد (سندھ): ۱۳۵۵ھ

۷۲- فقیر محمد جہلمیؒ، مولوی: حدائق الحنفیہ، لاہور: مکتبہ حسن سہیل، س ن (عکسی طباعت از طبع ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

۷۳- فیاض محمود، سید/وزیر الحسن عابدی، سید: تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۲ء، جلد ۵، فارسی ادب (۳)۔

۷۴- قیام الدین، ڈاکٹر: ہندوستان میں وہابی تحریک، کراچی: نفس اکیڈمی، ۱۹۸۰ء

۷۵- محب اللہ بہاری: مسلم الثبوت، قاہرہ: ۱۳۲۶ھ

۷۶- محبوب رضوی، سید: قرآن مجید کا ایک قدیم اُردو ترجمہ (مقالہ): ماہنامہ برہان، دہلی: جون ۱۹۸۷ء

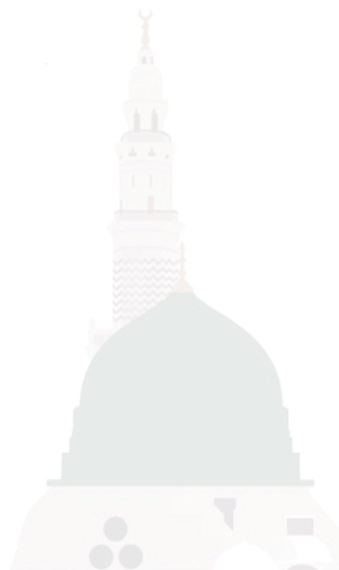
۷۷- محمد احسانؒ، خواجہ/اقبال احمد فاروقی (ترتیب و تعلیقات): روضۃ القیومیہ، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء، جلد ۲

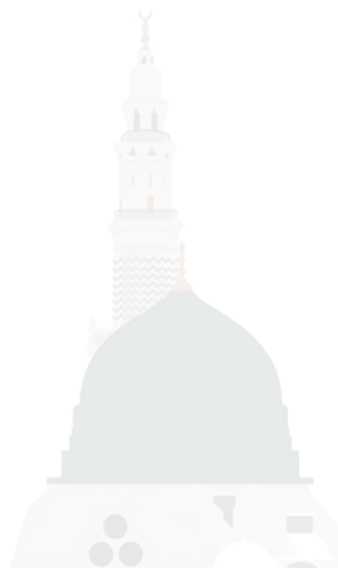
۷۸- محمد اسحاق بھٹی: علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۵ء

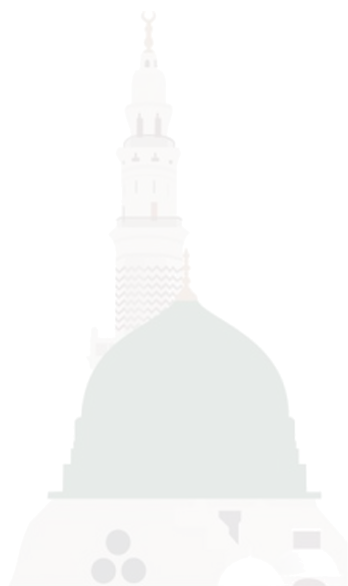
۷۹- محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء
۸۰- محمد امین بدخشیؒ/ معین نظامی، ڈاکٹر (مترجم): مناقب الحضرات، آزاد کشمیر: خانقاہ فتحیہ گلہار کوٹلی، ۲۰۰۲ء
۸۱- محمد ایوب قادری، ڈاکٹر اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۸ء
۸۲- محمد بشیر حسین، ڈاکٹر: فہرست مخطوطات شفیع، لاہور: دانشگاہ پنجاب، س ن
۸۳- محمد بن عبداللہ خانی خالدی: البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ الخالدیہ، مصر ۱۳۱۹ھ
۸۴- محمد خالد رومیؒ، مولانا: دیوان، استنبول (ترکی): ۱۹۵۵ء
۸۵- محمد حسن جان مجددیؒ: انساب الانجاب، ٹنڈو سائیں داد (سندھ): ۱۳۴۰ھ
۸۶- محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی/ اقبال احمد فاروقی (ترتیب وتہذیب): مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، لاہور: قادری رضوی کتب خانہ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء
۸۷- محمد حسین آزاد: آب حیات، لاہور: س ن
۸۸- محمد حسین تسبیحی (ڈاکٹر): کتابخانہ ہائے پاکستان، اسلام آباد: مصنف، ۱۹۷۷ء، جلد ا
۸۹- محمد دین مکھڈی، مولانا: تذکرۃ الولی، مکھڈ: مہر تاباں، س ن
۹۰- محمد ساقی مستعد خان/ محمد فدا علی طالب: مآثر عالمگیری کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء
۹۱- محمد صادق قصوری: تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء
۹۲- محمد صالح کنجاہی، مولوی: سلسلۃ الاولیاء، قلمی مخطوطہ، مملوکہ محترم پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری صاحب، گجرات۔
۹۳- محمد ظفر الدین: تعارف مخطوعات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، دیوبند: ۱۹۷۳ء، جلد ا
۹۴- محمد عالم فریدی: مزارات اولیائے دہلی، دہلی: ۱۳۴۶ھ۔
۹۵- محمد قطب الدین/ محمد خلیل الرحمٰن: احوال العارفین، حیدرآباد دکن: ۱۳۱۷ھ
۹۶- محمد مراد القزانی، شیخ: ذیل الرشحات، المطبع المیریہ بمکہ المحمیہ، ۱۳۰۰ھ
۹۷- محمد مُراد مکی قزانی: نفائس السانحات فی تذئیل الباقیات الصالحات

(معروف بہ تکملہ رشحات)، بکر (ترکی)، س ن
۹۸۔ محمد مراد ننگ کشمیری: تحفۃ الفقراء، قلمی مخطوطہ، مملوکہ محترم پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب، لاہور۔
۹۹۔ محمد مظہر مجددیؒ/محمد اقبال مجددی: رشحات عنبریہ، استنبول (ترکی): ۱۹۷۹ء
۱۰۰۔ محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، دہلی: اکمل المطابع، ۱۲۸۴ھ
۱۰۱۔ محمد معصوم رامپوری: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین، رامپور: مطبع مظہر العلوم، ۱۳۰۸ھ
۱۰۲۔ محمد معصوم سرہندیؒ، خواجہ/ عبیداللہ، خواجہ (جامع)/ محمد اقبال مجددی (مرتب): حسنات الحرمین، ڈیرہ اسماعیل خان: خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ۱۹۸۱ء
۱۰۳۔ محمد میاںؒ، مولانا سید: علماء ہند کا شاندار ماضی، لاہور: مکتبہ محمودیہ، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء
۱۰۴۔ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، لاہور: میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۱۹۹۹ء
۱۰۵۔ محمد نذیر رانجھا: تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدہ، موسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء
۱۰۶۔ محمد یعقوب ضیاء: اکمل التاریخ، بدایوں: مطبع قادری، ۱۳۳۳ھ
۱۰۷۔ محمود الحسن عارف: تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ، لاہور: ۱۹۹۵ء
۱۰۸۔ محمود خان شیرانی، حافظ (مقالہ): اورینٹل کالج میگزین، لاہور: نومبر ۱۹۴۱ء
۱۰۹۔ مراد اللہ عرف غلام کاکیؒ: تفسیر مرادیہ، بمبئی: مطبع کریمی، ۱۳۱۰ھ
۱۱۰۔ مظہر جان جاناں شہیدؒ: مکاتیب (شامل کلمات طیبات)، دہلی: مطبع مجتبائی، ۱۳۰۹ھ
۱۱۱۔ مظہر جان جاناں شہیدؒ/ عبدالرزاق قریشی (مرتب): مکاتیب میرزا مظہرؒ، بمبئی: ۱۹۶۶ء
۱۱۲۔ مناظر احسن گیلانی: تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہؒ، کراچی: نفیس اکیڈمی، س ن
۱۱۳۔ میر درد دہلویؒ: علم الکتاب، دہلی: ۱۳۰۸ھ

۱۱۴- میر درد دہلویؒ: نالہء درد، بھوپال: ۱۳۱۰ھ
۱۱۵- نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم، کندیاں، ضلع میانوالی: خانقاہ سراجیہ شریف، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء
۱۱۶- نسیم احمد فریدی: خواجہ باقی باللہؒ اور صاحبزادگان و خلفاء، لکھنو: مکتبہ الفرقان، ۱۹۷۸ء
۱۱۷- نعیم اللہ بہرائچیؒ (مولانا): انفاس الاکابر و انوار الضمائر، لکھنو: مطبع سدی، ۱۲۹۱ھ
۱۱۸- نعیم اللہ بہرائچیؒ (مولانا): بشارات مظہریہ، لندن: برٹش میوزیم، قلمی خطوطہ نمبر OR۲۲۰ (مخطوطات فارسی)۔
۱۱۹- نعیم اللہ بہرائچیؒ (مولانا): رسالہ دراحوال خود، لندن: مخزونہ انڈیا آفس لائبریری، لندن۔
۱۲۰- نعیم اللہ بہرائچیؒ (مولانا): معمولات مظہریہ، کانپور: مطبع نظامی، ۱۲۷۵ء
۱۲۱- نعیم اللہ بہرائچیؒ (مولانا): قدیر محمد قریشی (مترجم): معمولات مظہریہ، حیدرآباد (سندھ): عبدالغفار، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء
۱۲۲- نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، لاہور: نوری بک ڈپو، ۱۹۷۶ء
۱۲۳- ولی اللہ فرخ آبادی/ شریف الزمان شریف (مترجم)/ محمد ایوب قادری (مرتب): عہد بنگش، کراچی: ۱۹۵۵ء
۱۲۴- Beale: Oriental Biographical Dictionary, Madras: 1881 A.D.
۱۲۵- E.J.Brill: The Encyclopaedia Of Islam, Leiden: E.J.Brill, Vol. 6,7, 1991, 1995 A.D.
۱۲۶- Oxford: Imperial Gazetter of India, Vol.9, 1990 A.D.
۱۲۷- Zahirudin Farooqu: Aurangzeb and his Times, Bombay: 1935 A.D


www.maktabah.org


www.maktabah.org


www.maktabah.org





ISBN 969-8793-45-3